یارانِ طریقت

میاں مشتاق احمد عظیمی

یارانِ طریقت

(ترمیم و اضافہ ایڈیشن)

میاں مشتاق احمد عظیمی

www.ksars.org

انتساب

مُرشد کریم

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ العالی

کے نام جن کی برکتیں

اور

فیض مجھ پر محیط ہے

www.ksars.org

کچھ عرض ہے؟

یہ کتاب "یاران طریقت" 1990ء میں تیار ہو کر مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مد ظلہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ مرشد کریم نے اس کتاب کو محترمہ سیدہ سعیدہ خاتون عظیمی صاحبہ کے پاس مانچسٹر انگلینڈ روانہ کر دیا۔ اس کتاب کا دیباچہ پیاری بہن محترمہ سیدہ خاتون عظیمی نے لکھا اور اس کتاب کو بغور پڑھنے کے بعد مجھے لاہور ارسال کر دی۔

محترمہ سیدہ سعیدہ خاتون عظیمی 23 مارچ بروز اتوار 2003ء کو مانچسٹر میں رحلت فرما گئیں۔

اناللہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ نے ایک طویل عرصہ تک سلسلہ عظیمیہ کے مشن کے فروغ میں نہایت ہی شاندار خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے برطانیہ میں سلسلے کے فروغ میں انتہائی اہم اور سرگرم کردار ادا کیا۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اور امام سلسلہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے ساتھ باجی صاحبہ کی وابستگی اور محبت بہت زیادہ تھی۔

سلسلہ عظیمیہ کے اراکین محترمہ سعیدہ خاتون عظیمی سے بے حد عقیدت اور محبت رکھتے ہیں۔ آپ جب بھی پنجاب کے دورے پر تشریف لاتیں تو میں اُن کے ساتھ ہمیشہ جاتا۔ آپ نے سلسلہ عظیمیہ کے پیغام کو یورپ، امریکہ اور کینیڈا میں پھیلانے میں کافی کام کیا۔ آپ سالفوڈ یونیورسٹی مانچسٹر میں روحانی علوم پڑھنے پر بھی مامور رہی تھیں۔

روحانی دنیا کا ایک دستور ہے کہ جب بندہ دنیا میں زندہ رہتا ہے، وہ اپنا کام صرف اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق سرانجام دیتا رہتا ہے مگر وصال کے بعد اس کا دنیا میں ایک خلا ہمیشہ رہے گا۔ باجی صاحبہ کا بھی خلا باقی رہے گا۔ مگر ان کا فیض ہمیشہ جاری اور ساری رہے گا۔

www.ksars.org

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مرحومہ کو نبی کریم ﷺ کے صدقہ میں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

"دعا گو دعا جُو"

میاں مشتاق احمد عظیمی

روحانی فرزند

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

www.ksars.org

سعیدہ خاتون عظیمی کی عرض داشت

اسرار محبت کاہر دل نہ بود قابل

درنیت بہ ہر دریا زرنیت بہ ہر کان

مومن کا دل گنجینہ اسرار مصارف ربانیہ ہے۔یہی وہ امانت ہے جس کے پہاڑ اور آسمان متحمل نہ ہو سکے۔سینہ مومن چٹانوں سے زیادہ مضبوط اور آسمان سے زیادہ وسیع ہے۔جو اللہ کی امانت کا بوجھ اٹھا کر اس کے اسرار کا رہن بن جاتا ہے۔رموز خداوندی کا مرکز دل ہے۔اور دل خانہ محبت ہے۔جس میں محبوب بستا ہے۔جمال یار کے انوار خانۂ دل سے منتشر ہو کر دنیا کے تاریک گوشوں کو منور کرتے رہتے ہیں۔ایک بندہ مومن سراجاً منیرا بن کر احدیت کے آسمان پر جگمگانے لگتا ہے۔اور ساراعالم اس کی تجلیات سے بقعہ نور بن جاتا ہے۔اسی سراجاً منیرا کا عکس اولیاء اللہ کی نورانی ہستیاں ہیں۔جو آسمان دنیا پر شمس و قمر بن کر جلوہ افروز ہوتی رہتی ہیں۔جن کے حکم سے ہواؤں کے رخ بدل جاتے ہیں۔جن کی نگاہوں سے دلوں کے بند قفل کھل جاتے ہیں۔جو موت کو اسی طرح دوست رکھتے ہیں۔جس طرح دنیا دار اپنی زندگی کو عزیز رکھتے ہیں۔

عام طور سے لوگوں میں روحانی علوم کے حامل حضرات اور ولیوں کے متعلق یہی نظریہ پایا جاتا ہے کہ لوگ انہیں آفاقی مخلوق سمجھ کر ان کی عزت و تکریم تو ضرور کرتے ہیں اور ان کے آستانوں پر حاضری دے کر اپنی زندگی کے مسائل پر ان سے مدد کے خواستگار ہوتے ہیں۔گویا ولیوں کو زندگی کے مسائل حل کرنے کا ایک ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قدسی حضرات اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور دوست، دوست کی جلد سنتا ہے۔مگر اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کے یہ نیک بندے کن راستوں سے گزر کر ان اعلیٰ مقامات تک پہنچے ہیں۔تاکہ ان کی تعلیمات حاصل کر کے ان کے انوار سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہو سکیں۔اور ان

www.ksars.org

کی صفات اپنے اندر پیدا کر کے خود بھی ان کی طرح اللہ کے دوست بن سکیں۔ ولیوں کے قصے پڑھ کر یہ بات ذہن میں آجاتی ہے کہ آدمی کا ارادہ ہی اس کے عمل کے دروازے کی کنجی ہے۔ مومن کا ارادہ اس کو اللہ کے فضل و رحمت سے قریب کر دیتا ہے۔

آنجناب میاں مشتاق احمد عظیمی کی یہ ایک اچھی کاوش ہے۔ ان کا اس کتاب میں بہت سے اولیاء کے واقعات کو اکٹھا کرنے کا مقصد یہی ہے کہ لوگ ان قصوں کی گہرائی میں ان کے قول ارشادات اور روحانی صلاحیتوں پر خاص توجہ کریں۔ اور ان کے ذریعے سے اپنے اندر مخفی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کریں وماتوفیقی الا باللہ

حضرت سعیدہ خاتون عظیمی

مانچسٹر، انگلینڈ

www.ksars.org

www.ksars.org

فہرست

سعیدہ خاتون عظیمی کی عرض داشت 5
اقوال وارشادات 16
اللہ کی تعریف 16
روحانی توجیہہ 17
حضرت خواجہ حسن بصریؒ 19
حالات زندگی 19
روح پرور واقعات 20
اقوال وارشادات 24
روحانی توجیہہ 26
حضرت علی ہجویریؒ داتا گنج بخش لاہوری 32
حالات زندگی 32
روحانی توجیہہ 37
اقوال وارشادات 42
حضرت خواجہ حبیب عجمی 45

www.ksars.org

حالات زندگی 45

روح پرور واقعات 47

روحانی توجیہہ 49

اقوال وارشادات 53

حضرت ذوالنون مصری 54

حالات زندگی 54

روح پرور واقعات 56

روحانی توجیہہ 61

حضرت رابعہ بصریؒ 68

حالات زندگی 68

روح پرور واقعات 69

روحانی توجیہہ 73

اقوال وارشادات 76

حضرت بایزید بسطامیؒ 78

حالات زندگی 78

www.ksars.org

روح پرور واقعات 80

اقوال وارشادات 83

روحانی توجیہہ 85

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ 88

حالات زندگی 88

روح پرور واقعات 89

روحانی توجیہہ 92

اقوال وارشادات 94

حضرت سید عبد القادرؒ جیلانی غوث الاعظم 97

حالات زندگی 97

روح پرور واقعات 99

تصنیفات وتالیفات 103

تلقین طریقت 103

نماز تہجد 104

تہجد کے ذکر 105

www.ksars.org

وفات 105

اقوال وارشادات 105

روحانی توجیہہ 109

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری اجمیری 112

حالات زندگی 112

روح پرور واقعات 114

روحانی توجیہہ 118

اقوال وارشادات 121

حضرت شیخ فرید الدین مسعودؒ گنج شکر 122

حالات زندگی 122

روح پرور واقعات 125

روحانی توجیہہ 136

اقوال وارشادات 139

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ 142

حالات زندگی 142

www.ksars.org

روح پرور واقعات 147
روحانی توجیہہ 151
اقوال وارشادات 153
حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ 154
حالات زندگی 154
روح پرور واقعات 156
روحانی توجیہہ 164
اقوال اور ارشادات 168
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ 171
حالات زندگی 171
روح پرور واقعات 178
روحانی توجیہہ 183
اقوال وارشادات 186
حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ پانی پتی قلندر قادری 188
حالات زندگی 188

www.ksars.org

روح پرور واقعات 190
روحانی توجیہہ 196
ابدال حق حضرت حسن آخریٰ سید محمد عظیم برخیا المشہور حضور قلندر بابا اولیاء 199
حالات زندگی 199
روح پرور واقعات 202
روحانی توجیہہ 207
اقوال وارشادات 210
شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت بابا تاج الدین ناگپوری 212
حالات زندگی 212
روح پرور واقعات 214
روحانی توجیہہ 221
اقوال وارشادات 222
فخر اولیاء حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مد ظلہ العالی 224
حالات زندگی 224
روح پرور واقعات 233

www.ksars.org

اقوال وارشادات 238
روحانی توجیہہ 240
حضرت بہاؤالدین زکریا سہروردیؒ 245
حالات زندگی 245
روح پرور واقعات 247
روحانی توجیہہ 253
اقوال وارشادات 256
حضرت میر سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت 257
حالات زندگی 257
روح پرور واقعات 259
روحانی توجیہہ 261
اقوال وارشادات 265
حضرت میاں میر لاہوری قادری 266
حالات زندگی 266
روح پرور واقعات 267

www.ksars.org

روحانی توجیہہ 268
اقوال وارشادات 270

www.ksars.org

اقوال وارشادات

اللہ کی تعریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تم (اے نبی) کہدو وہ اللہ ایک ہی ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ ہی اس کے جوڑ کا کوئی ہے۔

کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رب العزت کے متعلق طرح طرح کے سوال کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ آپ اپنے رب کا نسب اور وصف بیان کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ صورت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایمان اسلام کی بنیاد ہے۔ یہی تعلیم ہر زمانے کے نبی نے لوگوں کو دی۔ خدا کی تمام صفات جب ایک ہی ذات میں جمع کر دی جاتی ہیں تو لازماً توحید کے ماننے والے کی زندگی پر اس کا نمایاں اثر پڑتا ہے۔ وہ کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا خدا وسیع کائنات کا مالک ہے اور رشتے عطا کرنے والا ہے۔ باخبر اللہ سے وہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔ اس کا محتاج ہونے کی وجہ سے کبھی مغرور اور سرکش نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ اللہ ہی سے ہر رشتے کا متوقع ہے اس لئے اس کے دیئے پر قناعت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق سمجھتا ہے، وہ اس سے کبھی ناامید نہیں ہوتا۔ دوسروں کے آگے نہیں جھکتا، اس لئے خوددار انسان کی حیثیت سے زندگی گزارتا ہے، اسے بے نیاز اور منصف سمجھتے ہوئے وہ عملاً پاکیزہ زندگی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ کو موت پر قادر جانتے ہوئے بہادر اور شجاع بنتا ہے۔ کیونکہ وہ موت سے نہیں اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ کی صفات کے حامل ایسے ہی بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

www.ksars.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کوئی سورۃ اخلاص باوضو خلوص دل سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز پکارے گا۔ آ جا، اے مدح کرنے والے بہشت میں داخل ہو جا۔ ہر چیز کا ایک نور ہوتا ہے قرآن شریف کا نور سورۃ اخلاص ہے۔ اس سورۃ کی فضیلت قرآن پاک میں اس طرح ہے جیسے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر دنوں میں روز جمعہ کو، مہینوں میں رمضان شریف کو، تمام سفیروں میں (مجھے) اور کائنات میں خدا کو فضیلت حاصل ہے۔

ابی بن کعب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اخلاص کا ثواب کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز اس شخص کو ایک آواز آتی ہے کہ اوپر نظر کر جب وہ نظر اٹھائے گا تو حق تعالیٰ عرش معلیٰ پر اسے دکھائی دے گا۔ جس شخص نے سورۃ اخلاص پڑھنے کو شعار بنالیا، اس کے لئے جنت میں ایک ایسا مکان تعمیر ہو گا جس کی اینٹیں چاندی اور سونے کی ہوں گی۔ اگر خوف کے وقت جو کوئی اس سورۃ کو پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو ظالم کے ظلم سے بچائے گا۔ حق تعالیٰ اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اگر کسی مرنے والے کے لئے سورۃ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سورۃ کے صدقہ میں اس کا عذاب ہلکا کر دے گا اور نیکیوں کا مزید ثواب ملے گا۔

روحانی توجیہہ

مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی نے سورۃ اخلاص کی روحانی توجیہہ اس طرح بیان فرمائی ہے:

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے دیجئے اللہ یکتا ہے، اللہ کسی سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے، اس کا کوئی خاندان بھی نہیں ہے۔

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پانچ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وہ یکتا ہے۔ بے نیاز ہے۔ ماں باپ یا اولاد کے ہر رشتے سے مبرا ہے۔ اس کا کوئی کفو، خاندان، کنبہ یا برادری نہیں ہے۔

www.ksars.org

خالق کی تعریف کے بر عکس (۱) مخلوق یکتا نہیں ہوتی، مخلوق کا کثرت میں ہونا ضروری ہے۔ (۲) مخلوق ہونے کی تعریف ہی یہ ہے کہ ہو ہر قدم پر محتاج ہوتی ہے۔ (۳) اگر مخلوق کا باپ نہ ہو تو مخلوق کا وجود ہی زیر بحث نہیں آتا۔ (۴) مخلوق کی پیدائش میں بنیادی عمل ماں باپ کا ہوتا ہے۔ (۵) مخلوق کی پہچان کا اصل ذریعہ ہی اس کا خاندان ہے۔ دراصل ہر نوع ایک پورا کنبہ اور خاندان ہے۔

آیئے! تلاش کریں کہ اللہ کی صفات میں ہم بحیثیت مخلوق کس کس رشتہ سے وابستہ ہیں۔

اللہ ایک ہے، مخلوق کثرت ہے۔ اللہ کسی کی اولاد نہیں ہے، مخلوق کی اولاد ہوتی ہے۔ مخلوق باپ یا ماں ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہیں۔ مخلوق معاشرتی طور پر ایک خاندان میں رہ کر زندگی گزارتی ہے اور اللہ تعالیٰ خاندانی جھمیلوں سے پاک اور مبرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ ان پانچ صفات میں سے صرف ایک صفت ایسی ہے کہ بندہ تمام مخلوق سے رشتہ منقطع کر کے ہمہ تن متوجہ ہو کر اللہ کی صفت میں اپنا ذہن مرکوز کر سکتا ہے اور وہ صفت ہے بے نیازی کی صفت یعنی مخلوق ایسا ہو جاتا ہے تو مخلوق کے اوپر یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ ہمارا خالق اور رازق اللہ اور صرف اللہ ہے۔

اس یقین کے ساتھ زندگی گزارنے والے بندے جب زندگی میں جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں تو کہتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم یہ کوشش اور جدوجہد اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ کوشش کے نتائج ہمارے ارادوں کے تابع ہیں بلکہ اس لئے کوشش کرتے ہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ کائنات متحرک رہے۔ رنگ روپ میں بنی سنوری یہ کائنات اپنے محور پر گردش کرتی رہے تا آنکہ اسے اپنی منزل مل جائے اور یہ کن سے پہلے کے عالم میں داخل ہو جائے۔

www.ksars.org

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

حالات زندگی

ولادت......۲۱ھ بمقام مدینہ منورہ

وفات......۱۱۰ھ بمقام بصرہ

آپ کا اسم گرامی حسن، کنیت مبارک ابو محمد، ابو سعید اور ابی البصر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت ۲۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام موسیٰ راعی تھا جو بصرہ اور واسط کے درمیان جیلسان نامی ایک جگہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۲۱ھ میں حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی لونڈی تھیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو حضرت فاروق اعظمؓ کے حضور میں لائے گئے۔ بڑے خوش رُو اور خوبصورت تھے۔ اس لئے حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کا نام حسن رکھا۔ ابتداء میں آپ جواہرات بیچا کرتے تھے اور اس پیشہ سے آپ نے بہت روپیہ کمایا۔ پھر جب عشق الٰہی کا غلبہ ہوا تو آپ نے سارا مال و اسباب راہ خدا میں لٹا دیا اور لوگوں سے بالکل کنارہ کش ہو کر گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ دن رات یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ ہر وقت باوضو ہوتے۔ خوف الٰہی سے ہر وقت روتے رہتے تھے۔ آپ کی آنکھیں کبھی خشک نہیں دیکھی گئیں۔ کثرت گریہ کے باعث آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ نظر کمزور ہو گئی تھی۔ اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ بدن پر گوشت نظر نہ آتا تھا۔

ایک مرتبہ بصرہ میں قحط پڑا اور تقریباً دو لاکھ آدمی نمازِ استسقاء پڑھنے کے لئے باہر میدان میں نکلے۔ خواجہ حسن بصری کو منبر پر کھڑا کیا کہ دعا فرمائیں آپ نے کہا۔ مجھے بصرہ سے نکال دو یہ فرمانا تھا کہ پانی برسنے لگا۔

www.ksars.org

آپ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ مگر جس وعظ میں حضرت رابعہ جو اپنے وقت کی بہت بڑی ولیہ نہ ہوتیں۔ راز کی باتیں نہ کہتے۔ حالانکہ لوگ آپ سے کہتے بھی اگر ایک عورت نہیں ہے تو کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ جو شربت ہاتھیوں کے حوصلہ کے مطابق کیا گیا ہو وہ چیونٹیوں کے سینہ میں کیونکہ آ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینارؒ نے پوچھا لوگوں کی خرابی کس بات میں ہے ۔ فرمایا دل کے مرنے میں۔ پھر پوچھا دل کا مرنا کیا ہوتا ہے فرمایا کہ دنیا کی محبت۔

حضرت سعیدہ بن جبیر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تین کام کبھی نہ کرنا:

۱۔ بادشاہوں کی بساط پر قدم نہ رکھنا اگرچہ وہ شفقت کریں۔

۲۔ کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھنا خواہ رابعہ وقت ہو اور تو اسے کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہو۔

۳۔ مزامیر نہ سننا اگرچہ تو مردان مرد کا درجہ رکھتا ہو؟ اس لئے کہ آفت سے خالی نہیں بالآخر اپنے زخم لگا دیتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ جب بندہ گناہ کر کے توبہ کرتا ہے تو اس سے قرب الٰہی بڑھتا ہے اور اسی طرح بار بار توبہ کرنے سے قربت بڑھتی جاتی ہے۔

روح پرور واقعات

آپ باعمل عالم بھی تھے اور زاہد و متقی بھی۔ سنت نبوی پر سختی سے عمل کرتے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شمعوں نامی ایک آتش پرست آپ کا پڑوسی تھا اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ آپ نے اس کے یہاں جا کر دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھوئیں سے سیاہ پڑ گیا ہے۔ آپ نے تلقین فرمائی کہ آتش پرستی ترک کر کے اسلام میں داخل ہو جا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہوں۔ اول یہ کہ جب تم لوگوں کے عقائد میں جب دنیا بری شئے ہے تو پھر تم اس کی جستجو

www.ksars.org

کرتے ہو۔ دوم یہ کہ موت یقینی تصور کرتے ہوئے بھی اس کا سامان کیوں نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ جب تم اپنے قول کے مطابق جلوہ خداوندی کے دیدار کو بہت عمدہ شئے تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں رضائے الٰہی کے خلاف کام کیوں کرتے ہو۔

آپ نے فرمایا کہ یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں لیکن آتش پرستی میں وقت ضائع کر کے تمہیں کیا حاصل ہوا۔ مومن خواہ کچھ بھی ہو کم از کم وحدانیت کو تو تسلیم کرتا ہے مگر تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے اور اگر ہم دونوں آگ میں پڑیں گے تو وہ ہم دونوں کو برابر جلائے گی۔ یا تیری پرستش کو ملحوظ رکھے گی لیکن میرے مولا میں یہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو مجھ کو آگ ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتی اور یہ فرما کہ ہاتھ میں آگ اٹھالی اور کوئی اثر دست مبارک پر نہ ہوا۔ شمعوں نے اس کیفیت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ میں ستر سال سے آتش پرستی میں مبتلا ہوں۔ اب آخری وقت کیا مسلمان ہوں گا۔ لیکن جب آپ نے اسلام لانے کے لئے دوبارہ اصرار فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں اس شرط پر ایمان لا سکتا ہوں کہ آپ مجھے یہ عہد نامہ تحریر کر دیں کہ میرے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے تمام گناہوں سے نجات دے کر مغفرت فرمادے گا۔ چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا اس کو ایک عہد نامہ تحریر کر دیا۔ لیکن اس نے کہا کہ اس پر بصرہ کے صاحب عدل لوگوں کی شہادت بھی تحریر کروائیں۔ آپ نے شہادتیں سبھی درج کرا دیں اس کے بعد شمعوں صدق دل کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا اور خواہش کی کہ میرے مرنے کے بعد آپ اپنے ہی ہاتھ سے غسل دے کر قبر میں اتاریں اور یہ عہد نامہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں۔ تاکہ روز محشر میرے مومن ہونے کا ثبوت میرے پاس رہے۔ یہ وصیت کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا اور آپ نے اس کی پوری وصیت پر عمل کیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ شمعوں بہت قیمتی لباس اور زریں تاج پہنے ہوئے جنت کی سیر میں مصروف ہے اور جب آپ نے سوال کیا کہ کیا گزری۔ تو اس نے عرض کیا کہ خدا نے اپنے فضل سے میری مغفرت فرمادی اور جو انعامات مجھ پر کئے وہ ناقابل بیان ہیں لہٰذا اب آپ کے اوپر کوئی بار نہیں آپ اپنا عہد نامہ واپس لے لیں۔ کیونکہ مجھے اب اس کی حاجت نہیں اور جب صبح کو آپ بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ تیرا فضل کسی سبب کا محتاج نہیں جب ایک آتش پرست کو ستر سال آگ کی پرستش کے بعد

www.ksars.org

صرف ایک مرتبہ کلمہ پڑھنے کے بعد مغفرت فرمادی تو جس نے ستر سال تیری عبادت و ریاضت میں گزارے ہوں وہ کیسے تیرے فضل سے محروم رہ سکتا ہے۔

ایک حضرت خواجہ حسن بصریؒ جامع ابو عاصم میں اعلان حق کی فضیلت بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حجاج بن یوسف وعظ کی محفل میں آیا اور ایک امتیازی شان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا اس محفل میں بعض آدمی ایسے موجود ہیں جو اپنی شخصیت کو مرتبہ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں اور عام انسانوں کو ایک حقیر مچھر سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں۔ ان کے سامنے غریب آدمیوں کا بیٹھنا ممنوع ہے۔ ان کے سامنے بولنا گناہ ہے اور ان کے کسی فعل پر ادنیٰ سا اعتراض کرنا موجب قتل ہے۔ اے فنا ہونے والے انسانو! کیوں تم اپنی ان ذاتی قوتوں پر ناز کرتے ہو۔

حاضرین محفل کو یقین تھا کہ اس بے باکانہ تقریر پر حجاج بن یوسف حضرت خواجہ کے قتل کا حکم صادر کر دے گا۔ مگر وہ خاموش بیٹھا ہوا آپ کی تقریر سنتا رہا اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔ ایک ہفتہ بعد حجاج بن یوسف نے حضرت خواجہ کو ایک خط تحریر کیا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت نے اس خط کو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھوں نے مس کیا ہے۔ میں اس کو چھونا نہیں چاہتا اور اس خط کی پشت پر لکھوا دیا۔ خدا کے مغرور بندے حجاج کو معلوم ہوا کہ غریب تیرے ظلم سے تنگ آ گئے ہیں۔ میں تجھ سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔ حجاج نے ظلم سے توبہ کی اور وہ حضرت کی نگاہ کرم سے مرد مومن بن گیا۔

آپ اموی حکومت کی پالیسی سے بہت سے بنیادی امور میں اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن حجاج اس بات پر مُصر تھا کہ آپ اس اختلاف سے باز رہیں اور اپنی زبردست شخصیت کے اثرات حکومت کی تائید میں صرف کریں لیکن آپ جیسے حق گو مجاہد کے لئے ناممکن تھا اس لئے آپ نگاہِ عمال سے بچ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ سرکاری جاسوسوں نے ہر چند تلاش کیا مگر ناکامی ہوئی لیکن ایک خارجی کو کسی نہ کسی طرح آپ کی گوشہ نشینی کا علم ہو گیا اور اس نے آپ کو طرح طرح سے ڈرانے دھمکانے اور حکومت کو مطلع کرنے کی باتیں شروع کر دیں۔ آپ اولاً تو برداشت کرتے رہے۔ لیکن

www.ksars.org

ایک دن وہ اسی ارادے سے آپ کے پاس آرہا تھا کہ اسے دیکھ کر آپ کو غصہ آگیا اور بارگاہِ ایزدی میں عاجزی کے ساتھ اس سے چھٹکارا پانے کی درخواست کی۔ چلتے چلتے وہ خارجی لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور خاک کا ڈھیر ہو گیا۔ آپ راتوں کو جاگتے اور عبادت کرتے تھے۔ اور دن کو ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کرتے تھے۔ وہ فقیر بھی تھے اور زاہد بھی وہ عابد بھی تھے اور دنیا سے بیزار بھی۔ وہ دنیا کو فضول سمجھتے تھے۔ وہ دنیا کی زینت کو ہیچ اور ناکارہ سمجھتے تھے۔ وہ نفس کی خواہشات سے بغاوت کے خوگر تھے۔ ان کا زہد عبادت تھا حزن دائم سے ان کی آنکھیں ہر وقت پرنم رہتی تھیں۔ ان کا دل ہر وقت اشکبار رہتا، ان کا خیال تھا کہ عمل صالح کی تربیت، نشو و نما اور تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ہنسے کم اور روئے زیادہ۔ تقویٰ کے ارتقاء اور تکمیل میں سب سے زیادہ جو چیز معین و مددگار ہوتی ہے بلکہ بنیادی اور اساسی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے، وہ ہے صرف خوف خدا، خشیت الٰہی۔

ایک بار آپ سے کسی نے عرض کیا۔ آپ کی مجلس میں کچھ لوگ صرف اس غرض سے آتے ہیں کہ دیکھیں آپ کہاں کہاں وعظ میں غلطی کرتے ہیں یا وہ چاہتے ہیں کہ محض بیکار سوال کرکے آپ کو پریشان کریں۔ آپ نے تبسم فرما کر اس شخص سے کہا کہ ان لوگوں کی باتوں کا برا نہ مانو کیونکہ میں انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کا خالق و رازق ہونے کے باوجود دنیا کی بدگمانی و بدزبانی سے نہیں بچا تو پھر میں کیونکر بچ سکتا ہوں۔ بس یہ ایک عمل خیر ہے جسے نیک نیتی سے کر رہا ہوں۔ دنیا چاہے کچھ بھی کہے میں کرتا رہوں گا۔

کسی نے کہا اے ابو سعید یہاں ایک شخص ہے ہم نے اسے ہمیشہ تنہا درختوں کی آڑ میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ ایک دن حسن بصری اس طرف تشریف لے گئے اور اس شخص سے فرمایا۔ اے شخص تم خلوت پسند معلوم ہوتے ہو کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے۔ اس شخص نے کہا میں ایک ایسے کام میں مشغول ہوں جو لوگوں سے ملنے کی مہلت نہیں دیتا۔ حسن بصری نے فرمایا یہاں جو حسن بصری رہتے ہیں ان کے پاس تو جایا کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو اس شخص نے کہا جس کام کی وجہ سے لوگوں سے نہیں مل سکتا اسی وجہ سے حسن بصری سے بھی نہیں مل سکتا۔ حسن بصری نے کہا ایسا کیا کام ہے۔ اس شخص نے کہا جب صبح ہوتی ہے تو اللہ کی نعمتیں اور اپنے گناہ دیکھتا ہوں۔ نعمتوں کا شکر اور

www.ksars.org

گناہوں سے استغفار کرتا ہوں۔ حضرت بصری نے کہا۔ اے عبداللہ تو حسن سے بھی زیادہ سمجھ دار ہے۔ میں تیری محفل میں آیا کروں گا۔

اقوال و ارشادات

۱۔ جو خدا سے ڈرتا ہے سب لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔

۲۔ تفکر خیر اور عمل کی طرف دعوت دیتا ہے۔

۳۔ جو ہر شئے کو دیکھنے میں اپنی آنکھ / نظر کو آزاد کئے رہتا ہے اس کا غم بڑھ جاتا ہے اور جو ہر وہ بات کہہ دیتا ہے جو اس کے جی میں آئے وہ اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔

۴۔ صبر دنیا کی سب نیکیوں کا نچوڑ ہے۔

۵۔ خدا سے ڈرنے والے کو چاہئے کہ اس کے تعرفات میں کلام نہ کرے۔

۶۔ دنیا کا عذاب یہ ہے کہ تیرا دل مردہ ہو جائے۔

۷۔ جو آج بے خوف ہے کل اسے ڈرایا جائے گا اور جو آج ڈرتا ہے وہ کل بے خوف ہو گا۔

۸۔ جو خدا سے شرم کرتا ہے۔ لوگ بھی اس سے شرم رکھتے ہیں جو خدا کے سامنے گناہ کرنے میں دلیری کرتا ہے لوگ بھی اس پر دلیر ہو جاتے ہیں۔

۹۔ جو بات حکمت سے خالی ہے وہ آفت ہے جو خاموشی حکمت سے خالی ہے وہ غفلت ہے جو نظر عبرت سے خالی ہے وہ ذلت ہے۔

۱۰۔ خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے اور بھرا ہوا پیٹ اس کا اکھاڑہ۔

www.ksars.org

۱۱۔ اگرچہ توبہ سے غیبت کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے مگر اس سے معافی مانگ جس کی تونے غیبت کی۔

۲۱۔ جنت کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی نعمت حقیر ہے اور دوزخ کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی مصیبت آسان اور قابل برداشت ہے۔

۳۱۔ نفس سے بڑھ کر دنیا میں منہ زور اور بدلگام جانور اور کوئی نہیں۔

۴۱۔ اگر یہ جاننا چاہتے ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد دنیا کی کیا حالت ہو گی تو دیکھ تو کہ دوسروں کے مرنے کے بعد دنیا کی کیا حالت ہے۔

۵۱۔ دولت وہی شخص طلب کرتا ہے جسے خدا ذلیل کرے۔

۶۱۔ اس شخص کا دل کبھی درست نہیں ہو سکتا جس کی پیروی احمق لوگ کریں۔

۷۱۔ جو دوسروں کی باتیں تم سے بیان کرتا ہے وہ تمہاری باتیں دوسروں سے ضرور کہے گا۔

۸۱۔ فکر تیرے لئے آئینہ ہے جو تجھ پر نیکی اور بدی ظاہر کرتا ہے۔

۹۱۔ جس نے خدا کو پہچانا اس نے اسے دوست رکھا اور جس نے دنیا کو پہچانا اس نے خدا کو دشمن سمجھا۔

۰۲۔ مومن کی شان یہ ہے کہ اس کی صبح ہوتی ہے تو ملول اور غمگین ہوتا ہے اور اس کی شام ہوتی ہے تو وہ ملول اور غمگین ہوتا ہے۔

۱۲۔ اے انسان اگر تیرے نفس نے نجات پائی تو تونے بھی نجات پائی اور اگر تیرا نفس ہلاک ہو گیا تو تو بھی ہلاک ہو گیا اور تیرے سوا جس نے نجات حاصل کی۔ وہ تجھے کوئی نفع نہ دے سکے گا۔

۲۲۔ لالچ آدمی کو بدنما بنا دیتا ہے۔

www.ksars.org

۴۳۔ طعام سے پر معدوں میں حکمت کے موتی نہیں سماتے۔

۴۴۔ صوفی وہ ہے جو وہ بات ہر گز نہ کرے جو اس میں نہ ہو۔

۴۵۔ عبادت کی کنجی فکر اور نفس کی مخالفت ہے۔

آپ نے رجب ۱۱۰ھ میں نواسی سال کی عمر میں ہشام بن عبد المالک بن مروان کے زمانہ میں وفات پائی اور مزار پر انوار بصرہ میں ہے۔

روحانی توجیہہ

تفکر خیر اور عمل کی دعوت دیتا ہے۔

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مد ظلہ العالی تفکر کی روحانی توجیہہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

بہت پہلے جب رات دن نہیں تھے۔ مہینے سال نہیں تھے، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی۔ تاریکی اور روشنی دونوں معدوم کے پردوں میں تھیں۔ زمان و مکان (Time & Space) کی اصطلاحیں بھی وجود میں نہیں آئی تھیں پھر کیا تھا؟ ہُو کا عالم تھا ایک ذات کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔ ذات نے خود کو تنہا محسوس کیا تو خود اس نے اپنے وجود سے ایک ہمراز بنایا ہمراز بن گیا تو سرگوشی ہوئی۔ یہ کیسے پتہ ہے کہ حبیب کون ہے اور ہمراز محبوب کون ہے طے پایا کہ ہمراز محبوب اور حبیب کے تعارف کے لئے ایک فلم بنائی فلم دکھانے کے لئے پردے (Screens) لازم قرار پائے۔ فلمی ریکارڈ کی منظر کشی کے پھیلاؤ کے لئے ایک ماورائی مشین (Projector) بنی۔ اس طرح ایک مربوط نظام بن گیا نظام کو مربوط رکھنے کے لئے قانون بنا۔ قانون یہ بنا کہ محبوب کو متعارف کرانے کے لئے وقفہ وقفہ سے سربراہی گروہ تشکیل دیا جائے اور اس طرح ایک لاکھ سے زائد یا کچھ کم سربراہوں کی نگرانی میں وفود آتے رہے اور اپنی ذمہ داری

www.ksars.org

پوری کرتے رہے۔ ہر سربراہ نے علمی اعتبار سے اچھائی اور برائی کے تصور کا پرچار کیا کہ ایک برادری دوسری لاکھوں، برادریوں اور گروہوں سے ممتاز ہو جائے ان سب کوششوں کے نتیجہ میں ایک معاشرہ قائم ہوا۔

اس مثالی معاشرہ کی پہلی اساس محبت پر رکھی گئی قانون بنا کہ پہلی محبت اس ذات سے کی جائے گی جس ذات نے سب کو بنایا۔ جب کہ اس کو کسی نے نہیں بنایا۔

بنانے والی ہستی چونکہ خود حسین ہے اس لئے حسن معیار بنا۔ اس طرح معاشرہ کی دوسری اساس خوبصورتی بنی۔ جہاں حسن ہوتا ہے وہاں محبوب اور مقصود کی جستجو فطری امر بن جاتی ہے چونکہ محبوب و مقصود خوبصورت ہے اس لئے ہر چیز خوبصورت لبادہ میں سجائی گئی۔ اور جمالیاتی حسن ودیعت ہونے سے انسان طبعاً حسن پرست ہو گیا۔ انسان حسن سے محبت کرنے لگا اور بدصورتی اس کے لئے ناپسندیدہ شئے بن گئی۔ محبت کو پروان چڑھانے کے لئے عدل و انصاف کی میزان قائم کی گئی۔

مثالی معاشرہ کی تیسری اساس مکافات عمل ہے۔ قانون کی شق میں وضاحت کی گئی کہ ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے۔ آدم زاد جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔ اس دنیا میں اور عارضی دنیا کے اس پار دوسری دنیا میں ایک ہی قانون نافذ رہے گا۔ مکافات عمل کے قانون کی مزید تشریحات و توضیحات کے لئے اور اس قانون کو جاری و ساری رکھنے کے لئے انسانی اختیارات کی دستاویز تیار ہوئی۔ اختیارات کے سلسلہ میں اچھائی اور برائی کا تصور بنیادی اساس بنا۔ اچھائی اس لئے اچھائی ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ عمل اچھا ہے۔ برائی اس لئے برائی ہے کہ ہم نے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ برائی ہے مفہوم یہ نکلا کہ اچھائی یا برائی اس پر قائم ہے کہ ہم اچھائی اور برائی کے تصور کو قبول کر چکے ہیں۔

برائی اور اچھائی کے تصورات کو عام کرنے اور اس کے نتائج مرتب ہونے کے عمل کو آخرت کا نام دیا گیا۔ ایک غیر منقسم واحد ذات نے اپنے فرستادہ دوستوں کے ذریعے یہ پیغام عام کر دیا کہ دنیا مزرع حیات ہے۔ زندگی میں جو کچھ بویا جائے گا یہاں وہاں دونوں عالمین میں وہی کاٹنا پڑے گا۔

www.ksars.org

حیات کے اوپر غور کرنے کے نتیجہ میں یہ انکشاف ہوا کہ نفس کو بخوشی یا کراہ کے ساتھ موت سے بغلگیر ہونا ہے اور فرد کو موت سے پنجہ آزمائی کرتی ہے اور موت اسے بہر حال شکست دے دے گی۔ البتہ آدم زاد کو فنا نہیں کر سکتی۔ اگر موت کو فانی تسلیم کر لیا جائے تو نظام حیات اور کائنات کا وجود باقی نہیں رہے گا اور اختیارات کی دستاویز کالعدم ہو جائے گی۔ اختیارات سے مراد یہ ہے کہ فرد اپنی اس زندگی میں جو کچھ کرتا ہے سزا یا جزاء کا خود تعین کرتا ہے۔ اگر موت کے اوپر فنا وارد ہو جائے تو پھر جزا اور سزا حساب اور کتاب کی کوئی حقیقت نہیں رہے گا۔ ہوتا یہ ہے کہ موت مادی وجود کو ہلاک کر کے روح کو آزاد کر دیتی ہے۔ موت اور حیات کے نظام کے تحت فرد نے اپنی زندگی کو علیحدہ علیحدہ شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ فرد جب حیات ممات کے دو شعبوں میں تقسیم ہو گیا تو بہت زیادہ پیچیدگی عمل میں آ گئی اور اس پیچیدگی نے عقائد کا روپ دھار کر بیشمار نظریات کو جنم دیا اور جیسے جیسے نظریات کا ہجوم ہوتا رہا۔ فرد اپنی انا سے دور ہوتا چلا گیا اور ایک وقت ایسا آ گیا کہ وہ پہلی ہستی کے وجود سے باغی ہو گیا وقت گزرتا رہا۔ سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا فرد مزید گمراہی میں غرق ہو گیا۔ اس علم کی بنیاد پر جس علم سے اسے اختیارات منتقل ہوئے تھے۔ فرد نے اپنے لئے روشنی کی جگہ تاریکی کا انتخاب کر لیا اور یہ انتخاب پوری ایک برادری کے لئے ادبار بن گیا۔ پر سکون قلعہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ دھوپ کی تمازت سے محفوظ رکھنے والی چھت زمین بوس ہو گئی۔

دیواروں کی دراڑوں میں سے گرد و غبار کا طوفان اور گرم ہوائیں قلعہ میں داخل ہو گئیں اور فرد کے پاس چیخنے چلانے کے علاوہ کوئی آسرا نہ رہا۔ آسرا کیوں نہ رہا اس لئے کہ پر سکون ہونے کے لئے جن جذبات و احساسات کی ضرورت ہے۔ ان سے فرد نے منہ موڑ لیا ہے۔

پہلی ہستی نے اپنے محبوب کو جس فطرت پر بنایا ہے وہ یہ ہے کہ فرد کے اندر آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہو۔ پوری نوع سے محبت ہو طلب و جستجو میں صداقت ہو ایسی صداقت جو تناور درخت بن جائے اور اس درخت سے حسن و احسان، اکرام و بخشش اور عفو و درگذر کی شاخیں پھوٹیں۔

www.ksars.org

پہلی ہستی نے جب اپنے محبوب کو بنایا اور اسی کے تعارف کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار دوستوں کو مامور کیا تو اس کے پیچھے یہ مقصد کار فرما تھا کہ فرد کی حیثیت ایک سے ختم ہو کر اجتماعی ہو جائے۔ اجتماعی نشوونما اور ارتقاء کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ فرد اپنی ہستی کو افراد میں مدغم کر کے اجتماعی طور پر سوچے اور عمل کرے۔ فرد چونکہ فطرتاً مجبور ہے یہ مجبوری فرد سے تقاضا کرتی ہے کہ اس مالک و خالق و ہستی کو تلاش کیا جائے۔ اس کی جستجو کی جائے جس کے قبضہ میں ہماری زندگی اور موت ہے۔ بظاہر اس لاینحل پیچیدگی کو ختم کرنے کے لئے ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم مثالی معاشرہ کی اساس کو مضبوط اور مستحکم کریں اور یہ مثالی معاشرہ اسلام کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

اسلام کہتا ہے

احترام انسانی ہر شخص پر لازم ہے۔

جملہ بنی نوع انساں نسلاً ایک ہیں ان میں رنگ و نسل، علاقائی، قبائل یا قومی امتیازات غیر فطری ہیں۔

تمام نوع انسان اللہ کے بندے ہیں ان کے حقوق کا تحفظ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ایک انسان کا قتل کل نوع انسانی کے قتل کے برابر ہے۔

ایک انسان کی جان بچانا پورے نوع انسانی کی جان بچانے کے برابر ہے۔

امن و سلامتی کو برباد کرنا سب سے بڑی برائی ہے۔

فرد اور افراد دونوں آزاد پیدا ہوتے ہیں۔ آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

خدمت خلق اور ملت سے وابستگی ضروری ہے۔

ہمسایوں کے حق کا بالخصوص احترام کیا جائے۔

www.ksars.org

دولت کی تقسیم عدل و انصاف کے اصول پر ہونی چاہیئے۔

بھوک، بیماری، بیکاری دور کرنا مثالی معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔

حسن سے محبت اور خوب سے خوب تر کی تلاش۔

نیت ہر حال میں حسین ہونی چاہیئے۔

ہر شخص پر دوسروں کی آزادی اور دیگر سیاسی حقوق کا احترام لازم ہے۔

افراد کی تعلیم و تربیت وقت کے تقاضوں کے مطابق ہونی چاہیئے اس طرح کہ مثالی معاشرہ اور اسلام کا تشخص مجروح نہ ہو۔

علم و حکمت کا سیکھنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے اور انسان کو مرتے دم تک طالب رہنا چاہیئے۔

اسلامی معاشرے کے افراد بھائی بھائی ہیں ان کا سود و زیاں ایک ہے۔

تقویٰ اور ایمان لازم و ملزوم ہیں ایمان مشاہداتی ہونا چاہیئے۔

جسم کی طرح روح کے اوپر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا علاج ہونا چاہیئے اور علاج پہلی ذات اللہ سے قربت کا طریقہ قیام صلوٰۃ ہے۔ قیام صلوٰۃ مراقبہ ہے۔ مراقبہ تعلق اللہ کے لئے ذہنی مرکزیت ہے۔

ضمیر کی آواز کمزور اور جمالیاتی حسن مفلوج نہیں ہونا چاہیئے ضمیر کے اندر نور باطن کی ہر حالت میں حفاظت کی جائے۔

رحمت بن کر انسانوں سمیت تمام مخلوقات سے محبت کی جائے۔

www.ksars.org

زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ زمین کے اندر اور زمین کے اوپر جو کچھ بھی ہے وہ تمام نوع انسانی اور دیگر مخلوقات کے مشترکہ استفادہ کے لئے ہے۔

بداخلاقی ترش روئی کرخت لہجہ برائی ہے، خوش خلقی اور شیریں مقال ہونا سعادت ہے۔

ملک وملت کو خارجی اور داخلی دشمنوں سے محفوظ رکھنا مثالی معاشرے کی اولین ذمہ داری ہے۔

www.ksars.org

حضرت علی ہجویریؒ داتا گنج بخش لاہوری

حالات زندگی

ولادت......۴۰۰ بمقام غزنی

وفات......۴۶۵ بمقام لاہور

حضرت ابوالحسن علی ہجویری اپنے زمانے کے امام یکتا اور اپنے طریق میں یگانہ تھے۔ عملی اصول میں امام اور اہل تصوف میں بہت بڑا درجہ رکھتے تھے۔

آپ ۴۰۰ھ میں غزنی کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے آپ کا نام مبارک علی ہے۔ سلسلہ نسب حضرت امام حسن علیہ السلام سے ملتا ہے۔ ہجویر اور جلاب غزنی کے دو رعلاقے ہیں۔ شروع میں ان جگہوں پر قیام رہا اس لئے انہیں ہجویری اور جلابی کہتے ہیں۔ آپ کے والد صاحب کا نام عثمان جلابی تھا۔ آپ نے علم شریعت کے بعد علم طریقت کی منازل طے کرنے کے لئے آذربائیجان، خوزستان، عراق، بغداد، شام، دمشق، طوس، طرستان، ترکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کا سفر کیا اور وہاں کے جید علماء اور اولیاء کرام سے کسب فیض حاصل کیا۔ آپ ابوالفضل کے مرید تھے اور وہ جنیدی سلسلے میں سے تھے۔ آپ اپنے شیخ کے حکم سے اپنے دو پیر بھائیوں سید لطفی اور ابو سعید کے ساتھ لاہور تشریف لائے۔ ان کے آنے سے قبل ان کے پیر بھائی شیخ حسین زنجانی لاہور میں مقیم تھے۔ جس شب آپ لاہور تشریف لائے اس شب حضرت حسین زنجانی کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ان کی تدفین میں پوری طرح حصہ لیا۔ آپ لاہور میں رہ کر تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہو گئے۔ مگر ایک لمحہ کے لئے بھی اشاعت اسلام سے غافل نہ ہوئے۔ آپ کی کوششوں سے سینکڑوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تصوف اور علوم دینیہ میں آپ کا درجہ بہت بلند مانا جاتا

www.ksars.org

ہے۔ بعض مشائخ نے اپنے تذکروں میں آپ کو علوم ظاہر و باطن کا جامع قرار دیا ہے۔ آپ نے تصوف پر کشف المحجوب کے نام پر ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کے علاوہ حسب ذیل کتابیں بھی آپ کی تصانیف بتائی جاتی ہیں۔

۱۔ منہاج الدین (اس میں اہل صفہ کے مناقب لکھے ہیں)

۲۔ کتاب الفناء والبقاء

۳۔ اسرار الخزق المونات

۴۔ کتاب البیان اہل المسیان

۵۔ بحر القلوب

۶۔ اسر عائیہ الحسوق اللہ

لیکن ان کتابوں میں سے اب کسی کا بھی پتہ نہیں ہے۔ انکی کتاب صرف کشف المحجوب ہی ملتی ہے۔ جس میں تصوف کے اسرار و رموز پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تصوف کے تمام پہلوؤں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

دنیا میں اسلامی تصوف پر یہ پہلی کتاب ہے جس میں حضرت داتا گنج بخش نے محققانہ طرز تحریر سے اپنے مجاہدات ومکشافات اور تمام ذاتی تجربات بیان کئے ہیں۔ مباحث سلوک پر بہترین تنقید کی گئی ہے اور کوئی ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر زمانہ میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثل سمجھی گئی ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مرشد مل جائے گا۔ کتاب کا پہلا باب علم کی بحث سے شروع ہوتا ہے۔ اس باب میں پانچ فصلیں ہیں شروع میں کلام مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں علم کی اہمیت لکھ کر یہ بتایا ہے کہ علم ہی کے ذریعے ایک سالک مراتب اور درجات کے حصول کے قریب ہوتا ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب وہ اپنے علم پر عمل بھی کرتا ہو۔ انہوں نے علم حقیقت کے تین ارکان بتائے ہیں۔

www.ksars.org

۱۔ خداوند تعالیٰ کی ذات کا علم یعنی وہ علم ہے جو ہر چیز کو جانتا ہے وہ نہ کسی مکان میں ہے نہ ہی اس کی مثل ہے۔

۲۔ خدا تعالیٰ کی صفات کا علم یعنی وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔

۳۔ خداوند تعالیٰ کے افعال کا علم وہ تمام خلائق کا پیدا کرنے والا ہے۔

دوسرا باب فقر سے شروع ہوتا ہے اس میں فقر کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا اور افضل ہے اور فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو مگر اس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے۔ نہ دنیاوی ساز و سامان ہونے سے مالدار ہو جائے۔ فقیر جتنا تنگدست ہو گا اس قدر اس پر حال زیادہ کشادہ ہو گا اور اسرار زیادہ منکشف ہوں گے۔ وہ جس قدر دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہوتا ہے اتنا ہی اس کی زندگی لطائف خفی اور اسرارِ روشن سے وابستہ ہوتی جاتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک فقیر کا کمال فقر یہ ہے کہ اگر دونوں جہاں اس کے فقر کے ترازو کے پلڑے میں رکھے جائیں تو ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوں اور اس کی ایک سانس دونوں عالم میں نہ سمائے۔ دوسری فصل میں صوفیانہ نقطۂ نظر سے فقر و غنا پر بحث کی ہے۔ بعض صوفیائے کرام کا خیال ہے کہ غنا و فقر سے افضل ہے۔ تیسری فصل میں فقر اور فقیر سے متعلق مشائخ عظام کے جو اقوال ہیں ان کی تشریح اور تفصیل کی ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ فقیر کے دل پر گزرے اس کو ظاہر نہ کرے اور جس کا ظہور ہو جائے اس کو چھپائے نہیں۔ اسی باب میں صوفی کی اصلیت اور اہل تصوف کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں۔

۱۔ صوفی جو اپنی ذات کو فنا کرے خدا کی ذات پر بقا حاصل کرتا ہے اور اپنی طبیعت سے آزاد ہو کر حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

۲۔ متصوف ’جو صوفی کے درجہ کو مجاہدہ سے تلاش کرتا ہے اور اسی تلاش میں اپنی ذات کی اصلاح کرتا ہے۔

www.ksars.org

۳۔ مستصوف 'جو محض مال و متاع اور جاہ و حشمت کے لئے اپنے آپ کو مثل صوفی کے بنالیتا ہے۔
حضرت شبلی کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جو دونوں جہاں میں خدائے عزوجل کے سوا کوئی چیز نہ دیکھے۔

چوتھے باب میں صوفیوں کے لباس پر بحث کی گئی ہے۔ چھٹا باب ملامت پر ہے۔

روح پرور واقعات

سفینۃ الاولیاء میں شہزادہ دار شکوہ ایک واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے لاہور میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کی محراب دوسری مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل تھی۔ اس وقت کے علمائے کرام نے اس محراب کی سمت سے متعلق اعتراض کیا۔ چنانچہ اک دن آپ نے سب حضرات کو مسجد میں جمع کیا۔ خود امامت کے فرائض سر انجام دیئے اور نماز کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ دیکھئے کہ کعبہ کس سمت میں ہے۔ درمیان کے تمام حجابات دور ہو گئے اور خانہ کعبہ نظر آ گیا۔

ایک عورت ہر روز تازہ دودھ لے کر جایا کرتی تھی۔ ایک دن آپ نے اس سے دودھ خریدنا چاہا۔ اس عورت نے کہا کہ یہ دودھ میں جوگی جی مہاراج کے لئے لے جا رہی ہوں۔ دودھ وہاں نہیں جائے گا تو ہمارے جانوروں کے دودھ کے بدلے خون آنے لگے گا۔ آپ نے مسکرا دیا اور فرمایا کہ آؤ تم ہمیں دودھ دے جاؤ خدا نے چاہا تو دودھ میں برکت ہو گی۔ عورت نے سب دودھ دے دیا۔ آپ نے بقدر حاجت لے لیا۔ بقیہ دریا میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس عورت کے مویشیوں نے کثرت سے دودھ دینا شروع کر دیا۔ دیکھا دیکھی قرب و جوار کے دوسرے لوگ بھی دودھ کی مٹکیاں لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ہر مٹکی میں تھوڑا تھوڑا لے کر دریا میں پھنکوا دیا سب کے دودھ میں اللہ تعالیٰ نے برکت دے دی۔

www.ksars.org

جوگی کو جو دودھ نہ ملا تو وہ آپ کو کئی شعبدے دکھانے کے لئے حاضر ہو گیا اور ہوا میں اڑنے لگا اور کہا کہ دودھ تو بند کرا دیا ہے ایسا کوئی کمال دکھاؤ۔ آپ نے اپنی نعلین کو پھینک دیا اور فرمایا میاں لاؤ۔ چنانچہ نعلینوں نے ایسی کفش کاری کی کہ وہ اتر کر حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے اپنے فیض صحبت سے نوازا اور شیخ ہندی کا لقب دیا۔

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے مرشد کامل حضرت محمد بن حسن قتیلی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ دمشق کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں بارش کی وجہ سے زمین پر کیچڑ تھا اور اس کیچڑ کی وجہ سے چلنے میں بڑی مشکل پیش آ رہی تھی۔ ان حالات میں میری نظر اپنے شیخ کے پاؤں پر پڑی تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بالکل خشک نظر آئے۔ میں نے اپنے مرشد کریم سے دریافت کیا تو میرے شیخ نے جواب دیا کہ میں نے ہمت کو توکل کے راستے میں اٹھالیا ہے۔ تب سے اللہ تعالیٰ نے میرے قدموں کو ان آلائشوں سے پاک کر دیا ہے۔

ایک دفعہ میں خراساں کے ایک گاؤں جس کا نام کمندور تھا گیا۔ وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کو ادیب کمندی کہتے تھے۔ یہ بزرگ بیس سال سے ایک پاؤں پر کھڑے تھے۔ ماسوا نماز کے کبھی نہ بیٹھتا تھا۔ لوگوں نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ابھی مجھے وہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ خدا کے مشاہدہ میں بیٹھنے کی عزت حاصل کر سکوں۔

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ ترکستان کے علاقہ میں ایک پہاڑی تھی جس کے اندر آگ لگ گئی۔ اس کے دہکتے ہوئے پتھروں میں سے نوشادر اُبل اُبل کر باہر آ رہا تھا۔ اس آگ میں ایک چوہا تھا۔ جو اس میں زندہ رہ سکتا تھا۔ اگر اس چوہے کو باہر نکال لیا جاتا تو وہ فوراً ہلاک ہو جاتا۔ حضرت علی ہجویری مزید فرماتے ہیں کہ زہر میں ایک کیڑا تھا جو اسی میں زندہ رہ سکتا تھا۔ اگر اس کو زہر سے نکال لیا جائے تو وہ فوراً مر جائے گا۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ۴۰ روز تک اعتکاف ختم کر کے داتا صاحب کے مزار سے رخصت ہونے لگے تو یہ شعر پڑھا:

www.ksars.org

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

ا۔ اعتکاف عبادت کا ایک طریقہ ہے جس میں انسان کچھ عرصہ کے لئے دنیا سے قطع تعلق کر کے صرف عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ غسل کر کے پاک کپڑے پہن کر عبادت کی نیت کی جاتی ہے اور اس مخصوص عرصہ کے لئے آدمی گھر سے نکل کر مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ وہیں عبادت اور شب بیداری کرتا ہے۔ کھانا پینا اور سونا سب وہی ہوتا ہے۔ صرف حوائج ضروریہ کے لئے ادھر ادھر جا سکتا ہے۔ علماء کرام اعتکاف کو سنت قرار دیتے ہوئے بہت بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔

روحانی توجیہہ

خدا کے فرمان پر قائم رہے اور اس کے حکم سے سر تابی نہ کرے۔

اس قول کی روحانی توجیہہ مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے اور کائنات میں ایک بہت چھوٹے یا بہت بڑے سیارے میں آدم تخلیق ہوا ہے، آدم برادری کا ہر باشعور فرد یہ سوچتا ہے کہ کائنات کیسے بنی اور کائنات کو بنانے والا کون ہے۔ انسان جو کائناتی حلقے میں عقل و شعور میں ممتاز ہے۔ یہ بھی سوچتا ہے کہ کائنات میں میری حیثیت کیا ہے میں کیوں پیدا ہوا، مجھے کس نے پیدا کیا۔ اگر میرا پیدا کرنے والا کوئی ہے تو اس وجود کی تعریف کیا ہے؟

کچھ لوگوں نے عقلی بساط پر وجود کائنات پر غور کیا اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو انہوں نے تخلیق کائنات کے بارے میں نظریات قائم کر لئے ایک گروہ نے کہا:

خدا کا وجود نہیں ہے۔ کائنات حادثاتی طور پر بن گئی ہے، کائناتی تخلیق میں کسی ہستی کا عمل دخل نہیں ہے۔

www.ksars.org

دوسرے گروہ نے یہ رائے قائم کی۔

کائنات کی ابتدا نہیں ہے۔ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی، کائنات تخلیق عمل ہے اور حرکت خود مادہ ہے......لیکن تاریخ انسانی کی یہ مجبوری اپنی جگہ قابل توجہ رہی ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں دانشور اور مفکر نہ مانتے ہوئے بھی کسی ہستی کا نام لیتے رہے ہیں۔

مذاہب نے اگر خالق ہستی کا نام یزدان، ایل، ایلیاء، بھگوان، گاڈ، خدا یا رحمٰن رکھا ہے تو استدلال کے گورکھ دھندے میں مبتلا لوگوں نے اس کا نام حادثہ نیچر، گیس، آتشی لاوہ یا اتفاق رکھ دیا ہے......ہمارے علم میں یہ حقیقت بھی ہے کہ آدم زاد برادری کی عظیم اکثریت ایک خالق کے وجود کو مانتی چلی آئی ہے۔کائنات کے اس خالق کو ہی وہ منتظم مدبر اور رب العالمین قرار دیتی ہے۔

ہم دونوں نظریات کو سامنے رکھ کر علم حضوری کی بنیاد پر یہ تلاش کرتے ہیں کہ خالق کے بغیر کائنات کا وجود ممکن بھی ہے یا نہیں......یہ کائنات اگر حادثاتی طور پر وجود میں آئی ہے تو کائنات کی زندگی اور کائناتی تسلسل کن عوامل پر قائم ہے؟

دل کہتا ہے اور روشن دماغ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ ہم سوچیں کہ کسی حادثہ یا اتفاق سے مادے میں حرکت پیدا ہونے کے بعد محض حرکت کیوں نہیں رہی حرکت میں ارتقائی عمل کیسے جاری ہو گیا......؟

ہر انسان اس وقت انسان ہے جب وہ پیدا ہو جاتا ہے۔مادہ اس وقت مادہ ہے جب اس کا ظہور ہوتا ہے ہم کسی بھی طرح اس عمل سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے......کہ مادیت بجائے خود تخلیق ہے ہم مکان بناتے ہیں۔مکان میں جو میٹریل لگتا ہے۔وہ سب مادی ظہور ہے لیکن اینٹ اس وقت تک نہیں بنتی جب تک ریت، بجری، سیمنٹ نہ ہو اور ریت کا وجود اسی وقت ممکن ہے جب آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پہاڑوں سے بڑی بڑی چٹانیں ٹوٹ کر ہزاروں فٹ کی بلندی سے لڑھکتی ہوئی نیچے آتے آتے چھوٹے ذرات میں تبدیل ہو جائیں۔زمین نہ ہو تو یہ پہاڑ نہیں ہونگے۔پہاڑ نہیں ہوں گے تو سیمنٹ نہیں بنے گا، پانی نہ ہو تو کسی چیز کا وجود ہی عدم ہو جائے گا......سنئے کہ:

www.ksars.org

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اس سلسلے میں آدم زاد برادری کے دانشوروں مفکرین اور سائنسدانوں کے لئے کیا لائحہ عمل متعین کرتی ہے یقیناً تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان سے ایک خالص دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔ (النمل۔٦٦)

وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ ان دوسروں کو پکارتے ہیں جو مکھی بھی کبھی پیدا نہیں کر سکتے چاہے سارے اس کام کے لئے اکٹھے کیوں نہ ہو جائیں اور اگر کوئی مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ واپس نہیں لے سکتے۔ (الحج۔۷۳)

کیا انسان پر زمانے میں ایسا لمحہ بھی آیا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا ہم نے اسے ایک بوند سے پیدا کیا تا کہ اسے آزمائیں چنانچہ ہم نے اس ایک بوند کو سمیع و بصیر بنا دیا۔ (الدھر۔۱ تا ۲)

مینگنی اونٹ کے اوجود پر دلالت کرتی ہے (یعنی مینگنی کا نظر آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ اونٹ ضرور یہاں سے گزرا ہے) اور قدموں کے نشان کسی چلنے والے کا پتہ دیتے ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہوئی کہ بڑے بڑے برجوں والا آسمان اور بڑی بڑی گھاٹیوں والی زمین اور موجوں والے سمندر کسی لطیف اور خبیر ذات کے وجود پر دلالت نہ کریں۔ (القرآن)

کیا تم نے اس پانی پر غور سے دیکھا جسے تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بارش کے ذریعے اتارا ہے یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے (میٹھے پانی کو) کھاری بنا دیں۔ پس تم شکر کیوں نہیں کرتے............

(الواقعہ۔٦٨ تا ۷۰)

ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے جسے ہم نے زندہ کیا اور اس میں سے ایک دانہ نکالا جسے وہ کھاتے ہیں ہم نے اس میں انگور اور کھجور کے باغ پیدا کئے اور اس میں چشمے جاری کر دیئے تا کہ لوگ زمین کے پھل کھائیں اور یہ سب کچھ انسانوں کے ہاتھوں نے نہیں بنایا پس کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے؟...... (یٰسین۔۳۳ تا ۳۵)

www.ksars.org

بے شک اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ مردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ میں سے مردہ نکال لاتا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے تو پھر تم لوگ کہاں پلٹ کے جاتے ہو......(انعام۔ ۵۹)

انسان اپنی خوراک کی طرف تو دیکھے۔ (کہاں سے آئی) ہم ہی نے پانی برسایا (جی بھر کر) پھر زمین کو پھاڑ دیا۔ (بیج کے اندر سے پودا زمین کو چیر تا ہوا باہر نکلا)......(عبس۔ ۴۲ تا ۶۲)

ان کے لئے ایک نشانی رات ہے ہم اس میں سے دن نکالتے ہیں جب کہ وہ اندھیروں میں گم ہوتے ہیں۔ سورج اپنے مدار پر رواں دواں ہے یہ منصوبہ ہے ایک زبردست اور باخبر ہستی کا اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں۔ یہاں تک کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک رہ جاتا ہے۔ نہ سورج سے یہ ہو سکتا ہے کہ چاند سے جا ٹکرائے اور نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے۔ (اپنے مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہٹ سکتے) تمام سیارگان فلک اپنے مقررہ راستوں پر چل رہے ہیں۔ (اس سے سرِ مو انحراف نہیں کر سکتے)......(یٰسین ۳۷ تا ۴۰)

کیا وہ بغیر کسی شئے کے پیدا کئے گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ کسی (خالق کے وجود پر) یقین نہیں رکھتے......(الطور۔ ۵۳ تا ۶۳)

انسان کو اپنی غذا کی طرف تو دیکھنا چاہئے ہم نے بارش کا پانی اتارا، پھر زمین کو شق کیا اور اس میں ہم نے دانے اگا دیئے دانے انگور، سبزیاں، زیتون، کھجور اور باغات کے جھنڈ کے جھنڈ اور پھل اور گھاس پھونس جو تمہاری غذا کا سامان بھی ہے اور تمہارے چوپایوں کے لئے......(عبس۔ ۴۲ تا ۶۳)

کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا۔ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ تمہارے لئے نیند کو باعث آرام بنایا، رات کو تمہارے لئے پوشیدگی کا سامان بنایا۔ دن کو روزی کمانے کا سبب بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنا دیئے۔ ایک چمکتا ہوا چراغ بنایا اور بادلوں سے موسلا دھار بارش نازل کی تا کہ اس سے ہم اناج، سبزیاں اور گھنے باغات اُگائیں۔ (النبا۔ ٦ تا ۱٦)

www.ksars.org

ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے پس کیا تم اس کی تصدیق نہیں کرتے؟ کیا تم نے دیکھا ہے وہ قطرہ جو تم عورت کے رحم میں ٹپکاتے ہو؟ کیا ان قطروں کو تم پیدا کرتے ہو یا انہیں پیدا کرنے والے ہم ہیں......(الواقعہ۔۵۸تا۹۵)

ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کی شکل میں ایک معینہ مدت تک ایک محفوظ مقام میں رکھا۔ پھر ہم نے نطفے سے خون کا لوتھڑا پیدا کیا۔ پھر ہم نے خون کے لوتھڑے سے گوشت کی بوٹی کو پیدا کیا۔ پھر اس بوٹی (بعض اجزاء) سے ہڈیاں پیدا کیں پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے اس میں (روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ تعالیٰ کی جو تمام ثناؤں سے بڑھ کر ہے۔(المومنون۔۲۱تا۴۱)

اس کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین پر جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کسی کو بچیاں عطا فرما دیتا ہے کسی کو لڑکے عطا فرما دیتا ہے کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرما دیتا ہے اور کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے بے شک وہ خود جاننے والا اور خود قدرت رکھنے والا ہے۔(الشوریٰ۔۹۴تا۰۵)

اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے (جزیرے) ہیں اور انگور کے باغ ہیں جن میں بعض تو ایسے ہیں کہ ایک تنے سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعض میں دو تنے نہیں ہوتے۔ اور سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں۔ ان باتوں میں سمجھداروں کے لئے دلائل موجود ہیں۔(الرعد۔۴)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل فرما دی ہیں۔(لقمان۔۰۲)

خدا کی کاریگری میں تم کو کہیں جھول نظر نہیں آئے گا۔ نظر الٹ الٹ کر دیکھو کیا تمہیں کہیں دراڑ یا خرابی دکھائی دیتی ہے۔(الملک۔۳)

www.ksars.org

اقوال وارشادات

۱۔ علم اس قدر سیکھنا فرض ہے جس سے عمل درست ہو جائے۔ بے فائدہ علم سیکھنے کی حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔

۲۔ ایثار یہ ہے کہ تو اپنے ساتھی کا حق نگاہ میں رکھے اور اپنا حصہ اس کو دے دے اور ساتھی کے آرام کیلئے خود تکلیف اٹھائے۔

۳۔ جس طرح بدن کی پاکیزگی کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی اس طرح دل کی پاکیزگی کے بغیر معرفت درست نہیں ہوتی۔

۴۔ جب وضو کے ہاتھ دھو تو دل کی دنیا کی دوستی سے دھو ڈالو۔

۵۔ الہام سے معرفت ممکن نہیں۔ اس میں بندے کا یقین کبھی زیادہ ہوتا ہے کبھی کم۔ لیکن اصل معرفت میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس لئے معرفت کی زیادتی بھی نقصان کا باعث ہے۔

۶۔ خدا کی شناخت پر کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ اسے اس کے کمال کی صفتوں سے پہچاننا چاہئے۔

۷۔ نفس کی مثال شیطان کی سی ہے اور روح کی مثال فرشتہ کی سی۔

۸۔ علم معرفت کا طلب کرنا سب طالب علموں پر فرض ہے۔

۹۔ محبت خداوندی کے غلبہ کو سکر کہتے ہیں اور مراد کے اصول کو صحو کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ حال وہ حقیقت ہے جو خدا کی طرف سے انسان کے دل میں آئے، تکلف سے حاصل نہ ہو سکے اور کسب سے دفع نہ کی جا سکے۔

www.ksars.org

۱۱۔ حال خدا کی عطا ہے اور مقام مجاہدہ سے قائم ہوتا ہے۔

۲۱۔ جب تصوف خلق سے منہ پھرنا ہو تو یقیناً اس کے لئے کوئی رسم نہیں ہو سکتی۔

۳۱۔ رضا دو طرح کی ہے حق تعالیٰ کی رضا بندہ سے اور بندہ کی رضا حق تعالیٰ سے۔

۴۱۔ صوفی اسے کہتے ہیں جو اپنے معاملے اور اخلاق کو مہذب بنائے اور طبیعت کی آفتوں سے کنارہ کرے۔

۵۱۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے۔

۶۱۔ جو کچھ فقیر پر گزرے اسے کسی پر ظاہر نہ کرے اور جس بات کا اس پر ظہور ہو جائے اسے پوشیدہ نہ رکھے۔ اسرار کے غالب ہو جانے سے وہ اتنا مغلوب نہ ہو جائے کہ احکام شریعت بجا نہ لا سکے۔

۷۱۔ خدا کے راستے کے سالکوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔

۸۱۔ اگر بندہ غنا سے سرفراز کیا جاتا ہے تو یہ اس کے لئے ایک نعمت ہے مگر اس نعمت میں غفلت اس طرح ہے جس طرح فقر میں حرص۔

۹۱۔ فقر تمنا سے بہتر ہے جب طالب خدا کے سوا دنیا کی ہر شئے سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو پھر فقر اور غنا دونوں کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

۰۲۔ سچا فقیر بن، خواہ کافروں کی سی کلاہ پہن۔

۱۲۔ نفس ایک باغی کتا ہے۔ کتے کے چمڑے کو جب تک دباغت اور رنگ نہ کیا جائے پاک نہیں ہوتا۔

www.ksars.org

۲۲۔ انسان کے لئے سب چیزوں سے مشکل خدا کی پہچان ہے۔

۳۲۔ غنا کا نام خاص خدائے تعالیٰ کے لائق ہے لوگ اس کے نام کے مستحق نہیں ہوسکتے اور فقر کا نام لوگوں کے لئے ہے خدائے برتر کے لئے یہ روا نہیں ہو سکتا۔

۴۲۔ بندہ کی رضا یہ ہے کہ خدا کے فرمان پر قائم رہے اور اس کے احکام سے سرتابی نہ کرے۔

۵۲۔ عارف عالم ضرور ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ عالم بھی عارف ہو۔

۶۲۔ تصوف ایک حقیقت ہے۔ بے نام اور آج ایک نام ہے بے حقیقت۔

۷۲۔ دنیا کے ساتھی (آنکھ، پاؤں، ہاتھ) جو بظاہر دوست نظر آتے ہیں دراصل تمہارے دشمن ہیں۔

۸۲۔ صوفی وہ ہے جس کی گفتار اور کردار ایک سے ہوں۔

۹۲۔ استاد کا حق ہرگز ضائع نہ کر۔

۰۳۔ بوڑھوں کو چاہئے کہ وہ جوانوں کا لحاظ رکھیں۔ اس لئے کہ ان کے گناہ کم ہیں اور جوانوں کو چاہئے کہ وہ بوڑھوں کا ادب کریں اس لئے کہ وہ جوانوں سے زیادہ عابد اور تجربہ کار ہیں۔

آپ نے ۵۶۴ھ کو اس دارِ فانی سے رخصت فرمائی اور آپ کا مزار لاہور میں بھاٹی دروازہ کے باہر مغرب کی طرف واقع ہے اور ہر ۹۱ اور ۰۲ صفر المظفر کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

www.ksars.org

حضرت خواجہ حبیب عجمی

حالات زندگی

ولادت......اختلاف بمقام فارس

وفات......۱۵۶ھ بمقام بصرہ

حضرت خواجہ حبیب عجمی کا اصل نام حبیب اور ابو محمد کنیت تھی۔ آپ ریاضات و کرامات کے لحاظ سے بہت اونچا درجہ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ حسن بصری کے مرید و خلیفہ تھے۔ سفینتہ الاولیاء کے بیان کے مطابق آپ کی وفات ۱۵۶ھ میں ہوئی مگر بعض تذکروں میں آپ کی وفات ۹ رمضان ۱۲۰ھ کو بنی امیہ کے دسویں خلیفہ ہشام بن عبد المالک کے زمانہ میں ہوئی۔ بہر حال آپ فارس کے رہنے والے تھے۔ شروع میں بہت دولت مند تھے اور سود کا لین دین کیا کرتے تھے۔ اپنا مال سود پر دیا کرتے تھے اور ہر روز قرضہ داروں کے ہاں تقاضا کرنے جاتے اور جس سے جو لینا ہوتا جب تک مل نہ جاتا اسے نہ چھوڑتے تھے۔ اپنی آمد و رفت کا خرچ بھی قرضہ دار ہی سے وصول کرتے تھے۔

ایک واقعہ ایسا ہوا جس نے آپ کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ ایک روز آپ کسی مقروض کے ہاں تقاضا کرنے گئے۔ مقروض گھر پر نہ تھا صرف اس کی بیوی موجود تھی۔ اس نے کہا میرا خاوند گھر پر نہیں اور نہ ہی گھر میں کوئی روپیہ ہے جو ادا کر سکوں، ہاں ایک بکری ذبح کی تھی اس کی گردن موجود ہے۔ آپ چاہیں تو وہی لے جائیں۔ آپ نے کہا وہی دے دو۔ چنانچہ گردن لے کر گھر آئے اور بیوی سے کہا یہ سود میں ملی ہے اسے پکاؤ۔ بیوی بولی آٹا اور لکڑی بھی ختم ہے۔ کہنے لگے اچھا میں ابھی جا کر یہ دونوں چیزیں بھی سود میں لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر دوسرے قرض داروں کے پاس گئے اور ان سے آٹا اور لکڑی سود میں لے آئے۔ بیوی نے گردن پکائی۔ جب کھانا تیار ہو گیا اور کھانے کے لئے بیٹھے

www.ksars.org

تو باہر سے کسی سوالی نے آواز دی کہ بھوکا ہوں کچھ کھانے کو دیا جائے۔ آپ نے اندر ہی سے اسے جھڑک دیا، سائل چلا گیا۔ جب آپ کی بیوی نے سالن میں چمچہ ڈال کر نکالنا چاہا تو دیکھا کہ وہ خون ہی خون ہے۔ بیوی نے حیران ہو کر شوہر کی طرف دیکھا اور کہا کہ اپنی شوخی اور کنجوسی کا نتیجہ دیکھ لو۔ خواجہ حبیب عجمی نے ہنڈیا میں خون دیکھا تو حیران ہو کر رہ گئے۔ دل میں آگ لگ گئی۔ اس وقت اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کی۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ آپ باہر نکلے تاکہ باری باری سب قرض داروں کے پاس جا کر سود معاف کر دیں۔ راستہ میں بچے کھیل رہے تھے انہوں نے خواجہ صاحب کو دیکھ کر چلانا شروع کیا۔ ہٹ جاؤ حبیب سود خور آ رہا ہے۔ ہم پر اس کی گرد پڑ گئی تو ہم بھی ایسے ہی ہو جائیں گے۔

یہ سن کر آپ کے دل پر زبردست چوٹ لگی اور اپنا ارادہ ترک کر کے سیدھے خواجہ حسن بصری کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ حسن بصری نے انہیں نصیحتیں کیں اور توبہ کرائی۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے اور اعلان کر دیا کہ جس کے ذمے میرا کچھ نکلتا ہو وہ آئے اور مجھ سے دستاویز لے جائے۔ چنانچہ قرض دار آئے اور آپ سے اپنی اپنی دستاویز لے گئے۔ سب مال و اسباب جو آپ کے پاس جمع تھا راہ خدا میں لٹا دیا۔ اب یہ عالم تھا کہ دن میں خواجہ حسن بصری کی مجلس میں تشریف لے جاتے اور ان سے علم سیکھتے اور معرفت الٰہی کے رموز سے آگہی حاصل کرتے۔ رات کو علیحدگی میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کرتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ پھر ان لڑکوں کے پاس سے گزر ہوا تو لڑکوں نے آپس میں کہا خاموش رہو حبیب العابد جا رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور کہا اے اللہ یہ سب تیری طرف سے ہے۔ مراۃ الاسرار میں حوالہ تذکرۃ الاولیا مذکور ہے کہ ابتدائے زمانے میں آپ بہت ہی رفع الحال تھے اور سود بھی لیا کرتے تھے۔ جب حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام چیزوں سے توبہ کی اور جو کچھ اندوختہ تھا۔ سب راہ خدا میں صرف کر دیا اور دریائے فرات کے کنارے ایک مکان بنا کر عبادت میں مشغول ہوئے۔ دن کو خواجہ حسن بصری سے علم حاصل کرتے اور رات کو عبادت کرتے۔

www.ksars.org

روح پرور واقعات

آپ کو اس طرح عبادت کرتے ایک مدت گزر گئی تو ایک دن بیوی نے شکایت کی کہ خرچ نہیں ہے۔ ضروریات کیسے پوری کی جائیں۔ آپ نے فرمایا میں کام پر جاتا ہوں۔ مزدوری جو ملے گی لے آؤں گا۔ چنانچہ آپ دن بھر گھر سے باہر رہ کر عبادت کرتے۔ شام کو گھر واپس آجاتے۔ جب بیوی انہیں خالی ہاتھ دیکھتی تو کہتی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ فرماتے میں کام کر رہا ہوں۔ جس کا کام کر رہا ہوں وہ بڑا سخی ہے، کہتا ہے کہ وقت آنے پر خود ہی اجرت دے دیا کروں گا۔ فکر نہ کرو لہٰذا مجھے اس سے مانگتے شرم آتی ہے۔ وہ کہتا ہے ہر دسویں روز میں مزدوری دیا کروں گا چنانچہ بیوی نے دس روز تک صبر کیا۔ دسویں روز بھی شام کو جب خالی ہاتھ واپس آئے تو راستے میں سوچ رہے تھے۔ اب بیوی کو کیا جواب دوں گا۔ بہر حال گھر پہنچے تو دیکھا کہ عمدہ عمدہ کھانے تیار رکھے ہیں۔ بیوی آپ کو دیکھتے ہی بول اٹھیں کہ کس نیک بخت کا کام کر رہے ہو۔ جس نے دس دن کی اجرت اس قسم کی بھیجی اور تین ہزار درہم نقد بھی بھیجے ہیں۔ یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ کام زیادہ محنت سے کروگے تو اجرت زیادہ دوں گا۔ یہ ماجرا دیکھ کر آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ خیال کیا کہ خدائے پاک نے ایک گناہ گار بندے کی دس روز کی عبادت کا یہ صلہ دیا۔ اگر زیادہ حضور قلب سے عبادت کروں تو نہ جانے کیا کچھ دے۔ یہ سوچ کر علائق دنیا سے بالکل الگ ہو گئے اور ایسی ایسی عبادتیں اور ریاضتیں شروع کر دیں کہ اسرار الٰہی بے نقاب ہونے لگے۔ عنایات الٰہی کا نزول شروع ہو گیا اور مستجاب الدعوات کا درجہ مل گیا۔

ایک دن خواجہ حسن بصری آپ کے مکان میں تشریف لائے۔ خواجہ حبیب چونکہ عجمی تھے اس لئے عربی صحیح طور پر نہ بول سکتے تھے اور نماز میں الحمد کو الہمد تلفظ کر رہے تھے۔ خواجہ حسن بصری نے فرمایا تمہارے پیچھے نماز پڑھنی درست نہیں اور الگ ہو کر نماز ادا کی۔

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ رات کو خواجہ حسن بصری نے خواب دیکھا اور پوچھا اے اللہ تیری رضا کیا ہے۔ جواب ملا اے حسن میری رضا حبیب کے پیچھے نماز پڑھنے میں تھی۔ مگر تم نے نہیں پڑھی۔ جب حبیب عجمی

www.ksars.org

کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو آپ بہت روتے کسی نے کہا کہ تم سمجھتے ہو نہیں روتے کیوں ہو؟ فرمایا۔ میری زبان گو عجمی ہے مگر دل عربی ہے۔

آپ کے پاس اکثر ضرورت مند لوگ آتے۔ حضرت ان کے لئے دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے کرم و احسان سے ان کی مشکلیں آسان ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ ایک غریب عورت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ میرا بیٹا عرصہ سے لاپتہ ہے۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ اور خدا سے دعا فرمائیں کہ میرا گم شدہ بیٹا مجھے مل جائے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے پاس کچھ چاندی ہے۔ عورت نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف دو درہم ہیں۔ حضرت نے دو درہم لے کر خیرات کر دیئے اور فرمایا جاؤ تمہارا بیٹا گھر پہنچ گیا ہے۔ عورت پریشانی کے عالم میں گھر پہنچی تو دیکھا کہ لڑکا گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ اپنے بیٹے سے لپٹ گئی اور اس سے حالات پوچھنے لگی۔ لڑکے نے بتلایا کہ کرمان میں تھا اور تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ایک ضرورت سے بازار آیا کہ یکایک آندھی آئی اور ہوا کے اس طوفان میں میرے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے۔ اس وقت میں نے ایک پر وقار آواز سنی، کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے ہوا اس لڑکے کو اٹھا کر اس کے گھر لے جا۔ میں ہوا کے بازوؤں پر تیر رہا تھا جب آندھی کا زور کم ہوا اور میرے پاؤں زمین پر لگے تو میں نے دیکھا کہ اپنے مکان کے قریب کھڑا ہوں۔ یہ دیکھ کر میری مسرت و حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں فوراً بھاگ کر گھر میں آ گیا۔ اس عورت نے جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغامِ مسرت سنایا تو حضرت نے ارشاد فرمایا جو کچھ ہوتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ خدا نے تم پر احسان کیا ہے۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کبھی کسی اور کا تصور بھی اپنے دل میں نہ لانا اور ہمیشہ اس کی اطاعت و فرماں برداری اور رضا جوئی کی کوشش کرنا۔

آپ کے ہاں ایک کنیز تیس سال تک بطور خدمت گار رہی لیکن آپ نے اس کا منہ تک نہیں دیکھا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز اپنی لونڈی کو فرمایا کہ اے پردہ نشین ذرہ میری لونڈی کو آواز دینا۔ کنیز نے عرض کیا حضرت میں ہی آپ کی کنیز ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس تیس سال کی مدت میں مجھ کو یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے سوا کسی اور طرف دھیان دوں۔ اس وجہ سے تیری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

www.ksars.org

آپ کا گھر بصرہ شہر کے عین چوراہے پر تھا۔ آپ کے پاس صرف ایک ہی پوستین تھی جو پہنا کرتے تھے۔ ایک روز پوستین اتار کر چوراہے میں ایک جگہ رکھ دی اور کچھ فاصلے پر وضو کرنے کے لئے چلے گئے۔ حضرت حسن بصری کا گزر وہاں سے ہوا تو پوستین دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ حبیب کی ہے۔ چنانچہ کھڑے ہو کر نگرانی کرنے لگے۔ جب حضرت حبیب واپس آئے تو حضرت حسن بصری نے ان سے پوچھا پوستین یہاں کس کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے۔ جواب دیا جس نے آپ کو اس کی نگرانی کے لئے مقرر کیا اس کے بھروسہ پر چھوڑ گیا تھا۔

ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری آپ کے ہاں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ دروازے پر ایک سوالی آ گیا۔ حضرت حبیب نے حسن کے سامنے سے سارا کھانا اٹھا کر سوالی کو دے دیا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا، آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ مہمان کے آداب کا خیال نہیں کرتے۔ دینا ہی تھا تو کھانے سے کچھ اٹھا کر دے دیتے اور کچھ رہنے دیتے۔ آپ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص قسم قسم کے کھانے اور پانچ سو درہم لے کر آ گیا۔ آپ نے درہم اسی وقت محتاجوں میں تقسیم کر دیئے اور کھانا حضرت حسن کے سامنے رکھ دیا اور دونوں نے مل کر کھایا۔ پھر خواجہ حسن سے مخاطب ہو کر فرمایا علم کے ساتھ یقین بھی ضروری ہے، آپ کو یقین بھی ہو تا تو بہتر تھا۔

ایک مرتبہ ایک قاتل کو پھانسی دی گئی۔ رات کو لوگوں نے اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ پر تکلف لباس پہنے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے۔ سوال کیا گیا تُو تو قاتل تھا پھر یہاں کیسے پہنچا۔ اس نے جواب دیا۔ جب مجھے پھانسی دی جا رہی تھی۔ حضرت عجمی کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے میری طرف توجہ کی اور دعا مانگی اور یہ دعا کا اثر ہے۔

روحانی توجیہہ

خدا کے سوا کسی اور کا تصور بھی اپنے دل میں نہ لانا۔

اس قول کی تشریح مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ العالی اس طرح کرتے ہیں۔

www.ksars.org

جب ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارے تفکر میں ایک ذات ابھرتی ہے۔ ایسی ذات جو صفات رکھتی ہے۔ یہاں دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک رخ ذات اور دوسرا رخ اس ذات کی صفات میں ظاہر ہے کہ جس ذات کی صفات کا تذکرہ ہے، وہ صفات سے ماوراء ہے۔ صفات سے کسی چیز کا ادراک تو کیا جا سکتا ہے لیکن ذات کی حقیقت اور کنہ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ عام زندگی میں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا نام زید ہے اور زید کی صفات یہ ہیں کہ وہ بہت نرم دل ہے۔ بہت سخی ہے، بہت عامل اور زاہد ہے۔ دوسروں پر رحم کرنے والا ہے۔ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا شخص بکر ہے اس کے اندر سختی ہے۔ شقاوت ہے اور خود کو دوسروں سے برتر سمجھنے کی عادت ہے۔ یہ لوگوں پر مہربان ہونے کی بجائے پریشان کرتا ہے۔ لوگوں کے دکھ درد اور مصائب میں اضافے کا باعث بنتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

زید کی صفات زیر بحث آئیں یا بکر کی عادات وخصائل سامنے آئیں ان سے زید اور بکر کے تشخص کی نشاندہی تو ہوتی ہے لیکن فی الواقع زید کیا ہے اور بکر کیا ہے۔ اس کے بارے میں ہم کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے، ہو سکتا ہے آج کا وہ زید جو نرم خو اور نرم دل ہے کل سخت گیر ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج کا بکر اپنی عادات وخصائل کے اعتبار سے جو کچھ ہے کل اس کے اندر تبدیلی واقع ہو جائے اور وہ لوگوں کو پریشان کرنے کی بجائے لوگوں کے دکھ درد کو دور کرنے میں مثالی کردار ادا کرے۔ عادات وخصائل اور صفات کو سامنے رکھ کر کسی فرد کی شخصیت کا ایک ہیولہ تو قائم کیا جا سکتا ہے لیکن فی الواقع وہ اپنی صفات کے اعتبار سے کیا ہے اس کے بارے میں یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ اس لئے صفات میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے لیکن ذات میں ردوبدل نہیں ہوتا۔ آج زید اگر نرم دل ہے اور آنے والے کل میں وہ سخت گیر ہو جائے تو یہ دراصل اس کی صفات میں تبدیلی ہے لیکن زید جب نرم دل تھا تب بھی زید تھا اور جب وہ سخت گیر ہوا تب بھی زید تھا۔

قانون یہ بنا کہ پہچاننے کی طرزیں دو ہیں۔ ایک طرز یہ ہے کہ کسی شئے کو اس کی صفات میں پہچانا جاتا ہے اور کسی شئے کو اس کی ذات سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ہمارے سامنے لوہے کا ایک ٹکڑا ہے اور ہم لوہے کی صفات کا تذکرہ کرتے ہیں تو دراصل ہمارے سامنے لوہے کی صفات سے مرکب بہت سی اشیاء آ جاتی ہیں

www.ksars.org

مثلاً لوہے سے چھری بھی بنتی ہے اور لوہے سے پٹڑیاں بھی بنتی ہیں۔ جس پر ریلیں چلتی ہیں۔ لوہے کی صفات کا ایک عکس چھری بھی اپنے اوصاف پر قائم ہے۔ اس چھری سے پھل کی قاشیں بھی بنتی ہیں۔ چھری دوسرے مفید اور تعمیری کاموں میں بھی اپنا وصف پورا کرتی ہے اور اس چھری سے کسی کا پیٹ بھی پھاڑا جا سکتا ہے۔ ہمارے سامنے پانی بھی ہے، پانی کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ پیاس بجھاتا ہے اور پانی کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے بجلی جیسی عظیم تخلیق وجود میں آئی۔ پانی سے بجلی کا حاصل کرنا دراصل پانی کا ایک وصف ہے لیکن ابھی ہمارے اوپر یہ بات منکشف نہیں ہوئی کہ فی الواقع پانی کیا چیز ہے؟ سائنسدان جن اجزاء کو پانی کا مرکب تسلیم کرتے ہیں یا جن اجزاء سے پانی بنتا ہے ان اجزاء کو اکٹھا کرنے کے بعد پانی بن جاتا ہے۔ لیکن پانی کے اندر وہ وصف واقع نہیں ہوتا جو فی الواقع قدرتی پانی کا وصف ہے۔

نوع انسانی کی ضروریات میں سب سے اہم ضرورت ہوا اور پانی ہے۔ اگر پانی اور ہوا کو مصنوعی طریقے پر حل کیا جائے اور مصنوعی طریقے پر بنائی ہوئی ہوا اور پانی سے نوع انسانی کی پرورش کی جائے تو یہ بات ناممکن ہے۔ بات یہی ہے کہ کسی چیز کا وصف تلاش کر لینا تو انسانی علوم اور انسانی عقل و شعور میں آ سکتا ہے لیکن پانی کا بننا معلوم کر لینا انسانی شعور اور لاشعور کی سکت سے باہر ہے۔

پانی فی الواقع کیا ہے کن حقیقی اجزائے ترکیبی سے مرکب ہے۔ اس بات کا انکشاف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نائب اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی وارث ہیں۔ ہم جب کوئی ایجاد کرتے ہیں تو معمولی ایجاد پر اربوں کھربوں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں لیکن اس صنعت یا ایجاد سے جتنا فائدہ پہنچنا چاہئے۔ نوع انسانی کو اس سے فائدے کی بجائے نقصان زیادہ پہنچتا ہے۔ اگر دیکھا جائے یہی اربوں کھربوں ڈالر نوع انسانی کی فلاح و بہبود پر خرچ کئے جائیں تو اس سے نوع انسانی آرام و سکون کی زندگی گزار سکتی ہے۔

موجودہ دور میں سائنس کی محیر العقول نئی نئی ایجادات نے عجیب فسوں کاری کی ہے۔ کہنے میں یہی آتا ہے کہ نوع انسانی ترقی کی طرف گامزن ہے۔ نوع انسانی نے علوم میں کمال حاصل کر لیا ہے۔ نوع انسانی نے ٹائم اسپیس کی حد بندیوں کو جو صدیوں سے رائج تھیں توڑ دیا ہے۔ یہ سب صورتیں جو ایجادات کی شکل میں ہمارے سامنے

www.ksars.org

آئی ہیں ان اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں جو اشیاء اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں۔ ان کا فائدہ اس لئے نہیں پہنچا کہ انسان کا علم صفات پر محدود ہے اور صفات کے بعد شئے کی اہمیت اور شئے کی کنہ کیا ہے اس رف ہم نے کوئی توجہ نہیں دی۔ کوئی روحانی انسان محض صفات کی بھول بھلیوں میں کبھی گرفتار نہیں ہوتا۔ وہ صفات کو روشنی بناتا ہے یا صفات کو میڈیم بناتا ہے۔ ہمیشہ اس ذات کا متلاشی رہتا ہے جس ذات سے مطلق اس صفات میں طاقت کے ذخیرے موجود ہیں۔ تصوف میں یہ بات بہت تنبیہہ کے ساتھ روحانی شاگردوں کو بتائی جاتی ہے کہ صفات دراصل کسی ذات کا عکس ہوتی ہیں۔ عکس عارضی ہوتا ہے اور معدوم ہو جانے والا ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں جہاں جہاں صفات کا تذکرہ آیا ہے وہاں وہاں صفات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں قرار دیا ہے تاکہ ان نشانیوں میں غور و فکر کر کے اور ان کے اندر گہرائی میں اتر کر اسی ذات کا کھوج لگایا جائے جس ذات کی یہ صفات ہیں۔

روحانیت میں صفات کو تلاش کرنے کی بہت ساری راہیں مختلف اوقات میں متعین کی گئی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان راہوں کو مذہبی سپورٹ حاصل ہے لیکن کسی مذہبی کتاب میں یہ بات نہیں کی گئی کہ مقصود منتہا صفات کا ہی حصول ہے۔ ان متعین راہوں میں سب سے پہلی اور بنیادی بات ارتکاز توجہ ہے یعنی جو علم آدمی حاصل کرنا چاہتا ہے اس علم کے حصول کیلئے دوسرے علوم سے قطع نظر ایک نقطہ متعین کر کے اس نقطے میں تفکر کیا جائے اور اس نقطے کے اندر ذہن کی ساری صلاحیتیں مرکوز کر دی جائیں۔ ارتکاز توجہ کے لئے بہت طریقے ایجاد ہوئے۔ ان طریقوں میں یوگا سانس کی مشقیں یا ہپناٹزم، مسمریزم، ٹیلی پیتھی لمس، مراقبہ وغیرہ شامل ہیں۔ ہم جب ان مشقوں کی بنیادی ضرورت پر غور کرتے ہیں تو صرف ایک بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ آدمی صفات سے ہٹ کر ذہن کے اندر ایسی تصویر کشی کرنا چاہتا یا اپنے اندر اس ادراک کو بیدار کرنا چاہتا ہے جو ادراک صفات سے ہٹ کر ذات کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے۔

www.ksars.org

اقوال وارشادات

۱۔ مرید کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے اسے کوئی لگاؤ نہ ہو اور اس کے جتنے دوست آشنا دنیا کی طرف مائل ہوں ان سب کو ترک کر دے۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دے یہی نہیں بلکہ ان کی بیمار پرسی کے لئے بھی نہ جائے۔

۲۔ خدا کے سوا کبھی کسی اور کا تصور بھی اپنے دل میں نہ لاؤ اور ہمیشہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور رضاجوئی کی کوشش کرو۔

۳۔ ایک مرتبہ ایک درویش نے آپ سے سوال کیا کہ آپ تو عجمی ہیں اس بڑے درجہ کو کیونکر پہنچ گئے۔ غیب سے آواز آئی ہاں عجمی ہے مگر حبیب ہے۔

www.ksars.org

حضرت ذوالنون مصری

حالات زندگی

ولادت......بمقام بصرہ

وفات......۲۴۰ھ بمقام مصر

آپ کا اسم گرامی ثوبان بن ابراہیم ہے اور آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کی ذات بابرکات پیشوائے اہل ہدایت تھی۔ اولیاء اللہ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ درویش کامل اور ریاضیات و کرامات کے عامل تھے۔ اہل مصر آپ کو زندیق کے لقب سے پکارتے تھے۔ مگر بعض لوگ آپ کی کرامات پر متحیر بھی ہوا کرتے تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ چالیس سال تک رات دن کے مشاغل کا یہ عالم رہا ہے کہ آپ نے دیوار تک کا سہارا نہیں لیا۔ دو زانو بیٹھے رہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور نشست بھی اختیار نہیں کی۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ اتنی ریاضت اور محنت شاقہ کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں خدا کے حضور بندوں کی طرح نہ بیٹھوں۔ آپ کا شمار حضرت امام مالک کے شاگردوں میں ہوتا ہے اور حضرت اسرافیل کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ بلند پایہ شیوخ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ عارف باکمال تھے۔ جب تک آپ زندہ رہے، اپنے آپ کو کچھ اس انداز میں مخفی رکھا کہ کسی پر آپ کے مقام کا راز نہ کھل سکا۔ کشف و کرامات میں آپ کی شہرت اتنی تھی کہ احاطہ بیان میں نہیں آ سکتی۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک لوگوں کو دعوت حق دی مگر اس عرصہ میں بس ایک شخص جیسا کہ چاہئے تھا، ملا۔ وہ ایک شہزادہ تھا جو شان و شوکت کے ساتھ میری مسجد کے نزدیک سے گزرا۔ میں اس وقت

www.ksars.org

یہ کہہ رہا تھا کہ اس کمزور آدمی سے بڑھ کر اور کوئی شخص احمق نہیں ہے۔ جو ایک طاقتور کے ساتھ لڑتا ہے۔ یہ بات سن کر شہزادہ مسجد کے اندر آگیا اور پوچھنے لگا اس کا مطلب کیا ہے۔ میں نے کہا انسان محض ایک کمزور شئے ہے جو خدائے بزرگ وبرتر کے ساتھ بر سر جنگ ہے۔

ان الفاظ کے سنتے ہی شہزادے کا رنگ فق ہو گیا اور مسجد سے نکل کر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر آیا اور مجھ سے خدا کا راستہ پوچھا۔ میں نے کہا۔ ایک راستہ لمبا ہے اور ایک چھوٹا۔ اگر چھوٹے راستے سے جانا چاہتے ہو تو دنیا ترک کر دو۔ گناہ چھوڑ دو اور خواہشات نفسانی کو ترک کر دو۔ اگر لمبے راستے سے خدا تک پہنچنا چاہتے ہو تو سوائے ذات باری تعالیٰ کے اور سب کچھ ترک کر دو۔ شہزادے نے کہا۔ لمبا اور طویل راستہ اختیار کرتا ہوں۔

دوسرے دن وہ پشمینہ پہن کر آیا اور ریاضت میں مشغول ہو گیا اور آخر کار ابدال کے مرتبے کو پہنچا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی میں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا تو مجھ سے خدا کی نافرمانی کا جرم ضرور سرزد ہوا یا کم سے کم اس کی نافرمانی کا قصد میں نے ضرور کیا۔ جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو عرض کرتے خدایا کن پیروں سے تیری بارگاہ میں حاضری دوں۔ ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو تیرا راز بیان کرے۔ ایسی آنکھ کہاں سے حاصل کروں جو تیرے قبلہ کا نظارہ کر سکے۔ کس زبان سے تیرا نام لوں۔ خدایا میں بے سروسامانی کے عالم میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ راہ راست پر ہے جس کے دل میں خوفِ خدا ہے۔ جب خدا کا ڈر ہی دل سے جاتا رہا تو پھر راستے سے قدم ہٹ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درویش کی شان یہ ہے کہ وہ کسی کے بدل جانے سے اپنے اندر تبدیلی نہیں آنے دیتا۔ آپ نے فرمایا اس پیٹ میں معرفت ہرگز نہیں ٹھہرتی جو ہر وقت کھانے سے بھرا رہے۔

آپ نے فرمایا عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے آپ نے فرمایا کہ خدا کی محبت کی علامت اور اس کا نشان یہ ہے کہ خدا کے حبیب کی اتباع، اخلاق وافعال اور اوامر ونواہی میں کرتا رہے۔

www.ksars.org

ایک بار کسی سے دریافت کیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار کون ہے۔ فرمایا کہ جو اپنی زبان پر قابو رکھے۔ کسی نے پوچھا کہ توکل کی شناخت کیا ہے۔ فرمایا مخلوقات سے طمع نہ رکھی جائے۔ دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ مغموم کون رہتا ہے۔ فرمایا وہ جس کی عادت میں نصیحتیں اور اخلاق میں کوتاہی ہو۔ آپ سے ایک بار دریافت کیا گیا کہ دنیا کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جو تجھے خدا سے غافل کر دے وہی تیری دنیا ہے۔ پوچھا گیا کہ کمینہ کسے کہتے ہیں۔ فرمایا جو خدا کی راہ نہ پہنچائے اور نہ کسی دوسرے سے دریافت کرے۔ ایک بار کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ اے مرید و علماء سے ملو تو جاہل بنے رہو یعنی اپنی اسرار ان پر ظاہر نہ ہونے دو۔ زاہد سے ملو تو رغبت و میلان کا اظہار کرو تا کہ تمہیں اپنی جانب راغب دیکھ کر اپنی عبادت سے تم کو بہرہ مند کریں۔ اہل معرفت کے حضور میں خاموشی بہتر ہے۔ عارف سے زیادہ بول چال درست نہیں ہے۔

روح پرور واقعات

ایک مرتبہ جب آپ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں آپ کا گزر ایک سرسبز و شاداب باغ سے ہوا آپ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیب کے درخت کے نیچے ایک نوجوان عبادت الٰہی میں مصروف ہے۔ آپ نے آگے بڑھ کر نوجوان کو سلام کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ذرا دیر بعد آپ نے دوبارہ السلام علیکم کہا۔ اس پر نوجوان نے عبادت سے جلدی فراغت حاصل کر لی اور زمین پر انگلی سے ایک شعر لکھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ زبان کو بولنے سے اس لئے روکا گیا ہے کیونکہ وہ طرح طرح کی غلطیوں کی مرتکب ہوتی ہے۔ اس لئے تمہیں لازم ہے کہ جب زبان کو زحمت دو تو خدا کا ہی ذکر کرو۔ اسے کسی وقت نہ بھولو اور ہر حالت میں اس کی تعریف کرتے رہو۔

حضرت ذوالنون مصری نے جب یہ شعر پڑھا تو اسی وقت رقت طاری ہوئی کہ بہت دیر تک روتے رہے پھر حضرت نے بھی جواب میں زمین کے اوپر یہ شعور تحریر فرمایا:

ہر لکھنے والا ایک روز قبر میں خاک ہو جائے گا مگر اس کی تحریر ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لئے لازم ہے کہ ایسی چیزوں کے سوا جس کے لکھنے سے حشر کے روز مسرت و انبساط حاصل ہو اور کچھ نہ لکھا جائے۔ جب اس

www.ksars.org

نوجوان نے یہ تحریر پڑھی تو ایک چیخ بلند کی اور وہیں واصل بحق ہو گیا۔ آپ نے چاہا کہ اس نوجوان کو غسل دے کر دفن کر دیں کہ یکایک ایک آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی پکار کر کہہ رہا ہو۔ ذوالنون! اسے چھوڑ دو۔ حق تعالیٰ نے اس نوجوان سے وعدہ فرمایا ہے کہ تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دینے کی سعادت فرشتوں کے سپرد کر دی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون علیحدہ ہو گئے اور ایک درخت کے نیچے نماز کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے اور دوبارہ اس جگہ تشریف لے گئے جہاں نوجوان کی میت پڑی تھی تو دیکھا وہاں میت کا نام و نشان تک نہ تھا اور نہ ہی اس کی کچھ خبر ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت ذوالنون کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت مجھے اپنے والد کی رحلت کے بعد ترکہ میں ایک لاکھ دینار ملے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ وہ سب آپ کی خدمت میں صرف کر دوں۔ حضرت نے لڑکے سے دریافت فرمایا کہ کیا تو بالغ ہے۔ لڑکے نے جواب دیا۔ نہیں میں ابھی بالغ نہیں ہوں۔ حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ جب تک تم سن بلوغ کو نہیں پہنچ جاتے، اس وقت تک ان دیناروں کو خرچ نہیں کر سکتے۔ جب وہ لڑکا بالغ ہو گیا۔ تو اس نے حضرت کے ہاتھ بیعت کی اور اپنے تمام دینار درویشوں پر صرف کر دیئے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا اور اس کے دل میں خدمت کا جذبہ ہنوز موجود تھا۔ ایک روز وہ لڑکا درویشوں کے پاس آیا۔ دریشوں کو کچھ چیزوں کی ضرورت تھی اور اس کے لئے کچھ رقم درکار تھی۔ اس پر اس نوجوان نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کاش میرے پاس ایک لاکھ دینار اور ہوتے تو میں وہ بھی ان درویشوں پر خرچ کر ڈالتا۔ اتفاق سے حضرت کا ادھر سے گزر ہوا۔ اور یہ بات حضرت کے کانوں میں پڑ گئی۔ حضرت نے دل میں خیال کیا کہ ابھی یہ حقیقت کار کو نہیں پہنچا ہے۔ حضرت نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ فلاں عطار کی دکان پر جاؤ اور میری طرف سے کہو کہ تین درہم کے عوض مجھے فلاں دوا دے دو۔ وہ جوان حکم کی تعمیل میں اسی وقت عطار کی دکان پر گیا اور حضرت کا مجوزہ نسخہ لے آیا حضرت نے نوجوان سے فرمایا کہ اس دوا کو ہاون دستہ میں ڈال دو اور خوب باریک کرو اور جب باریک ہو جائے تو اس میں روغن حل کر کے اس کی تین گولیاں بنا ڈالو۔ اور پھر ہر گولی میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔ نوجوان حضرت کی ہدایت کے مطابق گولیاں تیار کر کے لے آیا۔ آپ نے انہیں ہاتھوں میں سے لے کر ملا اور کچھ دم کیا تو یاقوت

www.ksars.org

کے تین ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئے۔ اس نوجوان نے آج تک ایسے یاقوت نہیں دیکھے تھے۔ حضرت نے اس سے فرمایا۔ اب انہیں بازار لے جاؤ اور ان کی قیمت دریافت کرو۔ لیکن یاد رہے کہ اسے فروخت نہ کرنا۔ وہ نوجوان تینوں ٹکڑوں کو لے کر بازار گیا اور ایک جوہری کی دکان پر جا کر اس نے ان کی قیمت دریافت کی جوہری نے ہر دانہ کی قیمت ایک لاکھ دینار بتائی۔ وہ نوجوان واپس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان تینوں ٹکڑوں کو ہاون دستہ میں ڈال دو اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور پھر پانی میں ڈال دو پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ درویش روٹی کے بھوکے نہیں بلکہ ان کی یہ حالت ان کی خود اختیار کردہ ہے۔ یہ اللہ کے فقیر ہیں، دنیا کے فقیر نہیں ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کو موت کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا کیا کہا۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے بخش دیا اور آپ کی محبت کی وجہ سے ہمیں جنت میں داخل کیا۔ ہمیں جنت میں مقامات دکھائے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں لیکن ان کہنے والوں کا چہرہ غمگین تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ میں تمہیں غمگین پاتا ہوں حالانکہ تم جنت میں داخل ہو چکے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے ہو۔ انہوں نے ایک زور کی سانس لی اور کہا اے ذوالنون قیامت تک ہم اس طرح غمگین رہیں گے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں۔ انہوں نے کہا جب ہم جنت میں داخل ہوئے تو ہمیں مقامات علیین دکھائے گئے۔ ویسے ہم نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں ایک منادی نے آواز دی کہ انہیں یہاں سے لوٹا کر لے جاؤ یہ جگہ ان کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستے میں جاری کرتے ہیں۔ یعنی جب ان پر دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ پھر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر تم بھی اس راستے پر چلتے تو تمہیں بھی یہ رتبہ حاصل ہوتا۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ میں مکہ معظمہ کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جب جنگل میں پہنچا تو مجھے شدت کی پیاس لگی۔ میں قبیلہ مخزوم میں چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک چھوٹی سی خوبصورت حسین و جمیل لڑکی دیکھی۔ وہ گنگنا کے اشعار پڑھ رہی تھی۔ میں اس کے اس فعل کو دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہ ابھی بچی تھی۔ میں نے اس

www.ksars.org

لڑکی سے کہا۔ اے لڑکی کیا تجھے ایسے اشعار پڑھتے شرم نہیں آتی۔ اس نے کہا۔ چپ رہ اے ذوالنون! میں نے رات شراب محبت خوشی کے ساتھ نوش کی ہے اور صبح کے وقت مولا کی محبت میں مخمور اٹھی ہوں۔ میں نے کہا۔ اے لڑکی میں تجھے عقل مند پاتا ہوں۔ مجھے کچھ نصیحت کر۔

لڑکی نے کہا۔ اے ذوالنون! سکوت کو لازم پکڑو اور دنیا سے تھوڑی روزی پر راضی رہو تو تم جنت میں اس حیّ و قیوم کی زیارت کروگے جو کبھی نہیں مرتا۔ میں نے کہا تیرے پاس کچھ پانی ہے۔ لڑکی نے کہا۔ میں تجھے پانی بتاتی ہوں۔ میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے پانی کا کنواں یا چشمہ بتائے گی۔ میں نے کہا۔ بتاؤ۔ لڑکی نے کہا۔ لوگ قیامت کے دن چار فریق ہو کر پانی پئیں گے۔ ایک فرقے کو ملائکہ پلائیں گے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وہ شراب سفید ہوگئی اور اپنے پینے والوں کو لذت بخشے گی اور ایک فریق کو داروغہ جنت پانی پلائیں گے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اس شراب میں تسنیم کا پانی ملایا جائے گا اور ایک فرقے کو حق جل جلالہ پلائیں گے اور وہ لوگ بندگان خاص ہوں گے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، شراب طہور انہیں پلائیں گے پس تم دنیا میں اپنا راز کسی پر اپنے مولا کے سوا ظاہر نہ کرو تا کہ آخرت میں حق تعالیٰ تمہیں اپنے ہاتھ سے پلائیں۔

ایک بار دربار خلافت میں حضرت کے حالات کی شکایت کی گئی اور خلیفہ متوکل عباسی کے حکم سے آپ پانجولاں مصر سے بغداد لائے گئے۔ اثنائے راہ میں ایک عورت نے آپ کو ہدایت کی ذوالنون خبردار حکومت کے ظلم سے نہ ڈرنا خلیفہ بھی تیری ہی طرح خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور بندے کا بندے سے ڈرنا کیا معنی، بندہ ہر وقت مجبور ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

آپ دربار خلافت میں پیش کئے گئے تو خلیفہ نے آپ کو جیل خانے بھیجنے کا حکم دیا۔ ۴۰ شبانہ روز آپ اسیر زنداں رہے۔ اس دوران میں حضرت بشر حانی کی ہمشیرہ ہر روز ایک روٹی لے جا کر آپ کو پیش کرتی رہیں۔ جس دن آپ کو باہر نکالا گیا تو محافظ زنداں نے وہ چالیس روٹیاں آپ کے حکم سے فقراء کو تقسیم کیں۔ جس وقت یہ خبر حضرت بشر حانی کی بہن کو پہنچی کہ حضرت ذوالنون مصری نے میری دعوت مسنونہ کو رد کر دیا ہے اور ایک دن بھی وہ

www.ksars.org

روٹی نہیں کھائی تو انہیں بے حد صدمہ ہوا۔ دل شکستہ و آزردہ خاطر حاضر خدمت ہوئیں اور فرمایا حضرت آپ کو علم ہے کہ یہ روٹیاں کسب حلال کی تھیں اور خدا گواہ ہے کہ اس کے ذریعے آپ پر کوئی احسان کرنا بھی مقصود نہ تھا۔ پھر آپ نے انہیں کیوں قبول نہیں کیا۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ وہ روٹیاں بے شک حلال کی تھیں۔ میں جانتا ہوں۔ مگر وہ داروغہ جیل کے ناپاک ہاتھوں کے ذریعے آئی تھیں۔ اس لئے میرے لئے حلال نہ تھیں۔ یہ تھا اولیاء کا تقویٰ۔ بشری حیثیت سے چالیس روز تک کچھ نہ کھانے سے کمزوری و ناتوانی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ جب آپ کو زنداں سے نکالا گیا تو آپ فرطِ نقاہت سے زمین پر گر پڑے۔ سر پھٹ گیا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اس طور پر اظہار ہوا کہ حضرت ذوالنون کے کپڑوں پر کوئی چھینٹ بھی خون کی نہ تھی۔ اسی طرح زمین پر بھی کوئی قطرہ خون نظر نہ آتا تھا۔ جس قدر خون مجروح پیشانی سے نکلا تو قدرت نے اپنے دامن رحمت میں جذب کر لیا۔ حضرت ذوالنون کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو دربار عام خلیفہ نے چند سوالات آپ سے کئے۔ آپ نے نہایت صفاحت و خطابت اور جرأت و دلیری سے خلیفہ بغداد کے سوالات کا جواب اس طرح دیا کہ خلیفہ اور درباری لوگوں پر رقت طاری ہو گئی۔ خلیفہ متوکل عباسی نے اسی وقت آپ کے دس اقدس پر بیعت کی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو مصر بھیج دیا گیا۔

سچ فرمایا گیا۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ ایک طرف دشمنان حق اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی ایذا دہی اور توہین کے درپے ہیں اور بغض و کینہ کے سفلی جذبات سے مجبور ہو کر حکومت سے شکایت کرتے ہیں اور سزا دلوا کر آتش حسد کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی شان کریمی یہ ہے کہ اپنے دل کی آزمائش تحمل و توکل کے بعد یہ عزت افزائی فرمائی گئی ہے کہ حکومت کے اقتدار اعلیٰ کو حضرت ذوالنون مصری کے قدموں پر جھکا دیتی ہے۔

ایک مرتبہ دریائے نیل کے کنارے بغرض سیر تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک آپ کو ایک بچھو نظر آیا۔ آپ نے ادھر ادھر دیکھ کر ایک پتھر اٹھایا اور اس کو مار دیا۔

www.ksars.org

روحانی توجیہہ

کہ اللہ کی ذات سے محبت کرو اور اس کا ذکر و شغل جاری رکھو۔

مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ العالی اس ارشاد کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:

کائنات میں اللہ کی حاکمیت کے تصور کے ساتھ انسان، جمادات، نباتات اور حیوانات سے ملتا جلتا پیکر ہے جس طرح انسان جسم رکھتا ہے، حیوان بھی جسم رکھتے ہیں۔ حیوانات میں نسل کشی ہے تو انسانوں میں بھی تولید کا سلسلہ جاری ہے۔ نباتات میں نشوونما ہوتی ہے تو انسان بھی لامتناہی نشوونما کے دبیز پردوں میں ارتقا کر رہا ہے۔ حیوانات کے اندر جبلت کام کرتی ہے تو جبلت کے بغیر انسانی زندگی بھی بیکار ہے۔ بھوک پیاس حیوانات کے لئے اگر مجبوری ہے تو انسان بھی مجبوری کی اس کال کوٹھری میں بند ہے۔ جنسی کشش انسان کے اندر موجود ہے۔

حیوانات میں منفی میلانات ارتعاش پیدا کرتے ہیں۔ انسان اگر ذی روح ہے تو حیوانات، جمادات اور جنات بھی روح کے دائرے سے باہر نہیں ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حیوانات اور جمادات کے بھی وہی جذبات اور احساسات ہیں جن کے اوپر انسانی زندگی رواں دواں ہے تو پھر انسان کا شرف کیا ہے؟ انسان کا شرف یہ ہے کہ اللہ رب الرحیم نے انسان کو اپنی امانت سونپی ہے۔ یہ وہ امانت ہے جس کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے یہ کہہ کر قبول نہیں کیا تھا کہ ہم اس بار کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اگر ہم نے آپ کی عطا کردہ امانت کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھالیا تو ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ یہی وہ امانت ہے جس کو اللہ نے علم الاسماء کہا ہے۔ اللہ کی صفات کا ایسا علم جو جنات اور فرشتوں کو بھی حاصل نہیں ہے۔

کائنات میں انسان وہ واحد برادری ہے جو اللہ کے ان علوم کی امین ہے۔ اللہ نے یہ علوم نوع انسانی کے باپ آدم کے علاوہ کسی کو نہیں سکھائے۔

www.ksars.org

"لوگو بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں، ان سب کا خالق ہے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ وہی جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنا دیا ہے اور آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لئے رزق بہم پہنچایا۔" (القرآن)

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تا کہ تم روشنی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔ اور اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا اپنی طرف سے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔ (القرآن)

اللہ رب الرحیم یہ بھی کہتا ہے کہ یہ ساری کائنات اور جملہ وسائل انسان کے فائدے کے لئے بنائے ہیں مگر اسے ان کے مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہیں۔ وہ ان وسائل کا مالک نہیں بلکہ امین ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ کی زمین مخلوق کے لئے بچھونا بنی ہوئی ہے اور بندہ اس زمین سے ہر طرح کی آسائش حاصل کرتا ہے لیکن اللہ اپنی ملکیت اس زمین کا ایک پیسہ بھی طلب نہیں کرتا۔ جب تک انسان زمین کے ایک فٹ کی قیمت لگا کر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اللہ نے اپنی ملکیت زمین کے اندر پانی کی نہریں جاری کر دی ہیں۔ جس کی کوئی قیمت اللہ نے متعین نہیں کی۔ اور انسان پانی کو نہ صرف فروخت کرتا ہے بلکہ پانی کی تقسیم پر لڑتا ہے اور ایک دوسرے کے درپے آزار بھی رہتا ہے۔

خدا نے آدم زاد کو ایک شکل و صورت پر پیدا کر کے ایک برادری بنایا مگر آدم زاد نے طرح طرح کے بھیس بدل کر نئے نئے نام رکھ لئے۔ اللہ نے آدم زاد کو ایک باپ آدم اور ایک ماں حوا سے تخلیق کیا تا کہ انسان، برادری اور باہمی رشتوں میں منسلک رہ کر اخوت و محبت، بھائی چارہ اور ایک جنتی کا پرچار کرے۔ ہائے افسوس رشتہ انسانی کی وحدت بے شمار ٹکڑوں میں بکھر گئی۔ ایک نسل بہت سی نسلوں میں تبدیل ہوتی رہی اور نسل کے نام پر آپس میں تفرقے کا لامتناہی سلسلہ چل پڑا۔ وطن بہت سارے بن گئے۔ قوم نے بے شمار قوموں کا روپ دھار لیا۔ بیشمار قومیں وجود

www.ksars.org

میں آئیں تو اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ آپس میں دست و گریباں ہو گئے۔ زبان نسلی منافرت کا ذریعہ بن گئی اور لباس کے پر فسوں دھاگوں میں انسانیت پارہ پارہ ہو گئی۔ مفت حاصل شدہ زمین وجہ اختلاف بن گئی۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایک گھر کے افراد ایک ساتھ اخوت کے رشتے میں منسلک رہ سکتے ہیں تو ملک و قوم اخوت کے رشتے کیوں قائم نہیں کرتے۔ اس سوال کے جواب میں قرآنی تعلیمات ہماری راہ نمائی کرتی ہیں۔

صرف ایک حقیقی رشتہ ہے اور وہ خدا پرستی کا رشتہ ہے۔ ہم کتنے ہی الگ ہو جائیں لیکن ہمارا خدا ایک ہے۔ ہم کسی بھی طرح نعوذ باللہ خدا کو ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کر سکتے۔ ہم سب ایک پروردگار کے بندے ہیں۔ ہم سب کی جبینِ نیاز کے لئے ایک اللہ رب الرحیم کی چوکھٹ ہے۔ کوئی نسل ہو، کوئی وطن ہو، کوئی قومیت کسی بھی درجے کی ہو، آسمانی رشتے سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔

برائی اور گناہ انسان کی سرشت میں داخل ہیں۔ لیکن انسان کا ضمیر اللہ کے نور کا مسکن ہے۔ ضمیر ایک نور باطن ہے جس سے انسان کے اندر نیکی کی مشعلیں روشن ہوتی ہیں۔ ہم آپس میں سب بہن بھائی ایک باپ کی اولاد ہیں۔ اور ایک باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت میں کوئی وجہ افتخار ہے تو وہ نیکی اور آپس میں محبت و اخوت ہے۔ خود ساختہ امتیازات چالاک اور عیار لوگوں نے اپنی خدائی چلانے کے لئے قائم کئے ہیں۔ اللہ رب الرحیم کے خود اپنے ارشاد کے مطابق جب زمین کا مالک ایک ہے، آسمانوں کا مالک ایک ہے اور اس نے آدم زاد برادری کو ایک ہی ماں باپ سے پیدا کیا ہے تو نوع انسانی کا دین بھی ایک ہونا چاہئے۔ کنبہ اور برادری بھی ایک ہونا چاہئے۔

"اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا۔ اور جس کو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا ہے اور جس کا اللہ نے ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم دیا تھا۔ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔"

روایت ہے کہ دین کی اساس قائم رکھنے کے لئے اللہ رب الرحیم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبر دنیا میں بھیجے اور تمام پیغمبر اسی بات کی تلقین کرتے رہے کہ

www.ksars.org

اے انسان تو اللہ کی ملکیت ہے جس زمین پر تو چلتا پھرتا ہے اور جس زمین سے کھیتیاں اگتی ہیں اور جس زمین پر تیرے لئے چشمے ابلتے ہیں وہ بھی اللہ کی ملکیت ہے۔ جس سورج کی تپش اور دھوپ کھیتیاں پکا کر تیرے لئے غذا بناتی ہے وہ بھی اللہ کی ملکیت ہے۔ اور جس چاند کی روپہلی چاندنی کھیتوں اور پھلوں میں رس گھولتی ہے وہ بھی اللہ کی ملکیت ہے۔

تیرے باپ آدم علیہ السلام کو اللہ نے بنایا۔ اور تیرے باپ آدم علیہ السلام سے تیری ماں حوا کو تخلیق کیا۔ ایک باپ اور ایک ماں سے تیری نسل چلائی۔ جب نسل پھیل گئی تو تم بہن بھائیوں کے رشتے کو توڑ کر الگ الگ برادریوں میں بٹ گئے۔ آپس میں تفرقے نے جنم لے لیا اور ایک گھر کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ ظلم اور جہالت نے تمہارے چہروں پر کالک مل دی اور تم جھوٹی انا کے خول میں بند ہو کر اپنے بھائی کے دشمن بن گئے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آج کا ہر باپ موت کا لقمہ تر بن رہا ہے۔ اور باپ کا ہر بیٹا باپ بن رہا ہے۔ ہم سے قرآن کریم سوال کرتا ہے:

"کیا یہ لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں چار وناچار اللہ ہی کے تابع فرمان ہیں۔ اور سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔"

میرے بھائیو۔ میرے سجنو اور میرے بزرگو!

دین میں سربلندی اور آخرت میں نجات کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم ایک اللہ کی ملکیت میں رہتے ہوئے ایک اللہ کی حاکمیت کو قبول کریں۔ اور اللہ کے بنائے ہوئے ایک باپ کی اولاد کی حیثیت سے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔

اللہ رب الرحیم کا حکم ہے:

"اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

www.ksars.org

اقوال اور ارشادات:

وہ ذات اقدس پاک و برتر ہے جس نے

۱۔ حجاب آخرت میں اپنے عارضوں کو چھپالیا اور اصحاب آخرت کو حجاب دنیا سے پردہ پوش کیا۔

۲۔ بدترین حجاب نفس پسندی کا ہے۔

۳۔ جو معدہ کھانے سے بھرا ہوا ہے اس میں حکمت نہیں آسکتی۔

۴۔ صحت تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی صحت تھوڑے گناہ کرنے میں۔

۵۔ اگر کوئی شخص بلا میں مبتلا ہو اور صبر کرے تو تعجب کی بات نہیں بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بلا میں مبتلا ہو اور راضی ہو۔

۶۔ جب تک آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے کام کے رہیں گے اور جب خوف خدا ان کے دلوں سے جاتا رہے گا گمراہ ہو جائیں گے۔

۷۔ راہ راست پر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے جب خوف دل سے نکل جائے گا گمراہ ہو گا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ اخلاق و افعال بجا آوری امر و نہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر طرح حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہو۔

۹۔ محبت نہ رکھ مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت میں خلق کے ساتھ۔

نصیحت سینے میں نفس کے ساتھ مخالفت میں دشمن کے ساتھ عداوت میں۔

www.ksars.org

۱۰۔ میں نے اس طبیب سے زیادہ جاہل کسی طبیب کو نہیں دیکھا جو مستوں کا علاج ان کی مستی کے وقت کرتا ہے۔

۱۱۔ صوفی وہ ہے کہ جب وہ باتیں کرے تو اس کی گفتگو اس کے حال کے مطابق ہو اور کوئی ایسی بات نہ کرے جو خود اس میں نہ ہو اور خاموشی کی حالت میں اس کا معاملہ اس کے حال سے تعبیر ہو تمام علائق دنیوی کے قطع کرنے مُں اس کا حال ناطق ہو۔

۱۲۔ عارف الٰہی کا ہر گھڑی خوف زیادہ بڑھتا رہتا ہے کیونکہ ہر گھڑی وہ زیادہ نزدیک ہوتا جاتا ہے اور عارف وہ ہے جو مخلوق میں رہ کر مخلوق سے جدا رہتا ہے۔

۱۳۔ عارف کو خائف ہونا چاہیئے نہ کہ واصف، واصف کو عارف نہیں کہہ سکتے کیونکہ عارف وہی ہوتا ہے جو خوف کھاتا ہے اور عارف کے لئے ایک حالت لازم نہیں ہوتی۔ ہر گھڑی عالم غیب سے اس پر نئی حالت طاری ہوتی رہتی ہے تاکہ وہ صاحب حالات نہ رہ سکے۔

۱۴۔ معرفت کی تین قسمیں ہیں۔

اول: معرفت توحید کی جو کہ عام مومنین کو حاصل ہے۔

دوم: معرفت صحبت و بیان کی جو کہ حکماء اور علماء کے لئے مخصوص ہے۔

سوم: معرفت صفات وحدانیت کی جو کہ صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہے جو دیدہ باطن سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسرار ان کو نظر آتے ہیں۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے والوں کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اگر ان کو آگ میں بھی ڈال دیا جائے تو ان لوگوں کی ہمت میں ذرہ بھر کمی نہ ہو کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے مونس ہیں۔

www.ksars.org

۶۱۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے، فرمایا جو چیز حق تعالیٰ سے غافل کر دے وہ دنیا ہے۔

۷۱۔ ایک بار ایک شخص نے عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اپنے باطن کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر اور ظاہر کو لوگوں کے ساتھ مشغول رکھ، حق تعالیٰ کا محبوب بن تا کہ تجھ کو سب سے بے نیاز کر دے۔

۸۱۔ گزشتہ اور آئندہ کے خیالات میں اپنے آپ کو مت الجھاؤ اور ہر حال پر راضی رہو۔

۹۱۔ توکل کے معنی بہت سے خداؤں کی اطاعت سے نکل کر ایک خدا کی اطاعت میں آجانے کے ہیں اور تمام وسائل کو ترک کرے، حق تعالیٰ کی عبادت میں شامل ہو جانے کا نام توکل ہے اور اپنے آپ کو اس کا بندہ حقیقی معنوں میں سمجھنا اول توکل ہے۔

۰۲۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت کرو اور اسی کا ذکر و شغل جاری و ساری رکھو۔

آپ نے ۶۲ شعبان ۲۴۵ھ کو وفات پائی۔ جب آپ کا جنازہ اٹھا تو سورج نہایت تیزی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اس وقت پرندوں کا ہجوم آ گیا، جس نے پروں سے پر ملا کر آپ کے جنازے پر سایہ کیا۔ اس قسم کے پرندے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے جو آپ کے جنازے میں دیکھنے میں آئے۔ راہ میں جب کہ آپ کا جنازہ لے جا رہے تھے تو موذن کی اذان سنائی دی اور کلمہ شہادت پر آپ نے انگلی اٹھائی۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھ کر شور کیا کہ شاید آپ زندہ ہیں چنانچہ جنازہ رکھ دیا گیا لیکن آپ کی انگلی اس طرح تھی پوری کوشش کی گئی کہ انگلی کو نیچے کیا جاتا مگر نہ ہوئی چنانچہ آپ کو دفن کر دیا گیا۔ مصر کے لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی تو کئی لوگ تائب ہو گئے۔ آپ کے مزار پر یہ عبارت ایسے خط میں مرقوم میں جو کسی انسان کی تحریر نہیں معلوم ہوتی۔

ذوالنون حبیب اللہ من الشوق قتیل اللہ

www.ksars.org

حضرت رابعہ بصریؒ

حالات زندگی

ولادت......۹۷ھ بمقام بصرہ

وفات......۱۸۵ھ بمقام بصرہ

حضرت رابعہ ۹۷ھ میں بصرہ شہر میں ایک نہایت غریب گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ ابھی کمسن تھیں کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ خاصان خداوندی اور پردہ نشینوں کی مخدومہ، سوختہ عشق اور پاکیزگی میں مریم ثانی تھیں۔ آپ کی طبیعت عبادت و ریاضت کی طرف مائل تھی۔ گھر کا کام کر چکتیں تو عبادت میں لگ جاتیں اور اکثر ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتیں۔

ایک دفعہ بہت رات گئے آقا کی آنکھ کھلی تو اس نے حضرت رابعہ کو سجدے میں دیکھا۔ آپ گڑ گڑا کر دعا مانگ رہی تھیں۔ آقا نے کان لگا کر سنا حضرت رابعہ فرما رہی تھیں۔ اے میرے اللہ! میں بہت مجبور اور بے بس ہوں، گھر کا کام کاج کرنے کی پابندی تیری عبادت کے راستے میں حائل ہے۔ تو میری معذرت قبول فرما اور میرے گناہ معاف کر دے۔ آقا نے ایک کم عمر لڑکی کی پرہیز گاری کا یہ عالم دیکھا تو دل میں خدا کا خوف پیدا ہو گیا۔ اور اگلے ہی دن اس نے حضرت رابعہ کو آزاد کر دیا۔

آپ دن رات عبادت میں مصروف رہنے لگیں۔ پہلے کچھ عرصہ ویران گلیوں میں رہ کر گزارا۔ پھر بصرہ شہر میں آ کر رہنے لگیں۔ عبادت کا یہ عالم تھا کہ فرض اور سنت نمازوں کے علاوہ ایک ہزار نفل دن رات میں پڑھا کرتی تھیں۔ اس کے سوا اور کوئی شغل نہ تھا۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا اسے وعظ و نصیحت کرتیں۔ آپ نے قرآن

www.ksars.org

حفظ کر رکھا تھا۔ اور حدیث پر بھی عبور حاصل کر لیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانے کے بعض اولیاء کرام اور بزرگان دین حضرت رابعہ کی مجلس میں آکر ان سے کئی باتیں سیکھا کرتے تھے۔ حضرت رابعہ نے کئی حج کئے اور متعدد مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ آپ کھانے پینے کے لئے کسی سے کبھی کچھ نہ مانگتیں۔ کئی کئی دن فاقوں سے رہتیں لیکن زبان پر کبھی شکایت یا سوال کا لفظ نہ آیا بلکہ اس کے برعکس کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کھانے کو کچھ آیا۔ آپ کو خود کھانے کی حاجت تھی مگر جو چیز آئی وہ اٹھا کر کسی سوالی کو دے دی اور خود بھوکی رہیں۔ تکلیف اور خوشی دونوں باتوں کا انہیں کبھی احساس تک نہ ہوتا تھا۔ آپ فرمایا کرتی تھیں اللہ کی عبادت کسی لالچ سے نہیں کرنی چاہیے۔ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اچھے کام کریں تو جنت ملے گی۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی عبادت صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کرنی چاہیئے۔ جنت کے لالچ سے عبادت کرنا تجارت ہے۔ عبادت ہرگز نہیں۔

مشہور ہے کہ ایک روز آپ کے ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا لوٹا لے کر بڑے جوش میں چلی جارہی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا۔ فرمایا پانی سے دوزخ کی آگ بجھانے چلی ہوں اور آگ لے جارہی ہوں کہ جنت کو جلا کر پھونک دوں تاکہ وہ لوگ جو جنت کی لالچ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ انہیں جنت ہاتھ نہ آئے۔

روح پرور واقعات

ایک بار کا واقعہ ہے کہ دو بھوکے افراد آپ کے یہاں بغرض ملاقات حاضر ہوئے اور باہمی گفتگو کرنے لگے کہ اگر رابعہ اس وقت کھانا پیش کر دیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ ان کے یہاں رزق حلال میسر آجائے گا اور آپ کے ہاں اس وقت صرف دو ہی روٹیاں تھیں، وہی ان کے سامنے رکھ دیں۔ دریں اثناء کسی سائل نے سوال کیا تو آپ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر اس کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر حُرت زدہ سے رہ گئے لیکن کچھ ہی وقفہ کے بعد ایک کنیز بہت سی گرم روٹیاں لئے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ میری مالکہ نے بھجوائی ہیں۔ جب آپ نے ان روٹیوں کا شمار کیا تو وہ تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ یہ دیکھ کر کنیز سے فرمایا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ روٹیاں میرے یہاں نہیں بلکہ کسی اور کے

www.ksars.org

ہاں بھیجی گئی ہیں۔ لیکن کنیز نے وثوق کے ساتھ عرض کیا کہ یہ آپ ہی کے لئے بھجوائی ہیں۔ مگر آپ نے کنیز کے مسلسل اصرار کے باوجود واپس کر دیں اور جب کنیز نے اپنی مالکہ سے واقعہ بیان کیا تو اس نے حکم دیا کہ اس میں مزید دو روٹیوں کا اضافہ کر کے لے جاؤ۔ چنانچہ جب آپ نے بیس روٹیاں شمار کر لیں تب ان مہمانوں کے سامنے رکھا اور وہ محو حیرت ہو کر کھانے میں مصروف ہو گئے اور جب فراغت طعام کے بعد رابعہ بصری سے واقعہ کی نوعیت معلوم کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب تم یہاں حاضر ہوئے تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم بھوکے ہو اور جو کچھ گھر میں حاضر تھا وہ میں نے تمہارے سامنے رکھ دیا۔ اسی دوران ایک سائل آ پہنچا اور وہ دونوں روٹیاں میں نے اسے دے کر اللہ سے عرض کیا کہ تیرا وعدہ ایک کی بجائے دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول صادق پر مکمل یقین ہے۔ لیکن کنیز کے اٹھارہ روٹیاں لانے سے میں نے سمجھ لیا کہ اس میں ضرور کوئی سہو ہوا ہے۔ اس لئے میں نے واپس کر دیں۔ اور جب وہ پوری بیس روٹیاں لے کر آئی تو میں نے وعدے کی تکمیل میں لے لیں۔

حضرت سفیان اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شب کو میں حضرت رابعہ بصریؒ کے یہاں پہنچا تو وہ پوری شب مشغول عبادت رہیں اور میں بھی ایک گوشہ میں نماز پڑھتا رہا۔ پھر صبح کے وقت حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ عبادت کی توفیق عطا کئے جانے پر ہم کسی طرح بھی معبود حقیقی کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور میں بطور شکرانہ کل کا روزہ رکھوں گی اور اکثر آپ یہ دعا کیا کرتیں کہ یا خدا! اگر روز محشر تو نے مجھے نار جہنم میں ڈالا تو میں تیرا ایک ایسا راز افشا کر دوں گی جس کو سن کر جہنم مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر بھاگ جائے گی اور کبھی یہ دعا کرتیں کہ دنیا میں میرے لئے جو حصہ متعین کیا گیا ہے وہ اپنے معاندین کو دے دے اور جو حصہ عقبیٰ میں مخصوص ہے۔ وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے کیونکہ میرے لئے صرف تیرا ہی وجود بہت کافی ہے۔ اور اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہش فردوس وجہ عبادت ہو تو فردوس میرے لئے حرام فرما دے۔ اور اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کے لئے ہو تو پھر اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرما دے لیکن اگر تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں یہ شکوہ کرنے میں حق بجانب ہوں گی کہ دوستوں کے ساتھ دوستوں ہی جیسا برتاؤ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد ندائے غیبی آئی کہ تو ہم سے بد ظن نہ ہو ہم تجھے اپنے ایسے دوستوں کی قربت میں جگہ دیں گے جہاں تو ہم سے ہم کلام ہو سکے گی۔ پھر

www.ksars.org

آپ نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرا کام تو بس تجھے یاد کرنا ہے اور آخرت میں تمنائے دیدار لے کر جانا ہے۔ ویسے مالک ہونے کی حیثیت سے تو مختار کل ہے۔

حضرت مالک بن دینار کہا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ بغرض ملاقات حضرت رابعہ بصریؒ کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے جس سے آپ وضو کرتی ہیں اور پانی پیتی ہیں اور ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے بہت سے احباب مالدار ہیں اگر اجازت ہو تو ان سے آپ کے لئے کچھ طلب کر لوں۔ آپ نے سوال کیا کہ کیا مجھے اور تمہیں اور دولتمندوں کو رزق عطا کرنے والی ایک ہی ذات نہیں ہے۔ تو پھر کیا درویشوں کو ان کی غربت کی وجہ سے اس ذات نے فراموش کر دیا ہے اور امراء کو رزق دینا یاد رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب وہ ذات ہر فرد کی ضروریات سے واقف ہے تو پھر ہمیں یاددہانی کی کیا ضرورت ہے؟ اور ہمیں اس کی خوشی میں خوشی ہونی چاہئے۔

ایک مرتبہ آپ نے سات شب و روز مسلسل روزے رکھے اور شب میں قطعاً آرام بھی نہیں کیا۔ لیکن جب آٹھویں دن بھوک کی شدت کی نفس نے فریاد کی کہ مجھے کب تک اذیت دو گی تو اسی وقت ایک شخص کھانے کی کوئی شئے پیالے میں لئے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ لے کر شمع روشن کرنے اٹھیں۔ اور اس وقت ایک بلی کہیں سے آئی اور وہ پیالہ الٹ دیا اور جب پانی سے روزہ کھولنے اٹھیں تو شمع بجھ گئی اور آب خورہ گر کر ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ نے ایک دلدوز آہ بھر کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ یہ کیا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ ندا آئی کہ اگر دنیاوی نعمتوں کی طلب گار ہو تو ہم عطا کئے دیتے ہیں۔ لیکن اس کے عوض میں اپنا درد تمہارے قلب سے نکال لیں گے۔ اس لئے کہ ہمارے اور غم روزگار کا ایک قلب میں اجتماع ممکن نہیں اور نہ کبھی جداگانہ مرادیں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں۔ یہ ندا سنتے ہی دامن امید چھوڑ کر اپنا قلب حُب دنیا سے اسی طرح خالی کر لیا کہ جس طرح موت کے وقت مرنے والا امید زندگی ترک کر کے قلب کو دنیاوی تصورات سے خالی کر دیتا ہے۔ اور اس کے بعد آپ بھی دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہو گئیں کہ ہر صبح یہ دعا کرتیں کہ اے اللہ مجھے اس طرح اپنی جانب متوجہ فرما لے کہ اہل جہان مجھے تیرے سوا کسی کام میں مشغول نہ دیکھ سکیں۔

www.ksars.org

بعض لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ بلا کسی ظاہری عرض کے آپ گریہ وزاری کیوں کرتی رہتی ہیں۔ فرمایا کہ میرے سینے میں ایک مرض پنہاں ہے کہ جس کا علاج نہ تو کسی طبیب کے بس میں ہے اور نہ وہ مرض تمہیں دکھائی دے سکتا ہے اور اس کا واحد علاج صرف وصال خداوندی ہے۔ اس لئے میں مریضوں جیسی صورت بنائے ہوئے گریہ زاری کرتی رہتی ہوں کہ شاید اس سبب سے قیامت میں خواہش پوری ہو جائے۔

ایک مرتبہ آپ نماز ادا کر رہی تھیں کہ کمزوری کے باعث نماز پڑھتے پڑھتے سو گئیں اور اس اثناء میں ایک چور آیا اور آپ کی چادر اٹھا کر چل دیا۔ جب دروازے سے باہر نکلنے لگا تو اسے دروازہ نظر نہ آیا۔ اس نے چادر رکھ دی تو دروازہ دکھائی دینے لگا۔ دوبارہ چادر اٹھا کر چلا تو دروازہ پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس نے دوبارہ چادر رکھ دی تو دروازہ پھر نظر آنے لگا۔ تیسری مرتبہ چادر اٹھانے لگا تو آواز آئی اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو۔ اس گھر کی مالکہ نے اپنے آپ کو ہماری نگہبانی اور دوستی میں دے رکھا ہے۔ یہاں تو کسی کی مجال نہیں کہ کچھ کر سکے۔ ایک دوست سویا ہوا ہے تو پھر کیا دوسرا دوست تو بیدار ہے۔

ایک دن خواجہ حسن بصریؒ آپ کے ہاں گئے اور پوچھا مجھے دو باتیں بتاؤ جو تم نے علم و تعلیم سے حاصل کیں اور نہ کسی سے سنیں بلکہ مخلوق سے بلاواسطہ تجھے پہنچی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے چند رسیاں بنی تھیں کہ انہیں بیچ کر اپنی ضروریات خرید لوں۔ چنانچہ وہ دو درہم میں فروخت کیں۔ ایک درہم ایک ہاتھ میں لیا اور دوسرا دوسرے ہاتھ میں کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ مبادا ایک ہی ہاتھ میں دونوں درہم لینے سے گمراہ ہو جاؤں۔ بس یہی آج کی حاصل شدہ بات ہے۔

ایک بار لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتیں۔ فرمایا۔ مجھے تین باتوں کا اندیشہ ہے۔ اگر ان سے فارغ کرو تو مجھے نکاح کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ مرتے وقت ایمان سلامت لے جاؤں گی یا نہیں؟ لوگوں نے کہا معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دوسرا یہ کہ میرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں؟ لوگوں نے کہا۔ ہمیں اس کا بھی علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تیسرا یہ کہ قیامت کے دن ایک گروہ کو

www.ksars.org

بہشت میں دائیں طرف سے لے جائیں گے اور دوسرے گروہ کو بائیں طرف سے دوزخ میں تو میں کس جانب سے ہوں گی؟لوگوں نے عرض کیا۔ ہمیں علم نہیں۔ فرمایاتو پھر جسے اس قدر غم ہوں وہ عورت شوہر کی خواہش کیسے کر سکتی ہے ؟

ایک دفعہ آپ بیمار تھیں حضرت حسن بصری بیمار پرسی کے لئے آئے۔ دیکھا تو دروازہ پر ایک رئیس روپوں کی تھیلی پکڑے کھڑا ہے اور آنسو جاری ہیں۔خواجہ حسن بصری نے اس سے پوچھا کیاماجرا ہے۔ اس نے کہا میں اس یکتائے زمانہ (رابعہ) کے لئے ایک چیز لایا ہوں۔ لیکن اس خیال سے رو رہا ہوں کہ شاید وہ لینے سے انکار کر دیں۔ اگر آپ میری سفارش کر دیں تو شاید قبول فرمالیں۔ حضرت حسن بصری اندر داخل ہوئے اور حضرت رابعہ کو اس رئیس کا پیغام دیا۔ حضرت رابعہ نے سن کر فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ کو برا کہتا ہے، خدا اس کی روزی بند نہیں کرتا اور جس کی زندگی اسی کی محبت کے دم سے ہو اسے تو وہ بغیر رزق کے ہی زندہ رکھ سکتا ہے۔ جب سے میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ تمام مخلوق سے منہ پھیر لیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ جس شخص کو میں جانتی ہی نہیں اس کا مال میں کیسے لے لوں۔ کیا خبر وہ حلال ہے یا حرام۔

روحانی توجیہہ

حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے شادی نہیں کی۔ کیا آپ کو شیطان سے ڈر نہیں لگتا؟

میرے مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی اس طرح فرماتے ہیں کہ حضرت مائی صاحبہ نے فرمایا:

"مجھے رحمٰن سے ہی فرصت نہیں۔"

اس بات کو خواجہ غریب نواز نے اس طرح فرمایا:

"بار دم بدم دبار باری آید"

www.ksars.org

خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں کہ میری ہر سانس کے ساتھ اللہ بسا ہوا ہے اور میرا ہر سانس اللہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایسے برگزیدہ اور پاکیزہ نفس بندے جن کا ذہن ایمان و ایقان سے معمور ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ ہر وقت خیر کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ شر اور خیر دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ بالکل اس طرح جیسے روشنی اور تاریکی گرم اور سرد، تلخ اور شیریں، راحت اور تکلیف، خوشی اور غم، غصہ اور محبت وغیرہ لازم و ملزوم ہیں۔ بظاہر یہ بات خلاف عقل ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ وہ پاکیزہ نفوس ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہیں جو ہماری زبان سے بولتے ہیں جو ہمارے کانوں سے سنتے ہیں اور ہمارے ہاتھ سے پکڑتے ہیں۔ ان بندوں کی طرز فکر میں یہ بات یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے کہ ہماری حیثیت ایک معمول کی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو اچھائی اس لئے اختیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اچھا سمجھتے ہیں۔ اور برائی سے اس لئے بچتا ہے اور پرہیز کرتا ہے کہ برائی کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دونوں طرز فکر ان کی امت کو منتقل ہوئیں۔

علم کے بارے میں گفتگو کے دوران حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم کے دو لفظ ملے۔ ایک میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو چھپا لیا۔ لوگوں نے کہا علم بھی کوئی چھپانے کی چیز ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر وہ لفظ میں لوگوں پر ظاہر کر دوں تو تم لوگ مجھے قتل کر دو گے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ علم جس کو حضرت ابوہریرہؓ نے چھپایا کسی کو منتقل نہیں ہوا یا حضرت ابوہریرہؓ نے کسی کو نہیں سکھایا۔ بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم میں سے ایک علم وہ ہے جو عوام الناس کی ذہنی اور شعوری سکت سے ماوراء ہے۔ علم شریعت تقرب الیٰ اللہ کے وہ اعمال و اشغال اور قوانین ہیں جن پر ہر فرد چل کر وہ زندگی اختیار کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے۔ اور دوسرے علم میں اللہ تعالیٰ کے وہ اسرار و رموز ہیں جو صرف کائنات کے نظام (Administration) کے متعلق ہیں۔ ایسے بندوں کی زندگی سراپا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہوتی ہے۔ وہ جب اللہ کو پکارتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہ تصور نہیں ہوتا کہ اس کے صلے میں انہیں جنت ملے گی اور نہ ہی کوئی عمل وہ اس لئے کرتے ہیں کہ اس عمل کے کرنے سے انہیں دوزخ سے نجات ملے گی۔ وہ صرف اور صرف اس لئے اللہ کو

www.ksars.org

پکارتے ہیں کہ ان کے سامنے اللہ کی ذات کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم صادر ہوتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس بندے سے یہ کہا کہ آپ نے ناحق ایک جان کو ہلاک کر ڈالا تو اس بندے نے جواباً کہا کہ میں نے جو کچھ کیا اپنی طرف سے نہیں کیا، اللہ تعالیٰ ایسا چاہتے تھے۔ میں نے ایسا کر دیا۔

اب ہم یوں کہیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم کا وہ لفظ حاصل تھا جس کو علم شریعت کہتے ہیں اور بندے کے پاس وہ علم تھا جس کو تکوین یا (Administration) کا نام دیا جاتا ہے۔ راستے دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہیں۔ ایک راستہ پر طرز فکر آزاد ہے اور دوسرے راستہ پر طرز فکر پابند ہے۔ پابند طرز فکر اطلاعات کو اپنے دائرہ اختیار میں قبول کرتی ہے۔ دوسرا راستہ آزاد طرز فکر ہے جس میں ایسا ویسا یا چوں چرا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رات کے لئے اگر یہ فرمادیں کہ یہ دن ہے تو آزاد طرز فکر میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ یہ دن ہے۔ دنیا کے چار ارب انسان یہ کہیں کہ یہ رات ہے لیکن وہ ایک تنہا آدمی یہی کہے گا کہ یہ دن ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد رات اس کے مشاہدے میں دن بن جاتی ہے اور اس کے تمام حواس وہی بن جاتے ہیں جو دن کے حواس ہیں۔ اس میں ایک راز ہے یہ کہ رات دن کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ رات دن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ایک تخلیق ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے رات کو دن فرمایا تو تخلیقی فارمولے بدل گئے۔ لیکن چونکہ ایک مخصوص آدمی کے لئے فرمایا۔" اس لئے فارمولے میں تبدیلی صرف اسی آدمی کے لئے مظہر بنی۔ رات اور دن دراصل ایک تخلیق یا ایک یونٹ کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ کا نام دن ہے اور دوسرے رخ کا نام رات ہے۔ یہ دونوں چیزیں الگ الگ نہیں ہیں۔

رات کے حواس آزاد طرز فکر ہے اور دن کے حواس پابند طرز فکر ہے۔ دن کے حواس وہ زندگی ہے جہاں انسان اپنے اختیارات استعمال کر کے زندگی بسر کرتا ہے۔ رات کے حواس وہ طرز فکر ہے جہاں انسانی اختیارات زیر بحث نہیں آتے۔ کوئی فرد دن کے حواس میں اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا عرفان

www.ksars.org

حاصل کرنے یا غیبی دنیا میں داخل ہونے کے لئے بہر حال رات کے حواس کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اور جب رات کے حواس دن کے حواس پر غالب آجاتے ہیں تو طرز فکر آزاد ہو جاتی ہے۔ اور آزاد طرز فکر سے انسان اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔

اقوال وارشادات

۱۔ اے نفس تو اللہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے حالانکہ تو اس کی نافرمانی بھی کرتا رہتا ہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی عجب بات ہو سکتی ہے۔

۲۔ اگر تیری محبت سچی ہے تو اپنے اللہ کی فرمانبرداری کر کیوں کہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کی فرمانبرداری اور اطاعت بھی ضرور کرتا ہے۔

۳۔ اے میرے اللہ اگر میں تیری عبادت دوزخ سے ڈر کر کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں ڈال دے اور اگر جنت کے لالچ میں ایسا کرتی ہوں تو تُو مجھے جنت سے محروم رکھ اور اگر میں تجھ سے تیری ذات سے اور صرف تیرے لئے محبت کرتی ہوں تو اے میرے پروردگار مجھے اپنے جمال ازلی سے محروم نہ رکھیو۔

۴۔ اے اللہ میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔ دو طرح کی محبت ایک محبت آرزو اور تمنا کی اور دوسری صرف تیری ذات کی۔ میری وہ محبت جو آرزو اور تمنا سے معمور ہے وہ تو کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن وہ محبت جو صرف تیری ذات سے ہے تو اسی کا واسطہ تو حجاب کو دور کر دے تاکہ آنکھیں تیرا جلوہ دیکھ سکیں۔

۵۔ جو دل بیدار ہو گیا وہ گم ہو گیا۔

۶۔ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اسی کے لئے کھولا جاتا ہے۔

۷۔ خدا کا اور دنیا کا غم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

www.ksars.org

۸۔ دنیا خدا کی ملکیت ہے دنیا والوں سے نہ طلب کرو۔

حضرت رابعہ نے ۱۸۵ھ میں ۸۸ برس کی عمر میں وفات پائی۔ وفات سے تھوڑی دیر قبل بصرہ کے کچھ لوگ بیمار پرسی کے لئے آئے۔ وہ لوگ دروازے کے پاس راستہ روک کر کھڑے تھے۔ حضرت رابعہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "فرشتوں کے لئے راستہ چھوڑ دو۔" وہ لوگ دروازے سے باہر ہو گئے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھولا گیا تو حضرت رابعہ داعی اجل کو لبیک کہہ چکی تھیں۔ وفات کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ رابعہ کہو نکیرین سے کیا معاملہ پیش آیا۔ فرمایا۔ جب وہ آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ واپس جاؤ اور رب العزت سے یہ کہو کہ اتنے ہزاروں آدمیوں میں تو نے ایک ضعیفہ کو فراموش نہیں کیا تو میں جو تجھے دل و جان سے عزیز رکھتی ہوں، تجھے کیسے بھول سکتی ہوں۔

www.ksars.org

حضرت بایزید بسطامیؒ

حالات زندگی

ولادت......۸۲۱ھ مالوف بسطام

وفات......۱۶۲ھ بمقام بسطام

سلطان العارفین لقب تھا۔ آپ کا اسم گرامی طیفور عیسیٰ ہے۔ آپ کے جد امجد آتش پرست تھے اور آخر عمر میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ تجلیات الٰہیہ کے محرم اور اسرار حق کے مظہر تھے۔ ہمیشہ قرب الٰہی کے مقام پر رہا کرتے تھے۔ محبت الٰہی کی آگ میں سوختہ اور بدن کو مشاہدہ میں مشغول رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک سو تیرہ مشائخ سے کسب فیض حاصل کیا۔ آپ سے پہلے جتنے بھی اولیاء اللہ گزرے ہیں کسی کو بھی طریقت میں اس قدر ملکہ نہیں تھا جتنا آپ کو تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات بابرکات ہم میں ایسی ہے جیسے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں میں نیز تمام سالکان راہ توحید کی انتہا آپ کی ابتداء ہے۔ بعض لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ انسان کو راہ طریقت میں کیا چیز بہتر ہے؟ فرمایا مادرزاد دوست۔

پوچھا۔ اگر یہ حاصل نہ ہو؟

فرمایا۔ چشم بینا۔

پوچھا۔ اگر یہ بھی حاصل نہ ہو؟

www.ksars.org

فرمایا۔ پھر سننے والے کان۔

عرض کیا۔ اگر یہ بھی نہ ہوں؟

فرمایا۔ مرگ مفاجات۔

روایت ہے کہ ایک دن آپ امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ حضرت امام نے فرمایا "بایزید کتاب طاق سے اٹھا کر دے دو۔" آپ نے فرمایا۔ "کون سے طاق سے؟" حضرت امام نے فرمایا۔ عرصہ سے تم یہاں رہتے ہو اور ابھی تک تم کو طاق کا پتہ نہیں۔ آپ نے عرض کیا۔ مجھے اس سے کیا کام کہ آپ کی موجودگی میں سر اٹھاؤں۔ حضرت امام ن ے فرمایا۔ اگر ایسا معاملہ ہے تو بسطام واپس جاؤ تمہارا کام ختم ہو گیا ہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ فلاں جگہ پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ آپ زیارت کو تشریف لے گئے۔ اتفاقاً اس نے قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ یہ حال دیکھ کر آپ فوراً واپس تشریف لے آئے اور فرمایا اگر یہ شخص ذرہ بھر بھی طریقت جانتا ہوتا تو شریعت کے خلاف عمل نہ کرتا۔

آپ فرماتے ہیں جس کام کو میں سب کاموں سے موخر جانتا تھا وہ مقدم کام تھا یعنی والدہ کی رضا مندی۔ آپ فرماتے ہیں جس چیز کو میں مجاہدات و ریاضت شاقہ میں تلاش کرتا پھرتا تھا وہ میں نے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی یعنی ایک رات والدہ نے پانی طلب کیا۔ میں کوزہ میں پانی لینے گیا مگر نہ ملا پھر صراحی کو دیکھا مگر وہاں بھی نہ تھا چنانچہ نہر پر جا کر پانی لایا مگر میری واپسی تک والدہ سو گئی تھیں۔ میں اس طرح کوزہ لئے کھڑا رہا۔ سخت سردی کے باعث کوزہ میں پانی جم گیا۔ جب والدہ بیدار ہوئیں تو انہوں نے مجھ کو یوں کھڑے دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا کہ شاید آپ بیدار ہوں اور پانی طلب کریں لیکن میں حاضر نہ ہوں اس ڈر کی وجہ سے کھڑا رہا۔ یہ سن کر والدہ نے پانی پیا اور میرے حق میں دعا کی۔

www.ksars.org

روح پرور واقعات

آپ سنت نبوی کے اس قدر دلدادہ تھے کہ آپ نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ لوگوں نے آپ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ خربوزہ کیوں نہیں کھاتے۔ فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ تناول فرمایا ہے۔ تو پھر اس چیز کو کیونکر کھا سکتا ہوں جس کے متعلق مجھے علم نہیں کہ میرے محبوب نے اسے کھایا ہے یا نہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک رات ساتھ والے مکان میں ایک بچہ مسلسل روتا رہا۔ آپ نے صبح اس یہودی کے دروازے پر کھڑے ہو کر دستک دی۔ اندر سے ایک عورت کی آواز آئی کہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے۔ حضرت بایزید بسطامی نے اپنا تعارف کرایا اور خیریت دریافت کی۔ یہودی کی عورت نے بتلایا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے سفر پر گیا ہوا ہے اور اس عرصہ میں میرے ہاں ولادت ہوئی ہے۔ رات بھر وہی بچہ روتا رہتا ہے۔ آپ نے اس کا سبب پوچھا تو عورت نے بتلایا کہ گھر میں اندھیرا رہتا ہے اور میں پردہ نشین عورت ہوں، کوئی تیل لانے والا نہیں ہے اور نہ ہی پیسے ہیں۔ میرے شوہر جاتے وقت گھر میں اناج رکھ گئے تھے اس پر گذر کر رہی ہوں۔ حضرت فوراً اپنے گھر گئے اور ضرورت کی ہر چیز اس عورت کو مہیا کی اور پھر شام ہونے سے پہلے وہ اللہ کا بندہ جسے دنیا سلطان العارفین کے نام سے پکارتی ہے، ہاتھ میں تیل کی کپی لے کر یہودی کے دروازے پر کھڑے رہتے کہ مکان تاریکی میں نہ ڈوب جائے۔ اور اندھیرے میں اس کا بچہ پھر نہ رونا شروع کر دے۔ کچھ ماہ بعد یہودی سفر سے واپس آ گیا اور اس کی بیوی نے تمام حالات کا ذکر اس سے کیا تو وہ بہت خوش ہوا اور شکریہ ادا کرنے کے لئے حضرت بایزید بسطامی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی شکریہ کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا فرض تھا جس کو میں نے ادا کیا ہے کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو سخت گناہگار ہوتا کیونکہ ہمارے دین میں پڑوسی کے بڑے حقوق ہیں۔ یہودی نے حضرت سے عرض کہ کہ حضور مجھے بھی اسی دین کی چادر رحمت میں چھپا لو اور اسی آقا ﷺ دوجہاں کا کلمہ پڑھا دو۔ جس کی غلامی کی وجہ سے آپ اس بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ حضرت نے اس یہودی کو اسی وقت مسلمان کر لیا۔

www.ksars.org

حضرت کے گھر سے مسجد تک چالیس قدم کا فاصلہ تھا۔ حضرت نے کبھی مسجد کی طرف رخ کر کے نہیں تھوکا تھا۔ جب مسجد میں آتے تو دروازے پر کھڑے ہو کر ایک لمحہ رو لیتے۔ لوگ پوچھتے کہ حضرت یہ کس لئے فرماتے ہیں۔ بھئی گناہوں سے آلودہ ہوں، ڈرتا ہوں کہیں میری وجہ سے مسجد بھی آلودہ نہ ہو جائے۔

ایک دفعہ کسی گلی میں جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتے کو آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت نے دامن سمیٹا۔ کتے نے کہا۔ اے بایزید! اگر میں خشک ہوں تو میرے پاس سے گزرنے میں کچھ حرج نہیں اور اگر تر ہوں تو مجھ میں اور آپ میں سات مرتبہ دھونے سے صلح ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر آپ نے اپنا دامن رعونت کی وجہ سے سمیٹا ہے تو خواہ سات دریاؤں میں دھوئیں گے پاک نہ ہو گا۔ حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے اور بولے۔ اے کتے! تیرا ظاہر پاک ہے اور میرا باطن۔ آؤ آج ہم تم ایک ساتھ رہیں اور دیکھیں کل کون پاک ہو کر نکلتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سے لوگوں نے پوچھا کہ بندہ کمال کو کب پہنچتا ہے۔ فرمایا اس وقت جبکہ اپنے عیبوں کو پہچان لے اور خلقت کی تہمت کو برداشت کر لے۔ دریافت کیا اور درویشی کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ کہ انسان گوشہ نشین ہو جائے اور مجاہدہ کرے۔ فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ میں شروع سے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اگر کبھی نفس نے شرارت کی تو میں نے فوراً اس کی اصلاح کر دی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ رات کے آخری حصے میں آنکھ کھلی میں نے چاہا کہ تہجد کی نماز پڑھوں، نفس نے کاہلی کی کچھ دیر کے بعد پیاس محسوس ہوئی کوزے میں ٹھنڈا پانی رکھا ہوا تھا۔ اٹھ کر خوب سیر ہو کر پیا۔ ایک آواز سنائی دی۔ ہماری یاد میں سستی اور کاہلی اور اپنے کام میں مستعدی۔ میں نے عہد کیا کہ سال بھر تک ٹھنڈا پانی نہیں پیوں گا۔ اللہ کے فضل و کرم سے سال بھر تک ایسا ہی ہوا۔ میں نفس کی خواہش پر غالب رہا۔ گرمی کے شدید موسم میں جب پیاس سے جاں بلب ہونے کے قریب ہوتا تو ذرا سا گرم پانی لے کر حلق میں ڈال دیتا۔ اس اصلاح نفس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ ادائے فرض میں نفس نے کاہلی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ کہتے ہیں کہ جب انسان ریاضت اور مجاہدے کے بعد اصلاح نفس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے

www.ksars.org

لئے آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور انعام و اکرام الٰہی کی بارش مسلسل ہوتی ہے۔ انسان اپنے نفس پر قابو پا کر اس مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں عابدوں کیلئے مقرر فرمایا ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ کو عبادت میں کچھ لطف نہ آیا۔ آپ نے خادم سے فرمایا۔ دیکھ گھر میں کیا چیز ہے؟

اس نے دیکھا تو ایک انگور کا خوشہ نظر آیا۔ آپ نے فرمایا یہ کسی کو دے دے کیونکہ ہمارا گھر بنیئے کی دکان نہیں۔ اس کے بعد آپ کو عبادت میں لطف آنے لگا۔

ایک بار آپ دریائے دجلہ پر گئے۔ اس میں طوفان آنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ دام دے کر تجھ سے پار ہو سکتا ہوں۔ مگر اپنی تیس سالہ ریاضت اس کرامت کے لئے برباد نہیں کروں گا کہ بے کشتی کے دریا سے پار ہو جاؤں۔

ایک امام کے پیچھے آپ نے نماز پڑھی، بعد نماز کے امام نے آپ سے پوچھا۔ آپ نہ تو کوئی کام کرتے ہیں نہ کسی سے کچھ لیتے ہیں تو پھر کھاتے کہاں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ پہلے مجھے نماز کی قضا ادا کر لینے دو۔ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز نہیں جو روزی دینے والے کو نہیں جانتا۔

آپ فرماتے ہیں جب پہلی مرتبہ میں حج کو گیا تو خانہ کعبہ دیکھا۔ دوسری بار گیا تو صاحب خانہ کو دیکھا۔ تیسری بار جب گیا تو خانہ کعبہ نظر آیا اور نہ صاحب خانہ مطلب یہ کہ ذات حق میں اس درجہ گم ہو گئے تھے کہ سوائے حق کے اور کچھ دکھائی ہی نہ دیتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے آپ کے دولت خانہ پر جا کر آپ کو آواز دی۔ آپ نے پوچھا۔ بھائی کس کو بلاتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ بایزید کو۔

www.ksars.org

فرمایا۔ تیس سال ہونے کو آئے ہیں خود بایزید کی تلاش میں ہوں مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ یہ بات کسی نے ذوالنون مصری سے بیان کی۔ انہوں نے فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے بھائی بایزید کو بخشے۔ ایک جماعت ایسی ہے جو حق تعالیٰ کی ذات میں گم ہو گئی ہے اور وہ بھی اسی میں سے ایک ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک آتش پرست سے لوگوں نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے جواب دیا۔ اگر مسلمانی یہی ہے جو بایزید کی ہے تو مجھ میں مسلمان ہونے کی طاقت نہیں۔ اگر مسلمانی وہ ہے جو تم لوگوں کی ہے تو افسوس میں اس کا یقین نہیں کر سکتا۔

حضرت شیخ احمد خضرویہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ سب لوگ مجھ سے کچھ نہ کچھ طلب کرتے ہیں لیکن بایزید مجھ سے مجھ ہی کو طلب کرتا ہے۔

اقوال و ارشادات

۱۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ بہشت کے ہزار ہا محلات سے بدرجہا بہتر ہے۔

۲۔ کوئی گناہ تم کو اس قدر نقصان نہیں پہنچا سکتا جس قدر کہ ایک مسلم بھائی کو بے عزت کرنا۔

۳۔ دنیا اہل دنیا کے لئے غرور آخرت اہل آخرت کے لئے سرور اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اہل معرفت کے لئے سراسر نور ہے۔

۴۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بناتا ہے اس کو اپنی تین خصلتیں عطا کر دیتا ہے۔ دریا جیسی سخاوت، زمین جیسی عاجزی اور آفتاب کی طرح شفقت۔

۵۔ دوزخ اس شخص کے لئے عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا اور خدا شناس لوگ دوزخ کے لئے عذاب ہیں۔

www.ksars.org

۶۔ عارف وصال الٰہی کے سوا اور کسی بات سے خوش نہیں ہوتا۔

۷۔ آپ فرماتے ہیں کہ یا تو انسان اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرے جیسا کہ وہ ہے اور یا ایسے بن جاؤ جیسا اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہو۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔

۹۔ کسی بداخلاقی سے واسطہ پڑے تو اس کی بدخلقی کو اپنی خوش خلقی میں تبدیل کر لیا کریں۔

۰۱۔ اگر کوئی احسان کرے تو اول خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور پھر محسن کا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے دل کو مہربان کیا ہے۔

۱۱۔ اگر کوئی مصیبت پیش آئے تو فوراً اپنی عاجزی کا اقرار کرنا۔

۲۱۔ بندہ اپنے کمال کو اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے عیبوں کو پہچان لے اور مخلوقات سے کسی قسم کی طمع نہ رکھے۔

۳۱۔ بندہ حق تک پہنچنے کی سبیل کیا کرے اس کو گونگے بہرے اور اندھے بن جانا چاہئے۔

۴۱۔ سچا عابد اور سچا عامل وہ شخص ہے جو کوشش کی تلوار سے اپنی تمام مرادوں کو قتل کر دے اور تمام خواہشوں اور تمناؤں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں تباہ کر دے اور خداوند کریم کی رضا پر راضی رہے اور محض اس بات کی خواہش کرے جس کا حق تعالیٰ شاہد ہو۔

۵۱۔ بندہ اپنے عیبوں کو پہچانے کسی سے نفرت نہ کرے اور مخلوقات سے کسی قسم کی طمع نہ کرے۔

www.ksars.org

روحانی توجیہہ

بندہ اپنے عیبوں کو پہچانے، کسی سے نفرت نہ کرے اور مخلوقات سے کسی قسم کی طمع نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ صابر و شاکر اور مستغنی نہیں ہیں وہ اللہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے دوری سکون و عافیت اور اطمینان قلب سے محرومی ہے۔ یہ محرومی صبر واستغناء کی لذت سے نا آشنا کر دیتی ہے۔ صبر واستغناء وہ تلوار ہے جس سے ہم مسائل و مشکلات اور عدم تحفظ کی زنجیریں کاٹ کر پھینک سکتے ہیں۔ جب کسی فرد کو صبر واستغناء کی دولت مل جاتی ہے تو اس پر سے مصائب و مشکلات کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور جب من حیث القوم صبر و استغناء کسی قوم کے مزاج میں رچ بس جاتا ہے تو معاشرہ سدھر جاتا ہے۔ قومیں حقیقی فلاح و بہبود کے راستوں پر گامزن ہو جاتی ہیں۔

یاد رکھئے!

سکون دل اور خوشی کوئی خارجی شئے نہیں ہے۔ یہ ایک اندرونی کیفیت ہے۔ جب اس اندرونی کیفیت سے ہم وقوف حاصل کر لیتے ہیں تو ہمارے اوپر اطمینان و سکون کی بارش برسنے لگتی ہے۔ بندہ اس ہمہ گیر طرز فکر سے آشنا ہو کر مصیبتوں، پریشانیوں اور عذاب ناک زندگی سے رستگاری حاصل کر کے اس حقیقی مسرت و شادمانی سے واقف ہو جاتا ہے جو اس طرز فکر کے حامل بندوں کا حق اور ورثہ ہے۔

آسمانی صحائف اور تمام الہامی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات محبت کے ساتھ پیدا کی ہے۔ تخلیق کائنات کے فارمولوں پر تفکر کیا جائے تو زندگی کا ہر شعبہ محبت اور خلوص کا پیکر نظر آتا ہے۔

www.ksars.org

انسان جس کے لئے یہ ساری کائنات بنائی گئی اس کی ساری زندگی ازل تا ابد دورخ پر قائم ہے۔ایک رخ وہ ہے جو انسان کو خالق کائنات سے قریب کرتا ہے اور دوسرا رخ وہ ہے جو بندہ کو اپنے خالق سے دور کردیتا ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے محبت کے ساتھ مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔ یہ بات محلِ نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے مخلوق کو محبت کے ساتھ تخلیق کیا یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا واحد ذریعہ محبت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والا جذبہ محبت کے خلاف نفرت ہے۔

قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نوع انسانی کے لئے مشعل راہ ہے۔ انبیاء کرام کا مشن یہ رہا ہے کہ اللہ کی مخلوق کی ذہنی تربیت اس نہج پر کریں کہ ان کے اندر آپس میں بھائی چارہ ہو ایثار ہو، خلوص ہو اور وہ ایک دوسرے سے محبت کریں۔

جس معاشرے میں محبت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ معاشرہ ہمیشہ پر سکون رہتا ہے اور جس معاشرے میں بیگانگی اور نفرت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اس معاشرے کے افراد ذہنی خلفشار اور عدم تحفظ کے احساس میں مبتلا رہتے ہیں۔

محبت سراپا اخلاص ہے۔ نفرت مجسم غیظ و غضب اور انتقام کے خدو خال پر مشتمل ہے۔ غصہ بھی نفرت کی ایک شکل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے جو لوگ غصہ کو کھاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے احسان کرنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ نفرت کا ایک پہلو تعصب بھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص تعصب پر جیا اور مرا وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی تعصب کرنے والا بندہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے محروم رہتا ہے۔

محبت چونکہ سکون اور اطمینانِ قلب کا ایک ذریعہ ہے اس لئے کوئی انسان جس کے اندر محبت کی لطیف لہریں دور کرتی ہیں وہ مصائب و مشکلات اور پیچیدہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے چہرے پر ایک خاص

www.ksars.org

کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بر عکس نفرت کی کثیف شدید اور گرم لہریں انسانی چہرہ کو جھلس دیتی ہیں بلکہ اس کے دماغ کو اتنا بوجھل پریشان اور تاریک کر دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ زندگی میں کام آنے والی لہریں مسموم اور زہریلی ہو جاتی ہیں۔ اس زہر سے انسان طرح طرح کے مسائل اور قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

نفرت سے پیدا ہونے والے امراض کی اگر تفصیل بیان کی جائے تو وہ بہت ہی بھیانک ہے۔

نفرت سے پیدا ہونے والی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق سے دور ہو جاتا ہے اور یہ دوری اسے اشرف المخلوقات کے دائرے سے نکال کر حیوانیت اور درندگی کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔ نفرت انسانی چہرہ کو مسخ کر دیتی ہے اور اس جذبہ شیطنت سے آدمی کے اندر جو بیماریاں جنم لیتی ہیں وہ سرطان، بھگندر اور فسچولہ ہیں اور ایسے لاعلاج متعدی امراض ہیں جن میں گرفتار ہو کر آدمی سسک سسک کر مر جاتا ہے۔

www.ksars.org

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ

حالات زندگی

ولادت......بمقام بغداد

وفات......بمقام بغداد ۲۹۷ھ

آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ آپ کے والد ماجد محمد بن جنید آبگینہ فروش تھے۔ مذہب طریقت میں آپ حضرت ستیان ثوری کے متبع تھے۔ حضرت سی مقطی کے رشتے میں بھانجے بھی تھے اور مرید بھی۔

آپ قطبِ وقت، منبعٔ اسرار، مرقعِ انوار، سلطانِ طریقت، بادشاہِ حقیقت تھے۔ انواع عالم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے اور معاملات وریاضات میں مفتی کامل تھے۔ حکمات لطیف اور اشارات عالی میں سب پر سبقت رکھتے تھے۔ سب کا آپ کی امامت پر اتفاق ہے۔ سید الطائفہ آپ کا لقب اور مقتدہ سے اہل تصوف ہیں۔ شریعت طریقت اور حقیقت میں انتہا پر پہنچے ہوئے تھے۔ عشق وزہد میں بے نظیر تھے اور مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے تمام مشائخ کے مرجع تھے۔ آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ علم اشارات سب سے پہلے آپ ہی نے پھیلایا۔ بار بار دشمنوں اور حاسد لوگوں نے آپ پر کفر اور زندقہ کا فتویٰ لگایا۔ آپ کا درجہ اپنے مرشد سے بھی بڑھ کر تھا۔ جس کا اعتراف خود سری مقطی نے بارہا فرمایا۔

ایک دن کی بات ہے کہ کسی نے حضرت سری مقطی سے دریافت کیا۔ کیا ایسا بھی ہے کہ کوئی مرید درجے میں اپنے پیر ومرشد سے سبقت لے جائے۔ فرمایا۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ جنید بغدادی مرتبہ میں مجھ سے خائف ہے۔ خلیفہ بغداد نے ایک دفعہ ردیم کو بے ادب کہہ کر خطاب کیا۔ ردیم نے اس کے رد میں کہا کہ میں کیسے بے

www.ksars.org

ادب ہو سکتا ہوں، میرا نصف دن تو سدا الطائفہ حضرت جنید بغدادی کی صحبت میں گزرتا ہے۔ میں بے ادبی کا کیسے ارتکاب کر سکتا ہوں۔

شیخ ابو جعفر حداد نے فرمایا ہے کہ اگر عقل مرد ہوتی تو اس کی شکل وشباہت بالکل جنید جیسی ہوتی۔
حضرت جنید پورے ۳۰ سال تک ایک پاؤں پر کھڑے رہ کر ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت آجاتا اور عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرماتے۔ آپ فرماتے تھے کہ تیس سال تک اللہ تعالیٰ نے حضرت جنید کی زبان میں گفتگو کی ہے اور کسی کو اس کا علم تک بھی نہیں ہوا۔ نیز فرمایا ایک دن میرا دل پہلو سے غائب ہو گیا۔ میں نے خدا سے عرض کیا یا اللہ میرا دل لوٹا دے۔ جواب ملا کہ ہم اپنے جنید کے پاس تیرا دل لے گئے تھے کہ تو ہماری میت میں رہے تو پھر یہ کیوں مطالبہ کرتا ہے کہ تیرا دل ہمارے غیر سے رشتہ جوڑے (جنید کی یاد کو خدا نے اپنی یاد قرار دیا ہے)۔

روایات میں آتا ہے کہ کسی بزرگ نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا، اس عالم میں کہ آپ تشریف فرما ہیں اور حضرت جنید خدمت میں حاضر ہیں۔ اس اثناء میں کسی شخص نے حاضر ہو کر فتویٰ طلب کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ فتویٰ جنید سے لو۔ اس شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ کی موجودگی میں دوسرے سے فتویٰ کیوں لوں۔ ارشاد فرمایا کہ انبیاء کو جس طرح اپنی اپنی امت پر ناز ہے مجھے اپنے جنید پر فخر ہے۔

روح پرور واقعات

ایک رات آپ تہجد کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے کہ یا الٰہی مجھے بتادے کہ جنت میں میرا ساتھی اور مصاحب کون ہو گا۔ غیب سے صدا آئی کہ فلاں جگہ جائیں وہاں پر آپ کو ایک چرواہا ملے گا۔ وہ آپ کا جنت میں ساتھی ہو گا۔ حضرت جنید بغدادی صبح کو اس چرواہے کی تلاش میں نکل پڑے۔ آخر کار اس کو مقررہ جگہ پر تلاش کر لیا۔ جب اس سے ملاقات ہو گئی تو دو تین دن آپ اس کے ساتھ رہے۔ اس کا حال دیکھنے کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس چرواہے سے دریافت کیا۔ بھائی میں نے دیکھا ہے کہ سوائے پانچ وقت نماز پڑھنے کے تم ایسا کوئی کام نہیں کرتے جو اس قدر قبولیت کا باعث ہو۔ شاید یہ بلند درجہ تمہیں تمہارے کسی باطنی عمل کی وجہ سے ملا

www.ksars.org

ہے۔ چرواہانے مسکرا کر کہا۔ حضرت میں ایک جاہل آدمی ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ معاملہ کس کو کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے۔ میں تو ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔ البتہ میرے اندر دو خصلتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا کر دے اور انہیں میرے قبضے میں دیدے اور پھر یہ سب میرے ہاتھ سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے چلے جانے کا کوئی رنج و غم نہ ہو گا۔ دوسری یہ کہ کوئی میرے ساتھ وفا کرے یا جفا میں اس سے کوئی اثر قبول نہیں کرتا کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو رہا ہے۔ بندہ بیچارہ تو صرف ایک ظاہری سبب ہے۔ حضرت میں نے اپنا کام اپنے محبوب رب کے حوالہ کر دیا ہے۔ خواہ وہ مجھے زندہ رکھے یا مار ڈالے۔ اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ چرواہے کا یہ جواب سن کر حضرت جنید بغدادی کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ شخص جنت میں میرا کیوں ساتھی بنایا گیا ہے۔

خلیفہ وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے درباری ہمیشہ حضرت کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے اور خلیفہ کے رُوبرُو حضرت کی کرامات کو کرشمہ سازی اور عوام کی گرویدگی کو حکومت کے خلاف بتلاتے تھے۔ خلیفہ کو بھی تشویش ہوئی اور اس نے حضرت کی آزمائش کے لئے ایک ترکیب سوچی۔ اپنی ایک منتخب حسین و جمیل کنیز سے کہا جو حسن و جمال اور علم و فضل میں یگانہ روز گار تھی کہ وہ بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ ہو کر حضرت کے پاس جائے اور بے نقاب ہو کر ان کے قدموں پر سر رکھ دے اور ان سے کہے کہ میرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہے مگر میرا دل دنیا سے بیزار ہو گیا ہے۔ اب میں آپ کی کنیز بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے قدموں میں جگہ دیجئے۔ اس طرح وہ حضرت جنید کو اپنی جانب مائل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ کنیز نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور ایک خدمت گار کے ہمراہ حضرت کے حجرے پر پہنچی تو حضرت کو یادِ الٰہی میں مستغرق پایا۔

خدمت گار نگاہوں سے اوجھل کھڑا رہا۔ حضرت نے یہ معلوم کرنے کے لئے کون شخص حجرے میں داخل ہوا ہے۔ نگاہ اوپر اٹھائی لیکن فوراً ہی ایک نوخیز مہ جبین کو دیکھ کر سر جھکا لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ کنیز نے انتہائی شائستگی اور تہذیب کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا اور جب حضرت سے اپنے عشق کا حال کہنا شروع کیا تو حضرت نے سر اٹھایا۔ دو مرتبہ آہ آہ زبان سے فرمایا اور اس کنیز پر ایک نظر ڈالی وہ زمین پر گر پڑی اور فوراً اس کا دم نکل گیا۔ خلیفہ کو خبر

www.ksars.org

ہوئی تو بڑا پشیمان ہوا اور حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔ آپ نے ایسی خوبصورت کنیز کو مار ڈالا۔ فرمایا۔ امیر المومنین کیا آپ مسلمانوں سے ایسا ہی سلوک کرنا چاہتے تھے۔ آپ میری ۴۰ سالہ ریاضت تباہ کرنا چاہتے تھے۔ خلیفہ نے معافی چاہی اور آپ کی مقبولیت عام ہو گئی۔

حضرت جنید بغدادی ایک روز مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے آکر عرض کیا۔ آپ کا وعظ شہر میں ہی کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کوئی اثر دکھاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے بتاؤ۔ اس شخص نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل میں راگ رنگ میں مصروف ہیں۔ شراب کا دور چل رہا ہے۔ یہ سن کر آپ اسی وقت منہ پر کپڑا لپیٹ کر جنگل کی طرف چل دیئے۔ جب قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ بھاگو مت۔ میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں۔ اس واسطے آیا ہوں شہر میں تو ہم پی نہیں سکتے۔ لاؤ کچھ ہو تو ہمیں بھی پلاؤ۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ بھی پیا کرتے ہیں تو ہم آپ کو ہمیشہ پلایا کرتے۔ افسوس اس وقت شراب بالکل نہین بچی۔ فرمایئے تو شہر سے منگا دی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ تمہیں کوئی ایسی بات معلوم نہیں کہ شراب خود بخود آجایا کرے......وہ بولے۔ یہ کمال تو ہم میں نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آؤ میں تم کو اس کی ترکیب بتاتا ہوں۔ اول تم سب لوگ نہاؤ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔ آپ کی ہدایت کے مطابق سب نے غسل کیا، کپڑے دھوئے اور پاک صاف ہو کر آموجود ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ تم سب لوگ دو رکعت نماز پڑھو۔ یہ سب لوگ جب نماز میں مشغول ہوئے تو آپ نے خدا سے دعا کی یا اللہ میرا اتنا ہی اختیار تھا۔ آپ کے حضور میں انہیں کھڑا کر دیا۔ آگے آپ کو اختیار ہے ان کے ساتھ جیسا سلوک کر۔ حق تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے وہ سب لوگ اپنے زمانے کے کامل ولی بن گئے۔

آپ ابتدائی دور میں فنون سپہ گری اور پہلوانی میں شہ زور یکتائے روزگار اور دور دور تک مشہور تھے۔ ایک روز ایک شخص نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں آپ کے پہلوان جنید سے لڑنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ تم ان سے کیا مقابلہ کر سکتے ہو۔ ہمارا پہلوان بہت زبردست طاقتور آدمی ہے۔ تم دبلے پتلے آدمی ہو۔ تمہیں ان سے کیا نسبت۔ مگر وہ شخص نہ مانا اور برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر کار بادشاہ کے حکم سے کشتی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ جس وقت یہ

www.ksars.org

دونوں پہلوان اکھاڑے میں اترے اور حضرت جنید نے اپنے مقابل کی گرفت کی تو اس شخص نے چپکے سے حضرت جنید کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں، محتاج ہوں، آپ کو اختیار ہے کشتی شروع ہو گئی۔ حضرت جنید لڑتے لڑتے گر پڑے۔ شور وغل بپا ہو گیا۔ بادشاہ نے دوبارہ سہ بارہ کشتی کرائی۔ دونوں مرتبہ حضرت جنید پھر پچھڑ گئے۔ بادشاہ نے اس شخص کو انعام دے کر رخصت کیا اور حضرت جنید کو بلا کر پوچھا۔ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ حضرت جنید نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ آپ نے سید کی عزت کے مقابلے میں اپنی ذلت گوارا کی۔ درحقیقت آپ بڑے پہلوان ہیں، بہادر ہیں۔ اسی شب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت جنید سے فرمایا۔ شاباش جنید تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔ اگلے روز صبح ہی آپ نے شاہی ملازمت ترک کر کے فقراء کی جستجو شروع کر دی۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری مقطی سے بیعت ہوئے اور بلند مرتبہ پر پہنچے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اخلاص میں نے ایک حجام سے سیکھا۔ مکہ معظمہ میں ایک حجام ایک شخص کے بال درست کر رہا تھا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی راہ پر میرے بال درست کر دو۔ حجام نے اس آدمی کو جس کی وہ حجامت بنا رہا تھا کہا کہ ذرا تم علیحدہ ہو جاؤ۔ جب اللہ کا نام آ گیا تو پھر سب سے پہلے اللہ کا کام کرنا چاہئے۔ پھر مجھ کو بٹھا کر پہلے میرے سر کو بوسہ دیا پھر میری حجامت کر کے ایک کاغذ دیا۔ جس میں چاندی کے ٹکڑے تھے اور کہا اس کو اپنی حاجتوں میں صرف کرو۔ اس دن سے میں نے عہد کیا کہ اول جو فتوح مجھے ہو گی تو اسی حجام کو دوں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی میرے پاس آئی۔ وہ تھیلی لے کر میں حجام کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ میں نے اپنی نیت اور عہد کا ذکر کیا۔ اس نے کہا مرد خدا شرم نہیں آتی اللہ تعالیٰ کے نام پر کام کرنے کے عوض مجھ کو معاوضہ دیتے ہو۔

روحانی توجیہہ

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر و باطن دکھ یا سکھ میں ہر طرح خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہئے۔

www.ksars.org

اس قول کی روحانی توجیہہ مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی اس طرح بیان کرتے ہیں:

عام مشاہدہ یہ ہے کہ سکھ ہو یا چین، مصیبت ہو یا پریشانی، لڑکپن ہو یا جوانی، ہر چیز پر موت حاوی ہے۔ غور کیا جائے تو زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات میں انسان سب سے زیادہ مظلوم اور مصیبت زدہ ہے۔ موت جب اس کے سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے تو انسانی زندگی کی ساری جدوجہد بے کار محض دکھائی دیتی ہے۔ انسان زندہ رہتا ہے اور زندگی میں اتنے دکھ جھیلتا ہے کہ جب دکھ اور سکھ کے اعداد و شمار جمع کئے جاتے ہیں تو ساری زندگی دکھوں کا ایک لا متناہی سلسلہ نظر آتی ہے۔ آدمی برہنہ پیدا ہوتا ہے اور برہنہ چلا جاتا ہے اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں سے آیا، کیوں آیا اور کہاں چلا گیا۔ خبر متواتر ہمیں بتاتی ہے کہ انسان عدم سے وجود میں آیا اور پھر عدم میں چلا گیا یعنی انسان کی تمام جدوجہد ہر قسم کی کوشش، زندہ رہنے والی تگ و دو سب عدم ہے۔ زندگی ایک پروگرام کے تحت آدم زاد کو وسائل اور خورد و نوش کے ساتھ متحرک رکھتی ہے۔ آدم زاد جانوروں کو کھلا پلا کر موٹا تازہ کرتا ہے اور ذبح کر کے کھاجاتا ہے۔ جس طرح آدم زاد جانوروں کو کھاتا ہے اسی طرح موت آدم زاد کو کھا لیتی ہے۔

زندگی سے مردانہ وار لڑ کر فتح یاب ہونے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ انسان جدوجہد اور کوشش کی حقیقت سے واقف ہو جائے۔ واقفیت یہ ہے کہ زندگی ایک روٹین (Routine) میں گزار دی جائے۔ روٹین یہ ہے کہ ہم سانس لیتے ہیں۔ لیکن کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہم سانس لے رہے ہیں۔ پلک جھپکتی رہتی ہے لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ پلک جھپک رہی ہے۔

حقیقی طرز فکر یہ ہے کہ کسی سے توقع نہ رکھی جائے اس لئے کہ جو بندہ کسی سے توقع نہیں رکھتا وہ ناامید بھی نہیں ہوتا۔ امیدیں توازن کے ساتھ کم سے کم رکھنی چاہئیں اور ایسی ہونی چاہئیں جو آسانی کے ساتھ پوری ہوتی رہیں۔

www.ksars.org

آسمانی کتابوں کے مطابق سکون حاصل کرنے کا موثر طریقہ یہ ہے کہ انسان غصہ نہ کرے اور کسی بات پر پیچ و تاب نہ کھائے۔ عملی جدوجہد میں کوتاہی نہ برتے اور نتیجہ کے اوپر نظر نہ رکھے۔ زمین پر بسنے والی نوعیں زندگی کے جن اصولوں پر کاربند ہیں ان کا مطالعہ کرے۔

عارضی (Fiction) زندگی کی اکائیوں کو یک جا کر لیا جائے تو شہادت فراہم ہوتی ہے:

قانون فطرت میں کہیں جھول نہیں ہے۔ ہر چیز وقت کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ وقت جس طرح چابی دیتا ہے شئے حرکت میں آ جاتی ہے۔ وقت اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے تو چابی کھلونے میں ختم ہو جاتی ہے۔ کل پرزے سب ہوتے ہیں لیکن قوت (Energy) باقی نہیں رہتی۔ وقت (Time) قوت کا مظاہرہ ہے۔ قوت ایک توانائی ہے۔ ایک مرکز ہے اور اسی مرکز کو آسمانی کتابیں قدرت کے نام سے متعارف کراتی ہیں۔ قدرت قائم بالذات ہے۔ ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے جس نقطہ کے ساتھ پوری کائنات کے افراد بندھے ہوئے ہیں۔ وجود اور عدم وجود دونوں اس میں گم ہیں۔

انسان جب اس مرکزی نقطہ سے اپنا رشتہ تلاش کر لیتا ہے تو دنیا (Fiction) سے اس کی ساری توقعات ختم ہو جاتی ہیں اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو مسرتیں اس کے گرد طواف کرتی ہیں۔ اور موت کی آنکھ اسے مامتا کی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ اس کے قریب آنے سے پہلے دستک دیتی ہے اور اجازت کی طلب گار ہوتی ہے۔

اقوال وارشادات

۱۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک ہاتھ سے قرآن اور دوسرے سے سنت رسول ﷺ نہ پکڑ لو اس راستہ پر نہ چلو تاکہ نہ شبہات کے گڑھوں میں گرد اور نہ بدعت کی تاریکی میں مبتلا ہو سکو۔

۲۔ قیل و قال اور جنگ و پکار سے یہ درجہ مجھ کو نہیں ملا بلکہ بھوک پیاس نیند اور ترک دنیا سے ملا ہے۔

۳۔ انسان کا سینہ خدا تعالیٰ کا حرم خاص ہے۔ اس میں اس کے سوا کسی اور کو جگہ نہ دو۔

www.ksars.org

۴۔ عالم لوگوں کا علم دو حرفوں میں ہے تصحیحِ ملت اور تحریرِ خدمت۔

۵۔ جس کی زندگی نفس سے ہے اس کی موت جان نکلنے سے ہے مگر جس کی زندگی خدا تعالیٰ سے ہے۔ وہ طبعی زندگی سے اصلی زندگی کی طرف انتقال کرتا ہے۔

۶۔ جو آنکھ حق تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو نہ دیکھے۔ اس کا اندھا ہونا بہتر ہے اور جو زبان ذکر حق میں مصروف نہ ہو اس کا گونگا ہونا اچھا ہے اور جو کان حق بات نہ سنے اس کا بہرہ ہونا اچھا ہے اور جو بدن اس کی خدمت نہ کرے اس کا مر جانا بہتر ہے۔

۷۔ جس شخص نے اپنے عمل پر اعتبار کیا۔ اس کا پاؤں ڈگمگا جاتا ہے جس نے اپنے مال پر بھروسہ کیا وہ نقصان میں پڑ گیا۔ جس نے خدا پر بھروسہ کیا وہ عزت اور بزرگی والا بن گیا۔

۸۔ ایک بار لوگوں نے سوال کیا۔ مراقبہ اور حیا میں کیا فرق ہے؟ فرمایا۔ مراقبہ غائب کا انتظار ہے اور حیا حاضر سے ندامت کا نام ہے۔

۹۔ ظاہر و باطن میں ہر طرح خدا کی رضا پر راضی رہنا۔

۰۱۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری محبت کے ساتھ اقتداء کرنا۔

۱۱۔ فتوت یہ ہے کہ درویشوں کا امتحان نہ لیا جائے اور اسیروں سے جھگڑا نہ کیا جائے۔

۲۱۔ جوانمردی یہ ہے کہ اپنا بوجھ دوسرے پر نہ رکھو اور جو کچھ پاس ہو اس کو خرچ کر دو۔

۳۱۔ تواضع یہ ہے کہ جہاں والوں پر تکبر نہ کرو اور حق تعالیٰ پر مطمئن رہ کر سب سے مستغنیٰ ہو جاؤ۔

۴۱۔ نیک عادت فاسق کی صحبت، بدخو عالم کی صحبت سے اچھی ہے۔

www.ksars.org

۵۱۔ روزہ نصف طریقت ہے۔

www.ksars.org

حضرت سید عبد القادرؒ جیلانی غوث الاعظم

حالات زندگی

ولادت......بمقام گیلان (ایران) یکم رمضان ۴۷۰ھ

وفات......بمقام بغداد (عراق) ۱۷ ربیع الثانی ۵۶۱ھ

شیخ المشائخ اور شریعت میں امام الائمہ۔ آپ کا نام شیخ عبدالقادر محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ قصبہ گیلان واقع ملک ایران یکم رمضان ۴۷۰ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ سید حسنی و حسینی ہیں۔ حضور کی ولادت کے وقت والدہ ماجدہ کا سن مبارک ساٹھ برس کا تھا اور یہ پہلی کرامت اس ذات عالی کی قدرت نے اسباب پرستوں اور عقل کے گرفتاروں کو دکھائی تھی کہ جس عمر کو اولاد سے مایوس ہونے والا کہا جاتا ہے۔ آپ کا قد میانہ تھا۔ رنگ گندمی، نحیف و نازک بدن، چہرہ شگفتہ، ریش مبارک گھنی، آواز پر اعجاز کلام پر تاثیر، دل میں خشوع و خضوع اور درد تھا۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ تمام تذکروں اور کتابوں میں بیان ہے کہ حضور غوث پاک کی شیر خوارگی کے زمانہ میں رمضان شریف آیا تو آپ نے دن کے وقت دودھ پینا چھوڑ دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ سے روایت کی ہے کہ میں نے کئی بار کوشش کی مگر انہوں نے دن کو نہ پیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی کنیت ام الخیر ہے۔ اور نام ولقب امتہ الجبار فاطمہ بنت شیخ عبداللہ صومعی ہے جو گیلان میں اپنے وقت کے شیخ مقتدار اور مستجابہ الدعوات بزرگ گزرے ہیں۔ آپ خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ ان پر خداوند قدوس کی بڑی عنایات تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی پاک نفس صالحہ اور کمالات باطنی کی حامل تھیں، گھر میں بسر اوقات کے لئے کچھ اثاثہ نہ تھا۔ والدہ، بہن، خود اور ایک لونڈی چار کھانے والے تھے۔ والدہ سوت کات کر فروخت کرتیں تو گزارہ ہوتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا کہ سوت فروخت نہ ہوتا اس کی آمدنی کفایت نہ تو فاقہ پیش آتا۔ جس دن فاقہ ہوتا والدہ صاحبہ فرماتیں "بابا نظام آج خدا کے مہمان ہیں۔" اس فقرہ کو سن کر معصوم بچہ بہت

www.ksars.org

خوش ہوتا اور بھوک کی شکایت اس کی زبان پر نہ آتی بلکہ آرزومند رہتا کہ پھر فاقہ پیش آئے تاکہ اماں سے خدا کی مہمانی کا لفظ سنوں۔ چنانچہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ جب کئی دن برابر روٹی ملتی رہتی تو دل میں ارمان ہوتا تھا کہ فاقہ ہو اور اماں خدا کی مہمانی کا ذکر کریں۔

آپ اٹھارہ سال کے تھے کہ جیلان سے عازم بغداد ہوئے اور ۴۸۸ھ میں بمقام بغداد حصول علم میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن حکیم حفظ کیا۔ پھر فقہ و حدیث اور دیگر دینی علوم سے فراغت حاصل کی۔ کچھ ہی دنوں میں آپ اپنے دوسرے ساتھیوں پر سبقت لے گئے اور ان سب پر آپ کو فضیلت حاصل ہوگئی۔ ۵۲۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کی بموجب آنحضرت کا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا گیا۔ اس کے بعد سے آپ نے منبر رسول پر وعظ و تلقین اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کی نظر تمام علوم پر تھی اور ہر علم سے متعلق آپ کلام فرماتے تھے۔ وعظ کے دوران آپ فرمایا کرتے تھے۔

اے اہل آسمان و زمین آؤ اور میری بات دھیان سے سنو اور مجھ سے کچھ سبق لو۔ میں اس روئے زمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں۔ آؤ میری مجلس وہ مجلس ہے جہاں خلعتیں بخشی جاتی ہیں اور خداوند قدوس میرے قلب پر اپنی تجلی کا پرتو ڈالتا ہے۔

آپ کی مجلس وعظ میں ستر ستر ہزار کی تعداد میں سامعین شریک ہوتے تھے اور چار چار سو اشخاص آپ کا کلام نقل کرتے جاتے تھے۔ جب مجلس اختتام کو پہنچتی تو شدت تاثر اور وجد و ذوق کے عالم میں دو تین اشخاص جاں بحق تسلیم ہو جاتے تھے۔ آپ کا کلام حقائق و معارف سے لبریز ہوتا تھا۔ شیخ ابو سعید قیلوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی مجلس وعظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام اور جن و ملائکہ کو قطار بہ قطار اور صف بہ صف دیکھا ہے۔

www.ksars.org

روح پرور واقعات

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق ایک روایت ہے کہ جن دنوں شکم مادر میں تھے، ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ ایک باغ میں تفریح فرما رہی تھیں۔ آپ کے ساتھ آپ کی کنیزیں بھی تھیں، باغ میں سیب کا ایک درخت تھا۔ جس پر بڑے خوشنما اور خوش ذائقہ سیب لگے ہوئے تھے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے ایک سیب کو توڑنا چاہا۔ چونکہ وہ بلند تھا آپ کا ہاتھ نہ پہنچا۔ خدمت گار سے فرمایا کہ چوکی لائے۔ جب خادم چوکی لائے تو حضرت کی والدہ ماجدہ نے اس پر چڑھ کر سیب توڑنے کو ہاتھ بڑھایا لیکن اس وقت درد جگر اٹھا اور وہ بے تاب ہو کر چوکی پر سے گر پڑیں۔ کنیزوں نے جب یہ دیکھا تو شور مچایا۔ اتنے میں ایک کالا سانپ درخت پر سے گرا۔ اس کو دیکھ کر حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی والدہ ماجدہ کو سکون ہوا۔ کہ یہ حکمت الٰہی تھی اگر ان کا ہاتھ وہاں جا پہنچتا تو ضرور سانپ ڈس لیتا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت اپنی والدہ کی آغوش میں کھیل رہے تھے کہ حضرت کی والدہ ماجدہ نے حضرت کے منہ پر ایک طمانچہ مارا تو حضرت نے والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ آج اس گستاخی کی سزا مل گئی ہے جو میں نے آپ کے شکم میں ہوتے ہوئے کی تھی۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے دریافت فرمایا کہ جان مادر تم سے کیا غلطی ہوئی تھی؟ تو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ آپ کو یاد ہو گا جب آپ سیب توڑنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا رہی تھیں۔ تو اس وقت میں نے آپ کے جگر میں زور سے ناخن مار دیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ درد سے بے قرار ہو گئی تھیں۔

ایک عفت ماب خاتون مریدہ تھیں۔ اس خاتون کو جہاں خدا نے عصمت اور پاکدامنی کے جوہر سے نوازا تھا وہیں حسن و جمال کے نور سے بھی زینت دی تھی۔ اس پر ایک فاسق و فاجر شخص فریفتہ تھا اور اس کی ہر ممکن کوشش بھی تھی کہ خلاف شریعت اس سے ملاقاتیں ہونے لگیں لیکن اس عفیفہ کا زہد و تقدس اس کے ارادے کی راہ میں حائل تھا۔ اتفاقاً ایک دن یہ خاتون کسی ضرورت سے جنگل کی طرف گئی اور کسی طرح اس شخص کو بھی پتہ چل گیا کہ وہ فلاں جنگل میں گئی ہے۔ یہ بھی تعاقب میں روانہ ہو گیا چنانچہ ایک جگہ پہنچا اور اس نے دست درازی کا ارادہ کیا تو اس نے حضرت شیخ جیلانیؒ کی طرف توجہ کی اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے۔ غصے سے بے تاب ہو گئے اور اپنی کھڑاؤں کو اشارہ

www.ksars.org

کر کے فرمایا۔ جاؤ اس عفیفہ خاتون کی حفاظت کرو اور اس بدکار شخص کو خوف خدا سے ڈراؤ۔ آپ کا یہ حکم پاتے ہی کھڑاویں اڑ کر وہاں پہنچیں اور اس مرد خبیث اور نامردار کے سر پر پڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ اس کا سر پھٹ گیا اور جب وہ اس کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تو وہ خاتون آپ کے ان کھڑاؤں کو لے کر حاضر خدمت ہوئی اور آپ کی نیاز مندی عقیدت اور خدا کے فضل و کرم کے گیت گاتی ہوئی عفت و عصمت کی دولت کو صحیح و سالم لے کر اپنے گھر چلی گئی۔

ایک خلیفہ بغداد نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور ساتھ ہی اشرفیوں کی ۱۰ دس تھیلیاں بھی پیش کیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ جب خلیفہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی کو اپنے ہاتھ میں اور ایک کو بائیں ہاتھ میں اٹھالیا۔ پھر جب ان کو دبایا تو ان میں سے خون ٹپکا۔ فرمایا۔ اے ابو المظفر! خدا سے تجھے شرم آنی چاہئے کہ تو مخلوق کا خون چوستا ہے۔ اور اپنے اوپر ذمہ داری عائد کر لیتا ہے اور پھر میرے پاس آیا ہے۔ خلیفہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اسے سرور کونین سے نسبت نہ ہوتی تو میں اس کو اتنا نچوڑتا کہ یہ خون بہہ کر اس کے محل تک بہتا ہوا چلا جاتا۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک چور حضرت غوث الاعظم کے مکان میں گھس گیا۔ اس کی بصارت زائل ہو گئی اور مکان سے کچھ بھی نہ لے سکا۔ اس اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے دوست ایک ابدال کا انتقال ہو گیا ہے۔ جس کے بارے میں آپ کا اذن ہو اسے منصب پر فائز کر دیا جائے۔ فرمایا۔ ہمارے گھر میں ایک شخص بڑی شکستہ دلی اور محرومی کے عالم میں ہے اور اسے لے آؤ۔ اسے ابدال کی جگہ مقرر کرنا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسے گھر سے باہر لائے اور حضرت غوث الاعظم کے حضور میں پیش کیا۔ آپ کی ایک ہی نظر اس پر پڑی تھی کہ وہ بینا ہو گیا۔ آپ نے اسے بکمال اعزاز منصب ابدالیت سونپا۔ آپ کے دولت خانہ میں متاع عرفان کے سوائے اور تھا کیا۔ جسے چور چرا کر لے جاتا جو کچھ لینے کی نیت سے آیا تھا چنانچہ آپ نے اسے اس کی خواہش اور توقع سے زیادہ عطا فرمایا یعنی مقام ہدایت پر فائز کر دیا۔

www.ksars.org

بیان کیا جاتا ہے کہ اقطاب و ابدال اور اوتار کا تقرر اور ان کی معذولی آپ کے اختیار میں تھی جس کسی کو چاہتے ہیں اس کے عہدہ سے برطرف فرمادیتے اور اس کی جگہ دوسرے کا تقرر فرمادیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک ابدال کا انتقال ہوا تو قسطنطنیہ سے ایک کافر کو طلب کیا اور اس کی مونچھیں ہلکی کرکے اس کا نام محمد رکھ دیا۔ اپنا عمامہ اس کے سر پر باندھا اور اسے ابدالوں کی جماعت میں شامل کر دیا۔

حضور غوث پاکؒ اٹھارہ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کی اجازت سے بغرض تکمیل تعلیم بغداد تشریف لے جانے لگے تو والدہ ماجدہ نے چالیس اشرفیاں ان کی صدری استر ابدلی کے اندر چھپا کر سی دیں اور ان کو سچ بولنے کی نصیحت کرکے رخصت کر دیا۔ راستہ میں ڈاکہ پڑا، سارا قافلہ لٹ گیا۔ ایک ڈاکو نے ان سے پوچھا کہ تیرے پاس بھی کچھ ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس اشرفیاں ہیں جو صدری کے اندر سلی ہوئی ہیں۔ اس ڈاکو کو بہت تعجب ہوا کہ اس لڑکے نے مال کا اقرار کیوں کر لیا۔ چوروں سے ہر شخص دولت کو چھپایا کرتا ہے۔ وہ ڈاکو حضور کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ آپ نے سردار کے پوچھنے پر بھی اشرفیوں کا حال سچ سچ بیان کر دیا۔ سردار حیران ہو کر بولا تم نے ہم لٹیروں کا خوف نہ کیا۔ تم دیکھتے نہیں کہ ہم قزاق ہیں جو مال ملتا ہے لوٹ لیتے ہیں۔ پھر تم نے ان اشرفیوں کا بھید مخفی کیوں نہ رکھا۔ حضور نے فرمایا۔ والدہ نے چلتے وقت سچ بولنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ میں مخفی کیسے رکھتا؟ یہ سنتے ہی ڈاکوؤں کا افسر رونے لگا اور اس نے کہا کہ یہ لڑکا اپنی والدہ کے حکم پر اتنا چلتا ہے اور میں خدا کے حکم سے غافل ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے حضور کے ہاتھ پر توبہ کی اور لوٹ کا سب مال قافلہ کو واپس کر دیا۔ اس کے ہمراہی بھی سب کے سب تائب ہوگئے۔ یہ پہلی توبہ تھی جو حضور کے ہاتھ پر ہوئی۔

خود حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ میں عراق کے جنگلوں میں ۵۲ برس تک اکیلا پھرتا رہا۔ رات دن یاد حق کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ سالہا سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ بے شمار راتیں آنکھوں میں گزر گئیں اور میں نے پلک نہ جھپکنے دی۔ نیند کا غلبہ ہوتا تو پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور نفلوں میں پورا قرآن شریف ختم کر دیتا۔ یہ تو برسوں ہوا ہے۔ میں نے رات کی نماز میں کھڑے کھڑے قرآن ختم کیا۔ ایک دفعہ نیند نے بہت ستایا۔ دل نے کہا تھوڑی دیر آرام کر لو پھر تازہ دم ہو کر عبادت کرنا مگر میں نے ذرا پرواہ نہ کی اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سویا۔ میں نے رفتہ رفتہ مجاہدہ

www.ksars.org

کی عادت ڈالی تھی۔ پہلے ایک سال تو میں مدائن کے کھنڈرات میں مقیم رہا۔ وہاں میری معاش یہ تھی کہ جنگل میں جو بھی پھل مل جاتا اس کو کھالیتا اور رات دن عبادت کرتا رہتا۔ ایک دفعہ سردی کا موسم تھا۔ سردی ایسی سخت تھی کہ میں برداشت نہ کر سکا اور مجبوراً کسریٰ کے ویران محل کے اندر چلا گیا تاکہ سردی سے جسم محفوظ ہو جائے۔ اس حالت میں مجھ کو غسل کی ضرورت ہوئی تو باہر نکلا اور شطر العرب (دریا) میں نہایا۔ اتفاق کی بات اسی رات متعدد مرتبہ یہی حالت پیش آئی کہ جہاں ذرا آنکھ لگی اور نہانا ضروری ہو گیا مگر میں نے ایک مرتبہ بھی کاہلی نہ کی اور ہر دفعہ بیدار ہو کر غسل کر لیا۔ آخر میں نے سونے کا خیال ہی چھوڑ دیا اور نیند سے بچنے کے لئے محل کی چھت پر چڑھ کر نماز شروع کر دی۔ گو سردی کے سبب یہ بات اس وقت بہت دشوار معلوم ہوتی تھی۔

حضور کے فرزند حضرت عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ والدہ ماجدہ حج کے سفر پر تشریف لے گئے۔ خدام کا بڑا مجمع ساتھ تھا۔ راستہ میں ایک آبادی کے قریب شام ہوئی تو آپ نے حکم دیا۔ اس بستی میں تلاش کرو کہ سب سے زیادہ مفلس اور غریب کون ہے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ ایک گھر بہت نادار ہے۔ جس میں دو بوڑھے محتاج عورت اور مرد اور ایک بچہ ہے۔ حضور خود اس مکان پر تشریف لے گئے اور ان دونوں سے پوچھا تمہارے مکان پر ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا بسر و چشم مکان حاضر ہے مگر ہم خدمت کے لائق نہیں ہیں۔ آپ وہاں خدام سمیت ٹھہر گئے تو بستی کے مشائخ اور دولت مندوں کو حال معلوم ہوا۔ وہ سب دوڑے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے مکانوں پر تشریف لے چلئے۔ یہ جگہ آپ کے ٹھہرنے کے قابل نہیں مگر حضرت نے کسی کی التجا قبول نہ فرمائی۔ آخر ان لوگوں نے دعوت کا سامان اسی جگہ لا لا کر جمع کر دیا۔ غلہ، بکریاں، سونے چاندی وغیرہ کا ڈھیر لگ گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اس سے کچھ بھی نہ لوں گا نہ میرے ہمراہی کچھ لیں گے۔ یہ سب اسی غریب گھرانہ کا حق ہے۔ جس کے ہم مہمان ہیں۔ چنانچہ آپ نے ہمراہیوں سمیت کچھ تناول نہ فرمایا اور دولت واجناس کا وہ سب انبار اس غریب گھرانہ کو دے کر آگے روانہ ہو گئے۔

www.ksars.org

تصنیفات و تالیفات

فتوح الغیب اور غنیتہ الطالبین مشہور کتابیں ہیں۔ غنیتہ الطالبین میں مسائل فقہ، صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کا بیان ہے اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے عقائد کی تشریح ہے اور اہل سنت کے عقائد کے بموجب ہر گمراہ فرقہ کی تردید ہے۔ پیر مرید کے آداب حقوق العباد آداب سماع اور ان تمام امور کا ذکر ہے جن کی سالک کو ضرورت پڑتی ہے۔

گویا یہ کتاب شریعت و طریقت کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔ فتوح الغیب میں ترک و تجرید، فنا و بقا، محجوب و محبوب اور امراض قلب و نفسی کے علاج کا بیان ہے۔ یہ بھی طلب گاران سلوک کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔

تلقین طریقت

آپ نے فرمایا جس پیر میں یہ پانچ اوصاف نہ ہوں وہ دجال ہے پیر نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ پیر ظاہری شریعت کا عالم ہو۔ دوسرے علم حقیقت جانتا ہو۔ تیرے اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے برتاؤ کرتا ہو اور مسافروں کو کھانا کھلاتا ہو۔ چوتھے غربا اور بے حیثیت آدمیوں کے ساتھ قولاً و فعلاً عاجزی اور انکساری سے پیش آتا ہو۔ پانچویں یہ کہ دین کی باطنی تربیت و تعلیم کی لیاقت ہو اور خود ریا حسد طمع خود بینی غفلت عیش طبعی سے پاک ہو۔

علامہ ابن النجد کا بیان ہے کہ جبائی سے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور غوث پاک نے فرمایا کہ مجھے فرائض کے بعد محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے اور عام و خاص کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کے سوا کوئی بہتر کام معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ساری دنیا کی دولت کا مالک ہو جاؤں تو سب کی سب بھوکوں کو کھلا دوں۔ ہزاروں اشرفیاں صبح سے شام تک ہاتھ میں آتی ہیں مگر شام کو کچھ باقی نہیں رہتا۔ مستحقوں کو بانٹ دیتا ہوں۔

کسی نے پوچھا۔ حضور فقیر کے معنی کیا ہیں۔ فرمایا۔ 'ف' کہتی ہے کہ ذات الٰہی میں فنا ہو جا۔ اور ماسوا اللہ سے دل کو فارغ کرے۔ 'ق' کہتا ہے کہ اپنے قلب کو حبِ خدا سے مضبوط کر اور اس کی رضامندی و رضا جوئی

www.ksars.org

میں قائم ہو جا۔ 'ی' کہتی ہے کہ ہر لمحہ یاد خدا سے امیدوار رہے اور اس کا خوف دل میں رکھ اور 'ر' کی خواہش ہے کہ رقت قلب اور رجوع علی اللہ یعنی نفسانی خواہشوں سے دامن بچا کر خدا کی طرف رجوع ہو جا۔

فرمایا۔ اپنے دل کے دروازہ پر دربان بن جاؤ جس کے جانے کا خدا حکم دے اس کو اندر جانے دو۔ جس کو منع کرے اس کو روک دو۔ دلوں کی خواہشوں کو زیادہ نہ بڑھاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ کسی مال اور مقام پر بھروسہ کر کے یہ نہ سمجھ لینا کہ ہمیشہ اس پر قائم رہنا ہے۔ کیونکہ کل یوم ھو فی شان آتا ہے۔ تغیر اور تبدیلی لازمی ہے۔

فرمایا۔ نہ کسی سے محبت کرنے میں جلدی کرو اور نہ عداوت و نفرت میں پہلے قرآن و حدیث کی کسوٹی پر اس کو پرکھ کر دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو تم نفس کی شرارت سے کسی پر بدگمانی کر بیٹھو۔ یہ گناہ ہے۔

کسی نے پوچھا حسن خلق کیا ہے۔ فرمایا یہ ہے کہ تو عرفان حق میں سرشار ہو کر کسی کے ظلم اور سختی سے رانج کا اثر محسوس نہ کرے۔ پوچھا گیا۔ بقا کیا چیز ہے۔ فرمایا، بقائے رب ہے اور وہ حجاب نفس کی دوری کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور نفس کا حجاب دور نہیں ہوتا۔ جب تک کہ باہر کی دید سے نگاہ نہ اٹھائے اور اپنے نفس کی دید میں مصروف نہ ہو۔

نماز تہجد

سلسلہ قادریہ میں نماز تہجد کے کئی طریقے ہیں۔ ایک جس کی نسبت روایت ہے کہ حضور غوث پاک کا بھی یہی طریقہ تھا۔ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ نماز تہجد ایک ایسی دولت ہے جس کے سامنے تمام نفل عبادتیں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ جس شخص کو یہ نعمت حاصل ہو اس کے دل میں ایک عجیب گداز اور رقت پیدا ہو جاتی ہے اور قطع نظر عقبیٰ کے اجر اور باطنی ترقیوں کے تہجد گداز کا چہرہ دور سے کہہ دیتا ہے کہ میں تہجد پڑھتا ہوں کیونکہ برکات تہجد کا نور اس کی پیشانی اور اس کے چہرہ پر ہر وقت دمکتا رہتا ہے۔ خواہ وہ شخص کیسا ہی بدصورت ہو اور یہ ایک کھلا ہوا اور عقلی ثبوت تہجد کی تائید کا ہے۔ تہجد کا وقت آدھی رات ڈھلنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ حضور غوث پاک کے مقلد کو تو لازمی طور سے تہجد کبھی ناغہ نہ کرنی چاہئے۔ طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل تہجد کی نیت کرے بارہ یا دس یا آٹھ رکعتیں

www.ksars.org

پڑھی جائیں۔یعنی اگر توفیق ہو اور زیادہ دیر تک جاگ سکتا ہو تو بارہ رکعتیں دو دو کر کے پڑھے ورنہ کم جو چار تک کم ہو سکتی ہیں۔ پہلی رکعت میں الحمد، سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھی جائے اور دوسری میں دو بار پھر جب دوبارہ نیت باندھ کر دو رکعت پڑھے تو پہلی رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص اور دوسری میں چار بار اسی طرح بارہ رکعت تک ایک ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا جائے یعنی بارھویں رکعت میں سورہ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھے۔

باطنی کشائش اور ترقی سلوک عرفان کا طریقہ بر عکس ہے یعنی پہلی رکعت میں بارہ مرتبہ پڑھے اور دوسری میں گیارہ یہاں تک کہ بارہویں میں ایک مرتبہ پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو تین بار یہ استغفار پڑھے۔

سبحان الله و بحمده سبحان العظيم و بحمده استغفرالله و اتوب اليه

تہجد کے ذکر

اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو نماز تہجد کے بعد یہ ذکر بھی کرے کہ معمولات حضور غوث پاک سے ثابت ہے کہ اول دو سو مرتبہ لا الہ الا اللہ (اس کو نفی اثبات کہتے ہیں) پھر الا اللہ چار سو مرتبہ (اس کو اثبات کہتے ہیں) پھر اللہ اللہ چھ سو بار (اس کو ذات کہتے ہیں) یہ سب ذکر خفی کرنا چاہئے یعنی آہستہ آہستہ لیکن اگر کوئی عارف کامل تعلیم فرمائے اور دوسروں کی تکلیف اور نیند خراب ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ذکر جلی کر لیا جائے۔

وفات

آخر وہ وقت آ گیا جو ہر بشری صورت کو پیش آنا ضروری ہے۔ ربیع الثانی کی سترہ تاریخ کو ۱۶۵ھ کا زمانہ تھا جب آخری کلمہ پر روح مبارک نے جسم شریف سے مفارقت کی۔

اقوال و ارشادات

حضرت غوث الاعظم کے چند قیمتی اقوال و ارشادات درج ذیل ہیں:

۱۔ تم نفس کی خواہش پوری کرنے میں لگے ہو اور وہ تمہیں برباد کرنے میں مصروف ہے۔

www.ksars.org

۲۔ انسان کا بڑا اہم جلیس اس کا بد ترین دشمن ہے۔

۳۔ حسن خلق یہ ہے کہ تم پر جفائے خلق کا مطلق اثر نہ ہو۔

۴۔ نہ کسی کے ساتھ محبت کرنے میں جلدی کرو اور نہ عداوت کرنے میں عجلت سے کام لو۔

۵۔ اپنا مال آخرت کے لئے آگے بھیج دے اور موت کے انتظار میں لگ جا۔

۶۔ کوشش یہی کرنی چاہئے کہ اپنی بات جواباً ہو (یعنی اپنی طرف سے کلام کی ابتداء نہ ہو)۔

۷۔ جس طرح تمہارا نفس اللہ کا حکم ماننے سے انکار کرتا ہے اس طرح تم اپنے نفس کا کہا ماننے سے انکار کرو۔

۸۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو لوگوں کی عیب جوئی میں مصروف اور اپنے عیوب سے غافل ہے۔

۹۔ تنگدستی اور بیماری صبر کے بغیر عذاب ہیں اور صبر ہو تو عزت۔

۱۰۔ حسن خلق یہ ہے کہ تو عرفان حق میں اتنا مستغرق ہو جائے کہ کسی کے ظلم یا سختی سے اپنے دل کو رنجیدہ نہ کرے۔

۱۱۔ جس شخص میں کوئی خرابی نہ ہو تو اسے ابداً بھی کم پہنچتی ہے۔

۱۲۔ اپنی خوشی کو گھٹاؤ اور رنج و محسن کو بڑھاؤ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی ہی تھی۔

۱۳۔ دنیا نے تجھ جیسے ہزاروں کو پالا اور موٹا تازہ کیا پھر خود ہی اپنی خوراک بنالیا۔

۱۴۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو یہ جانتا ہے کہ خدا اس کے حال سے واقف ہے پھر بھی گناہ کرتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا فنا کی جگہ ہے پھر بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔

www.ksars.org

۱۵۔ لوگ متواضع ہی کو بڑا سمجھتے ہیں تکبر کرنے والے کو نہیں۔

۱۶۔ اگر ہمارا گناہ صرف یہی ہو کہ ہم دنیا سے محبت رکھتے ہیں تب بھی ہم دوزخ کے حق دار ہیں۔

۱۷۔ رحمت نہ مانگ بلکہ رحیم کو مانگ۔

۱۸۔ مومن اپنے اہل وعیال کو اللہ کے سپرد کرتا ہے اور منافق اپنے مال کے سپرد۔

۱۹۔ دنیا سراسر آفتوں اور مصیبتوں کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا صبر اختیار کرو۔

۲۰۔ جس کا انجام موت ہو اس کے لئے خوشی کا کون سا مقام ہے۔

۲۱۔ مومن کے لئے سونا مناسب نہیں جب تک اپنا وصیت نامہ سرہانے نہ رکھ لے۔

۲۲۔ دنیا کو دل سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لو۔ یعنی دولت کماؤ مگر اسے ہاتھ میں رکھو۔ اسے دل پر قبضہ نہ کرنے دو۔

۲۳۔ ہنسنے والوں کے ساتھ مت ہنسو۔ مگر رونے والوں کے ساتھ روؤ۔

۲۴۔ اپنے لقمے کی اصلاح کر کیونکہ نیک اعمال کی اصل بنیاد یہی ہے۔

۲۵۔ اگر تو اونچی آواز سے اللہ بھی کہے تو حساب لیا جائے گا کہ تو نے یہ خلوص کے ساتھ کہا تھا یا محض لوگوں کو سنانے کے لئے۔

۲۶۔ اخلاص اسی کا نام ہے کہ لوگوں کی تعریف یا مذمت کا کچھ خیال نہ کیا جائے۔

۲۷۔ جس نے مخلوق کے ساتھ محبت کرنا ہے تو ان کی خیر خواہی کرے۔

www.ksars.org

۲۸۔ آخرت کو دنیا پر مقدم رکھنے والے کیلئے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور دنیا کو آخرت پر مقدم کرنے والے کے لئے دونوں میں خرابی ہے۔

۲۹۔ قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔

۳۰۔ دولت مندوں کے ساتھ وقار اور غلبہ سے ملو اور درویشوں کے ساتھ عجز و انکسار سے پیش آؤ۔

۳۱۔ جو بادشاہوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس کا دل سخت اور وہ مغرور ہو جاتا ہے۔ جو لڑکوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں ہنسی مذاق کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو عورتوں کے پاس بیٹھتا ہے اس میں جہالت اور بڑی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ جو فاسقوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے وہ گناہ کرنے میں دلیر ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے کی توفیق نہیں رہتی۔ جو عالموں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ پرہیز گار بن جاتا ہے اور علم حاصل کرتا ہے اور جو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں اطاعت الٰہی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۲۔ عمل عقائد کی دلیل ہوتا ہے اور ظاہر باطن کی علامت۔

۳۳۔ جو مخلوق کا ادب نہیں کرتا وہ خالق کا ادب کرنے کا دعویٰ نہ کرے اور جو اپنے نفس کو تعلیم نہیں دے سکتا تو دوسروں کو تعلیم دینے کی سعی نہ کرے۔

۳۴۔ خدا کا تقویٰ اور اطاعت اختیار کرو۔ ظاہری شریعت کے پابند رہو۔ سینے کو خواہشات سے محفوظ کر لو، نفس میں جوانمردی رکھو۔ خلق خدا کو آزار نہ دو اور آداب درویشاں ملحوظ رکھو اور چھوٹوں کو نصیحت کرو۔

۳۵۔ زمین و آسمان کا وجود اس روشنی پر قائم ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا نور فیڈ کرتا ہے۔

www.ksars.org

روحانی توجیہہ

زمین اور آسمان کا وجود اس روشنی پر قائم ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا نور فیڈ کرتا ہے۔ مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی اس قول کی روحانی توجیہہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین عبدالقادرؒ نے بتایا ہے کہ زمین اور آسمان کا وجود اس روشنی پر قائم ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا نور فیڈ کرتا ہے۔ اگر نوع انسانی کا ذہن مادہ سے ہٹ کر اس روشنی میں مرکوز ہو جائے تو وہ یہ سمجھنے پر قادر ہو جائے گا کہ انسان کے اندر عظیم الشان ماورائی صلاحیتیں ذخیرہ کر دی گئی ہیں۔ جن کو استعمال کر کے نہ صرف یہ کہ وہ زمین پر پھیلی ہوئی اشیاء کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا سکتا ہے بلکہ ان کے اندر کام کرنے والی قوتوں اور لہروں کو حسب منشاء استعمال بھی کر سکتا ہے۔ پوری کائنات اس کے سامنے ایک نقطہ یا دائرہ بن جاتی ہے۔ اس مقام پر انسان مادی وسائل کا محتاج نہیں رہتا۔ وسائل اس کے سامنے سر بسجود ہو جاتے ہیں۔

ہم جب قرآن کی تعلیم اور رسول اللہ کی سیرت کو دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ قرآن کی حقیقی تعلیم اور مسلمانوں کے عمل میں بہت بڑا تضاد واقع ہو چکا ہے۔ قرآن جس راہ کا تعین کرتا ہے اور مسلمان جس راہ پر چل رہا ہے یہ دو ایسی لکیریں ہیں جو آپس میں کبھی نہیں ملتیں۔

اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنایا ہے اس کے اندر اپنی صفات کا علم پھونکا ہے۔ اس کو اپنی صورت پر تخلیق کیا ہے۔ نائب کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایک مملکت کا صدر اپنے اختیارات کو استعمال کرنے میں کاغذ، قلم کا محتاج نہ ہو تو اس کا نائب بھی اختیارات استعمال کرنے میں کاغذ، قلم کا محتاج نہ ہو۔

اللہ وسائل کی محتاجی کے بغیر حاکم ہے تو اس کا نائب بھی وسائل کا دست نگر نہیں ہوتا۔ جس طرح خدا نے کن کہہ کر کائنات کو وجود بخشا ہے۔ خدا کا نائب بھی اپنے ذہن کو حرکت دے کر خدا کی تخلیق میں تصرف کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ کا نائب اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ کائنات میں موجود تمام مظاہر ایک ہی ذات سے ہم رشتہ ہیں۔

www.ksars.org

مسلمان کے پاس ماورائی علوم کا جتنا بڑا سرمایہ موجود ہے وہ اسی مناسبت سے مفلوک الحال ہے۔
مسلمان کے اسلاف نے اس کے لئے حاکمیت اور تسخیر کائنات کے بڑے بڑے خزانے ترکہ میں چھوڑے ہیں لیکن وہ بدنصیب قوم ہے جس نے ہیرے کو پتھر کہہ کر پھینک دیا ہے اور اس خزانے سے مستفیض ہونے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مصلحتوں کے پیش نظر مسلمان کو تفکر کی راہ سے دور ہٹا دیا گیا ہے اور اس کے سامنے ایسی نہج آگئی ہے جہاں اس کا ہر عمل کاروبار بن گیا ہے۔

کتنی مضحکہ خیز ہے یہ بات کہ قرآن کائنات پر ہماری حاکمیت اور سرداری تسلیم کر رہا ہے۔ ہمارے اوپر حاکمیت اور سرداری کے دروازے کھول رہا ہے اور ہم قرآن کو محض برکت کی کتاب سمجھ کر طاقوں میں سجائے رکھتے ہیں۔ جب کوئی افتاد پڑتی ہے تو اس کی آیات تلاوت کر کے دنیاوی مصائب سے نجات کی دعائیں مانگتے ہیں مگر اس طرف ہماری توجہ مبذول نہیں ہوتی کہ

قرآن میں تفکر اگر ہمارا شعار بن جائے اور ہم اس تفکر کے نتیجے میں میدان عمل میں اتر آئیں تو ساری کائنات پر ہماری سرداری مسلم ہے۔

افسوس کہ ہم ان خزانوں کو نظر انداز کر کے دوسروں کے دست نگر بنے ہوئے ہیں۔ قرآن کے ارشاد کے مطابق اللہ نے ہمیں شمس و قمر، نجوم، ارض و سماوات سب پر حاکم بنا دیا ہے اور اس حاکمیت کو حاصل کرنے کے طریقے بھی بتائے ہیں لیکن ہم ہیں کہ ہر شعبہ زندگی میں دوسروں کے پس خوردہ نوالوں کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھ بیٹھے ہیں۔

ہماری زندگی محض دنیا کے حصول تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ ہماری عبادتیں بھی دکھاوے اور دنیاوی برکتیں سمیٹنے کے لئے مخصوص ہو گئی ہیں۔ ہم اعمال کے ظاہری پہلو کو تو بہت اہمیت دیتے ہیں مگر باطن میں بہتے ہوئے سمندر سے ایک قطرہ آب بھی نہیں پیتے۔ آسمان علم و آگاہی کے خورشید منفرد اور تسخیر کائنات کے فارمولوں کے ماہر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

www.ksars.org

اے منافقو! کلام نبوت سنو۔

آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کرنے والو!

حق کو مخلوق کے عوض بیچنے والو!

باقی کو فانی کے بدلے کاروبار کرنے والو!

تمہارا بیوپار سراسر خسارے کا سودا ہے۔ تمہارا سرمایہ تمہیں بربادی کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے۔ افسوس تم پر تم اللہ تعالیٰ کے غضب کا ہدف بن رہے ہو۔

www.ksars.org

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری اجمیری

حالات زندگی

ولادت......بمقام سیستان ۵۳۷ھ

وفات......بمقام اجمیر رجب ۶۳۳ھ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی جس زمانے میں پیدا ہوئے وہ اسلامی دنیا میں بڑی مصیبتوں اور ابتلا کا زمانہ تھا۔ سیستان اور خراسان کے علاقے بھی تباہی اور لوٹ مار کی زد میں آئے ہوئے تھے ہر طرف افراتفری کا دور دورہ تھا۔ آپ کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین حسن بہت دولت مند تاجر اور بااثر شخص تھے۔ آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ اور سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت علی بن ابی طالب سے ملتا ہے۔ آپ شیخ عثمان ہارونیؒ کے مرید باصفا تھے اور ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے سرکردہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔

۵۵۱ھ میں جب کہ آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی آپ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین حسنؒ نے وفات پائی۔ جس سے آپ کے دکھے دل کو ایک صدمہ پہنچا۔ والدہ ماجدہ نے جن کا نام نامی بی بی نورؒ تھا، آپ کی پرورش اور تربیت کی طرف پوری توجہ فرمائی مگر آپ بھی جلد دنیا سے رحلت فرما گئیں اور آپ کشمکش حیات میں تنہا رہ گئے۔

ایک دن آپ ایک باغ میں آرام فرما رہے تھے کہ حضرت ابراہیم قندوزی ایک مشہور بزرگ اور مجذوب تشریف لائے۔ حضرت خواجہ اجمیری نے انہیں دیکھا تو مہمان نوازی کے طور پر انہیں ایک سایہ دار درخت

www.ksars.org

کے نیچے بٹھایا۔ پھر انگوروں کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ بزرگ صاحب نظر تو تھے ہی پہلی نگاہ میں پہچان لیا اور اپنی کشکول سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا۔ اسے چبا کر حضرت خواجہ صاحب کے منہ میں ڈال دیا۔ کھلی حلق سے اتری ہی تھی کہ خواجہ صاحب کی کیفیت بدل گئی۔ ان کے قلبی رجحان میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا اور عشق الٰہی نے دل پر اثرات جمانا شروع کر دیئے۔ سب سے پہلے آپ سمرقند و بخارا گئے اور قرآن کریم حفظ کیا پھر تفسیر، فقہ، حدیث اور دوسرے علوم ظاہری میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے مولانا حسام بخاری سے قرآن پاک حفظ کیا اور پھر عراق چلے گئے۔ راستہ میں نیشا پور کا قصبہ ہاروں واقع تھا جہاں اس وقت کے مشہور بزرگ خواجہ عثمان ہارونیؒ کی سکونت تھی۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ چنانچہ کچھ دن تک ان کی صحبت میں رہے اور عقیدت کا جذبہ آپ کے دل میں بڑھتا چلا گیا۔ پھر آپ نے ان سے استدعا کی اور خواجہ عثمان ہارونی نے ان سے بیعت لے لی اور اپنے مریدوں میں شامل کر لیا۔ حضرت شیخ عثمان ہارونی فرماتے ہیں کہ ہمارے معین الدین خدا کے پیارے ہیں۔ مجھے اپنے ایسے مرید پر سو سو ناز ہیں۔ جو اپنے وقت کا قطب اور صاحب تصوف شیخ ہو۔

روایات میں آیا ہے کہ جب آپ کو توبہ کی توفیق ہوئی تو آپ نے اپنا تمام اثاثہ اور مال و اسباب فقرا میں تقسیم کر دیا۔ آپ ۲۰ سال تک شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں رہے، حضرت خواجہ اجمیریؒ نے دور دراز ممالک کی سیاحت کی اور بڑے بڑے مشائخ سے آپ نے کسب فیض کیا۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین سے جیلان میں ملاقات کی۔ تقریباً چھ ماہ تک ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ بخارا میں شیخ نجم الدین کبرائےؒ سے ہمدان میں خواجہ یوسف ہمدانی سے اور تبریز میں شیخ ابو سعید تبریزی سے ملاقاتیں کیں۔

جس وقت آپ ہندوستان تشریف لائے اس وقت ہر طرف پرانے ہندو مذہب کے پیروکار آباد تھے۔ بت ہر گہ اور ہر شہر اور قریہ میں پوجے جاتے تھے اور خود ان بتوں میں ایسے ایسے کرشمے مانے جاتے تھے کہ اصلی خالق مطلق اور قادر یکتا سے کسی کو علاقہ باقی نہیں رہا تھا۔ یہ اصول کہ بت درخت، جانور اور تمام عجیب و غریب چیزیں خدا کی قدرت کا نمونہ خیال کیا جائیں اور اس کی عظمت ماننے کے لئے ان کے سامنے سر جھکایا جائے، صنم پرستی کے دامن میں پوشیدہ ہوتے ہوتے مٹ جانے کے قریب پہنچ گیا تھا اور صاف نظر آتا تھا کہ ہندوستان کے سوا اور کوئی ایسا ملک نہیں

www.ksars.org

جہاں کے لوگ سب سے زیادہ گمراہ ہوں اور جہاں خالق کے دھوکے میں کھلی کھلی مخلوق پرستی ہو رہی ہو۔ ایک حقیقت شناس، صاحب معرفت اور دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ولی اللہ کے دل پر یہ حالت دیکھ کے کیا اثر ہوا ہو گا۔ اسے یقیناً نظر آیا ہو گا کہ اس سے زیادہ کوئی ملک ہدایت کا محتاج نہیں اور حق پرست کا پہلا فرض ہی ہے کہ بندگان خدا کی ہدایت و دستگیری کرے اور انہیں عذاب آخرت کے اندیشوں سے چھڑا کے نجات کا امیدوار بنائے۔ چنانچہ یہ خیال دل میں آتے ہی حضرت خواجہ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا اور وہ ولی اللہ جس کی اتنی مدت ادھر ادھر جانے اور شہروں شہروں پھرنے میں بسر ہوئی تھی اور جس کی ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ کسی جگہ ایک مہینے کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا اس کی یہ حالت ہو گئی کہ بلا تامل ہندوستان میں ٹھہرنے ایک جگہ جم کے بیٹھنے اور خدا کی بندوں کو راہ راست کی طرف متوجہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ الغرض تبلیغ و ہدایت کی اس دھن کو دل میں اس لئے آپ پشاور سے ہوتے ہوئے لاہور آئے اور شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش علی مخدوم ہجویریؒ کے آستانہ مبارک پر حاضری دی اور ۴۰ روز تک آپ داتا صاحب کے آستانہ پر معتکف رہے اور جب روانہ ہوئے تو زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

پھر آپ اجمیر کی طرف روانہ ہو گئے اور اس خطہ کو مرکز ہدایت بنا دیا۔ سب سے زیادہ وہیں کے لوگوں کو تبلیغ وہدایت کی ضرورت تھی اور اجمیر شریف اپنے موقع اور اپنی حالت کے لحاظ سے بلا تشبیہ ہندوستان کا کعبہ قرار دیا جا سکتا تھا۔

روح پرور واقعات

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حسب معمول شہر سے باہر میدان میں ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا کرتے تھے۔ اس جگہ راجہ اجمیر کے اونٹ بیٹھا کرتے تھے۔ جب ساربانوں نے اس جماعت مسلمان فقرا جو دیکھا تو آ کر کہا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔ یہاں تو راجہ کے اونٹ بیٹھا کرتے ہیں۔ خواجہ نے کہا کہ کیا حرج ہے، وسیع میدان

www.ksars.org

ہے، وہ بھی آخر بیٹھ جائیں گے۔ ہم کو بھی آرام کرنے دو۔ وہ سختی سے پیش آئے۔ اس پر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے فرمایا۔ اچھا ہم چلے جاتے ہیں راجہ کے اونٹ بیٹھے ہی رہیں گے۔ آپ یہ کہہ کر یہاں سے چلے گئے۔ شام کو راجہ کے اونٹ چرتے پھرتے آئے اور حسب معمول اس میدان میں بیٹھ گئے۔ رات تو آرام سے بے خبری میں کٹی۔ لیکن صبح کو ساربانوں نے جب اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو ایک بھی نہ اٹھ سکا۔ زمین نے ان کے گوشت کو ایسے پکڑ لیا کہ چھڑانا محال ہو گیا۔ اس طرح کچھ وقت گزرا لیکن اونٹ نہ اٹھے۔ اب تو یہ لوگ جان گئے کہ یہ درویشوں کی ناراضگی کا پھل ہے۔ سب نے مشورہ کر کے فیصلہ یہ کیا کہ راجہ کو صورتحال کی اطلاع دی جائے۔ آخر راجہ کے پاس جا کر سب ماجرا کہہ سنایا۔ اس نے کہا جس کی بددعا سے یہ اونٹ بیٹھے ہیں اسی کی دعا سے اٹھیں گے بھی اور اس کا کوئی علاج نہیں۔ جاؤ فقیروں سے معافی مانگو۔ یہ رحم کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، معاف کر دیں گے اور اونٹ اٹھ جائیں گے۔ اب یہ سب ساربان دست بستہ آئے اور معاف کرنے کی درخواست کی۔ رحمتہ للعالمین کے نواسے ہی تو تھے، رحم فرمایا اور کہا جاؤ۔ جس کے حکم سے وہ بیٹھ گئے ہیں اسی کے حکم سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ساربانوں نے واپس جا کر سب اونٹوں کو صحیح سالم اور کھڑے پایا۔

سلطان شہاب الدین محمد غوری نے خواب میں دیکھا کہ نورانی صورت بزرگ تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ خدام دست بستہ کھڑے ہیں۔ ایک خادم نے سلطان کا ہاتھ پکڑ کر لشکر اسلام اس کے حوالے کیا اور فرمایا تجھے ہندوستان کی سلطنت بخشی۔ سلطان نے صبح کے وقت یہ خواب اپنے مصاحبوں سے بیان کیا۔ مصاحبوں نے مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ ہندوستان عنقریب آپ کے ہاتھوں فتح ہو گا۔ اگرچہ یہ ایک نیک تعبیر تھی مگر سلطان دوبارہ حملہ کرتے ہوئے قدرے متامل تھا۔ اس لئے کہ اسے حال ہی میں رائے پتھورا سے شکست ہوئی تھی اور اس نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی تھی۔ تاہم غور و خوض کے بعد یہی طے پایا کہ دوبارہ قسمت آزمائی کی جائے۔ چنانچہ اس خواب کے تحت سلطان محمد غوری نے ہندوستان پر دوبارہ لشکر کشی کی اور اس حملے کو خواجہ معین چشتی اجمیری کی پیشن گوئی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے دوران سفر میں تبریز سے ۴۴ میل کے فاصلے پر ایک مقام پر حصار شاداں میں دو ہفتے قیام فرمایا۔ وہاں ایک بہت امیر آدمی ہاشم بن عتیق رہتا تھا۔ جو بے حد فاسق و فاجر اور اہل

www.ksars.org

معرفت کا سخت مخالف تھا۔ حصار شاداں کے مغربی حصے میں اس کا ایک باغ تھا جس میں وہ کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے آیا کرتا تھا۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے ایک خاص ارادے کے ساتھ اس باغ میں قیام کیا۔ ابھی آپ کو قیام کئے ہوئے تین روز گزرے تھے کہ ہاشم بن عتیق اپنے امیرانہ جاہ و جلال کے ساتھ اس باغ میں آیا۔ حضرت اس وقت تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے کہ باغ کے پاسبان نے عرض کیا یا حضرت باغ کا مالک بہت سنگ دل ظالم اور گستاخ ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ حضرت کسی دوسری جگہ قیام فرمائیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اس درخواست کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ ہاشم بن عتیق باغ میں داخل ہو گیا۔ وہ حوض کے کنارے سے چہل قدمی کرتا ہوا حضرت کی طرف بڑھا تو حضرت نے ایک قہر آفرین نگاہ سے اس کی طرف دیکھا تو وہ کانپنے لگا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آیا تو حضرت نے فرمایا۔ ظلم و ستم سے توبہ کرو۔ اس نے فوراً توبہ کی، حوض پر جا کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے لئے دعا کی اور چند روز کے بعد وہی فاسق و فاجر امیر تقویٰ و پرہیز گاری کے آسمان پر ماہ درخشاں بن کر چمکا اور اس سے ہزاروں آدمیوں کو فائدہ پہنچا۔

آپ حضور اکرم رسول مقبول کے حکم سے اجمیر تشریف لے گئے اور اسلام کا بول بالا کر دیا۔ اہل اجمیر نے جب یہ کیفیت دیکھی تو حضرت خواجہ کی کرامات کو جادو سمجھ بیٹھے۔ جے پال جوگی جو جادو میں اپنا مدمقابل نہ رکھتا تھا، رائے پتھورا کے بلانے پر اجمیر آیا۔ جب حضرت خواجہ چشتیؒ کو علم ہوا تو حضرت خواجہ نے وضو کیا اور اپنے ہمراہیوں کے گرد عصا مبارک سے دائرہ بنا دیا اور ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اس دائرے کے اندر نہ آسکیں گے۔ چنانچہ جب جے پال نزدیک آیا اس کے ہمراہیوں کا پیر دائرے کے اندر پڑا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جے پال نے یہ بندوبست کیا کہ حضرت خواجہ چشتیؒ کے ہمراہیوں کو انا ساگر سے پانی نہ لانے دیں۔ جونہی حضرت خواجہ چشتیؒ کو ان لوگوں کی اس حرکت کا علم ہوا۔ حضرت خواجہ نے شادی دیو کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ایک پیالہ پانی اس تالاب میں سے لے آئے۔ حضرت خواجہ چشتیؒ کے حکم کے مطابق شادی نے تالاب سے پیالہ بھر لیا۔ پیالہ کے بھرتے ہی تالاب کا پانی ایسا خشک ہوا کہ جیسے اس میں کبھی پانی ہی نہیں تھا۔ پیالے کی یہ کیفیت تھی کہ ہر چند اس میں سے پانی خرچ ہوتا تھا

www.ksars.org

مگر پانی پیالے میں جوں کا توں رہتا۔ پانی کے خشک ہو جانے سے جے پال کے ساتھیوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ جے پال یہ دیکھ کر قریب دائرہ حصار کے آیا اور کھڑے ہو کر آواز دی کہ بندگان خدا پیاسے مرے جاتے ہیں اور آپ تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ فقیر کو رحم و کرم کرنا چاہئے نہ کہ ظلم۔ فقیروں کا کام بندگان خدا کی پیاس بجھانا ہے۔ حضرت خواجہ چشتیؒ نے جے پال کی منت وزاری پر شادی دیو کو حکم دیا کہ پانی کا پیالہ تالاب میں ڈال دو۔ ڈالتے ہی معاً تالاب بدستور پانی سے بھر گیا۔ جادوگروں نے تالاب کو پانی سے بھرا ہوا دیکھ کر پھر جادو کرنا شروع کیا۔ پہاڑ سے ہزارہا سیاہ سانپ نکل کر حضرت خواجہ چشتیؒ کی طرف آنے شروع ہوئے مگر جو سانپ قریب دائرے میں آیا۔ دائرے کی لکیر پر سر رکھ کر رہ گیا۔ جب یہ عمل بھی کارگر نہ ہوا تو پھر آسمان سے آگ برسنی شروع ہوئی۔ آگ کے ڈھیر لگ گئے۔ ہزاروں درخت جل گئے مگر دائرہ حصار میں کچھ آسیب نہ پہنچا۔ آخر جے پال حضرت خواجہؒ کے قدموں میں گر پڑا اور روتے ہوئے صدق دل سے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت خواجہ چشتی سے دعا گو طالب ہو کر کہا میرے لئے دعا کیجئے کہ میں امر ہو جاؤں، حضرت خواجہ چشتیؒ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور خدا تعالیٰ نے جے پال کو حیات دائمی بخشی۔

حضرت خواجہ غریب نواز، شیخ احد الدین کرمانی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ایک جگہ بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے کہ سامنے سے ایک لڑکا تیر کمان ہاتھ میں لئے گزرا۔ سرکار خواجہ غریب نواز نے فرمایا مجھے لوح محفوظ پر دیکھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہو گا۔ حضرت خواجہ چشتی کی یہ پیش گوئی حرف بحرف صادق آئی۔ وہ لڑکا سلطان شمس الدین التمش تھا۔ جو بعد میں دہلی کا جلیل القدر شہنشاہ بنا۔

ایک روز ایک شخص بغل میں چھری دبا کر قتل کے ارادے سے خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے سرکار کی قدم بوسی کا بے حد اشتیاق تھا۔ حضرت نے فرمایا تو جس کام کے لئے آیا ہے وہ کام کر۔ میں تیرے سامنے موجود ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ عرض کیا۔ یا حضرت میں بے قصور ہوں۔ مجھے فلاں شخص نے آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ اللہ معاف فرمائے۔ یہ کہہ کر اس نے چھری حضرت کے آگے ڈال دی۔ حضرت نے کمال خندہ پیشانی سے اسے معاف فرما دیا۔ وہ فوراً تائب ہو کر حضرت کے دست حق پر بیعت ہو گیا۔

www.ksars.org

روحانی توجیہہ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں:

جذب و شوق کے ساتھ علم حاصل کریں۔

اس قول کی روحانی توجیہہ اس طرح بیان کی گئی ہے۔ رب العالمین کے فرستادہ رحمت اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور دعوت علم کا اثر یہ ہوا کہ حضور کے امتی پوری توجہ اور جذبے و شوق کے ساتھ علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ جہاں جہاں بھی ان کو علم حاصل ہو سکتا تھا انہوں نے علم حاصل کیا اور علم کی فضیلت نے انہیں علوم و فنون میں کرہ ارض پر قائد اور رہنما بنا دیا۔ مسلمانوں نے اپنے علوم کی بنیاد اوہام پرستی قیاس آرائی اور معوضہ باتوں پر نہیں رکھی بلکہ ہر ہر میدان میں تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر نئی نئی سائنسی تحقیقات کیں۔ جس کے نتیجے میں مسلمان طبیب، مسلمان ہیئت داں جابر فارابی زکریا۔ ابن سینا۔ خوارزمی۔ عمر خیا۔ نصیر الدین طوسی۔ ابوالحسن۔ ابن محمد قزوینی۔ راضی ابو قاسم البیرونی۔ ابن خلدون۔ امام غزالی وغیرہ پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی محنت اور تحقیق سے سائنسی علوم پر ایک غیر معمولی اضافہ کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب یورپ توہمات کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مسلمان سائنسدان نے قطب نما، بارود اور کاغذ ایجاد کیا۔ یہ عرب سائنسدان ہی تھے جنھوں نے سب سے پہلے فضا میں پرواز کی کوشش کی۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے پتھر سے شیشہ بنایا۔ دوربین اور پن چکی ایجاد کی۔ اندھوں کے پڑھنے کے لئے ابھرے ہوئے حرف (Brail) ایجاد کئے۔ الجبرا کا وجود بھی عربوں کا رہین منت ہے۔ انہوں نے جیومیٹری (Geometry)، ٹرگنومیٹری (Grignometry) کے یونانی علوم میں بیش بہا اضافہ کیا۔ ستاروں کی فہرستیں اور ان کے نقشے تیار کئے، سطح زمین کے ایک درجے کو ناپ کر تمام کرہ ارض کا محیط دریافت کیا۔ مختلف قسم کی آبی شمسی گھڑیاں بنائیں۔ پنڈولم ایجاد کیا جس سے وقت ناپا جا سکے۔ فن طباعت ایجاد کیا اور فن طب (Medicine) میں انقلاب کیا۔

حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیم نے عربوں کے دل میں علم کی وقعت اتنی جاگزیں کر دی تھی کہ وہ علم و حکمت کو اپنی میراث سمجھتے تھے۔ جہاں کہیں سے بھی ان کو حکمت و دانش ملتی تھی اس کو حاصل کرتے تھے۔ سینکڑوں

www.ksars.org

ہزاروں مسلم ماہرین علم نے بنی نوع انسان کے علم میں نہایت اہم اور جدید اضافے کئے۔ ان نامور مصنفین کی تصنیفات پڑھ کر موجودہ زمانے کا ہر تعلیم یافتہ شخص ان کتابوں کی ایک امتیازی خصوصیت نوٹ کرتا ہے۔ وہ خصوصیت یہ ہے کہ ان میں کہیں بھی اسلامی عقائد کے ساتھ تضاد اور مخالفت نہیں پائی جاتی۔ کسی جگہ بھی اسلام اور سائنس کا ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ ان نامور مسلم سائنسدانوں کے علم و فضیلت کی روشنی میں جب چار سو پھیلی تو ان روشنیوں سے مسلم ممالک کے باہر دور دور ممالک میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ عرب سائنس دانوں کے اثرات پیرس، آکسفورڈ، اٹلی اور مغربی یورپ تک جا پہنچے۔

آج کا غیر متعصب دانشور جب تخلیق کائنات اور تخلیقی اسرار و رموز پر غور کرتا ہے اور اس سوچ بچار اور تفکر کے ڈانڈے قرآن پاک سے ملاتا ہے تو یقینی اور حقیقی ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ سائنس انسان کی پیدائشی خاصیت ہے۔ حقیقت میں دانشور جب سائنس کے صحیح مقام کا تعین کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ سائنس دراصل تخلیق و تسخیر اور موت و حیات کی حقیقت اور اس کے تمام رازوں تک پہنچنے کا ایک یقینی ذریعہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ہم نے آدم کو اپنی نیابت عطا کی اور اس کو سارے نام سکھا دیئے۔ نیابت سے مراد اللہ کے اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال ہے، خصوصی اختیار کا استعمال اسی وقت زیر بحث آتا ہے کہ جب اختیارات استعمال کرنے کے قواعد و ضوابط اور قوانین سے واقفیت حاصل ہو۔ اختیارات کے استعمال کے قوانین سے باخبر کرنے کے لئے آدم کو علم الاسماء سکھایا۔ اس سے مراد یہی ہے کہ آدم کو تسخیر کائنات کی سائنس سکھادی گئی ہے تاکہ وہ اس خصوصی علم کے ذریعے کائنات پر اپنا تصرف قائم رکھ سکے۔ علمی اعتبار سے سائنس کا علم فطرت اور کائنات کا علم ہے۔ سائنس کا مقصد ہی یہ ہے کہ کائنات کے افراد اور افراد کے اجزائے ترکیبی کی تخلیق ترکیب اور مقداروں کا پتہ چلے جو ایک ضابطے کے ساتھ متحرک ہیں اور شئے کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

علمی اعتبار سے سائنس کا کام کائنات کی ساری قوتوں کو فتح کرنا، زمین اور آسمان کے خزانوں سے استفادہ کرنا ہے۔ اللہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے لوہا نازل کیا۔ اس میں انسانوں کے لئے بے شمار فوائد رکھ دیئے۔ ہم جب سائنسی اعتبار سے لوہے کے اندر انسانی فوائد سے متعلق خصوصیات پر تفکر کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر

www.ksars.org

آتا ہے کہ آج کی سائنسی ایجاد میں کسی نہ کسی طرح لوہے کا وجود موجود ہے۔ ریل کی پٹڑی میں، ہوئی جہازوں میں، لاسلکی نظام میں۔ ہر ہر سائنسی ایجاد میں کسی نہ کسی طرح لوہے کا وجود اپنی اہمیت کا اظہار کر رہا ہے اور اللہ کے ارشاد کے متعلق لوہے سے انسان کو بے شمار فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ ہم جب آدم سے اب تک شعوری زاویوں پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا ہر عمل ایک سائنس ہے اور یہ سائنسی عمل ہی انسان کی ساری ضروریات کا کفیل ہے۔ سارے انسانی پیچے صنعتیں، دستکاری، تعمیر، مشینیں، سب ایک سائنسی عمل (تحقیق وترقی) کا نتیجہ ہیں۔

قرآن پاک کے مطالعے سے ہمیں اس بات کا بھی بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ علمی سائنس ہمیں مختلف اشیاء کے ذریعے پہنچی ہے مثلاً حضرت آدم کے ذریعے زراعت، حضرت نوح کے ذریعے کشتی سازی، حضرت داؤد کے ذریعے لوہے سے متعلق صنعت و حرفت اور حضرت عیسیٰ کے ذریعے طب جیسے سائنسی علوم اور حضرت سلیمان کے ذریعے لاسلکی نظام (Wireless System) نوع انسانی کو پہنچا ہے۔

ایک وقت تھا کہ یورپ علم کے میدان میں تہی دست تھا۔ پورے یورپ میں جہالت اور اندھیروں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی، مسلمان چونکہ اپنے نبی آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا تھا اس لئے وہ من حیث القوم ایک ممتاز قوم تھی اور جیسے جیسے وہ نبی آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات فکر و تدبر تحقیق ترقی (Research & Development) اور علوم سے دور ہوتا گیا اسی مناسبت سے اس کی زندگی انفرادی طور پر اور من حیث القوم جہالت اور تاریکی میں ڈوبتی چلی گئی اور جس قوم نے علم کا حصول اور سائنسی ترقی کو اپنے لئے لازم قرار دے دیا وہ بلند اور سرفراز ہو گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو قوم اپنی حالت نہیں بدلتی اللہ تعالیٰ اس کی حالت تبدیل نہیں کرتا۔

ضرورت ہے کہ ہم ناخلف اور ناسعید اولاد کے زمرے سے نکل کر خلف اور سعادت مند اولاد بنیں اور اپنے اسلاف کے ورثے کو حاصل کریں تاکہ تاریکی کے گہرے غاروں سے ہمیں نجات مل جائے۔ سیدنا حضور

www.ksars.org

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے پس علم حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو۔

اقوال وارشادات

۱۔ دل آتش کدہ ہے جو اس میں آتا ہے جل جاتا ہے۔

۲۔ محبت حق کے سوا شور و فریاد عاشق اسی وقت تک ہے۔ جب تک مشاہدہ نہیں۔

۳۔ ندی نالے جبھی تک شور کرتے ہیں جب تک دریا میں نہیں ملتے۔

۴۔ متوکل وہ ہے کہ رنج و محنت کی خلق میں کسی سے شقاوت نہ کرے۔ علامت سقاوت یہ ہے کہ گناہ کرے اور بخشے جانے کی امید کرے۔

۵۔ نماز ایک راز ہے۔ اللہ اور بندے کے درمیان اور جذب و شوق کے ساتھ علم حاصل کریں۔

www.ksars.org

حضرت شیخ فرید الدین مسعودؒ گنج شکر

حالاتِ زندگی

ولادت......بمقام ملتان ۵۸۲ھ

وفات......بمقام پاکپتن ۶۶۶ھ

آپ کا اصل نام فرید الدین تھا اور سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد شہاب الدین محمد غوری کے عہد میں افغانستان سے ہندوستان آئے اور لاہور میں مقیم ہو گئے۔ آپ کے دادا کا نام قاضی شعیب اور والد صاحب کا نام قاضی جمال الدین سلیمان تھا جو لاہور میں قاضی تھے۔ ملازمت کی مدت تک لاہور میں رہے پھر ملتان کے ایک قصبہ کھتوال میں مقیم ہو گئے۔ یہیں ۵۸۲ھ میں بابا صاحب کی ولادت ہوئی۔ نماز کی پابندی کرانے کے لئے حضرت کی والدہ جاء نماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں اور اپنے بچے مسعود سے فرمایا کرتی تھیں جو بچے نماز پڑھتے ہیں ان کی جاء نماز کے نیچے سے روزانہ ان کو شکر مل جاتی ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ والدہ شکر کی پڑیا رکھنا بھول گئیں۔ اور انہوں نے گھبرا کر حضرت سے کہا مسعود تم نے نماز پڑھی یا نہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔ہاں اماں نماز پڑھ لی اور شکر کی پڑیا بھی مل گئی۔ یہ جواب سن کر حضرت کی والدہ کو تعجب ہوا اور وہ سمجھیں کہ اس بچے کی غیب سے مدد ہوئی ہے اور اس وقت سے انہوں نے اپنے بچے مسعود کو شکر گنج کہنا شروع کیا جو آج تک مشہور ہے۔

آپ کی والدہ نے حضرت کو بہت اچھی تعلیم دلوائی اور جب کھتوال میں تعلیم پوری ہو گئی تو حضرت کو ملتان بھیجا گیا تا کہ اپنی تعلیم مکمل کریں۔ ایک مسجد میں آپ رہتے تھے جہاں بہت حسرت اور تنگی سے بسر اوقات ہوئی تھی۔ ایک دن حضرت اسی مسجد میں بیٹھے ہوئے نافع کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک درویش وہاں آئے۔

www.ksars.org

جنہوں نے ان کو کتاب کے مطالعہ میں مصروف دیکھ کر پوچھا یہ کیا پڑھ رہے ہو۔ حضرت نے کتاب سے نظر اٹھا کر ان درویش کو دیکھا اور جواب دیا نافع پڑھ رہا ہوں۔ ان درویش نے مسکرا کر پوچھا۔ کیا یہ کتاب تم کو کچھ نفع دے گی۔ جونہی حضرت کی ان درویش سے آنکھیں چار ہوئیں۔ ایک خاص اثر حضرت کے دل پر ہوا اور حضرت نے کھڑے ہو کر جواب دیا۔ جی نہیں مجھے اس کتاب سے نفع نہیں ہو گا۔ بلکہ آپ کی نظر فیض اثر سے نفع ہو گا یہ کہہ کر حضرت نے فوراً درویش کے قدموں میں سر رکھ دیا اور ان درویش سے کچھ باطنی رموز کے سوالات کئے جن کو باتوں باتوں میں ان درویش نے حل کر دیا۔ حضرت نے ان درویش سے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میرا نام قطب الدین بختیار ہے اور میں دہلی جا رہا ہوں۔ حضرت نے عرض کی مجھے بھی اپنے ساتھ دہلی لے چلئے۔ درویش نے فرمایا چلو میرے ساتھ چلو۔ دہلی میں آکر حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ نے باباصاحب کو مشائخ دہلی کے ایک مجمع میں مرید کیا اور حضرت سے مجاہدے کرانے شروع کئے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دہلی سے ہانسی چلے گئے۔ وہاں جا کر مجاہدے کئے۔ پھر دہلی میں حاضری ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحب نے ان کو خلافت عطا فرما دی۔ یہاں سے حضرت ہانسی میں آئے اور ہانسی سے کھتوال تشریف لائے پھر کھتوال میں جب لوگوں کا ہجوم ہوا تو اجودھن میں آکر اقامت اختیار کی جو دریا کے کنارے ایک غیر مشہور مقام تھا پھر آخر عمر تک اسی جگہ رہے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ دہلی میں آئے ہوئے تھے اور حضرت بابا صاحب بھی دہلی میں حضرت خواجہ قطب صاحب کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ نے خواجہ قطب صاحب سے فرمایا۔ آؤ ہم تم دونوں مسعود کو فیض اور نعمت دیں۔ چنانچہ انہوں نے باباصاحب کو بیچ میں کھڑا کر لیا اور دونوں بزرگوں نے باباصاحب کو کھڑے ہو کر توجہ دینی شروع کی اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ قطب صاحب نے باباصاحب سے فرمایا۔ مسعود! دادا پیر کے قدموں میں سر رکھو، تم میرے قدموں میں سر جھکاتے ہو۔ باباصاحب نے جواب دیا۔ ان قدموں کے سوا اور قدم نظر نہیں آتے۔ یہ جواب سن کر حضرت خواجہ صاحب اجمیری نے فرمایا۔ بختیار مسعود ٹھیک کہتا ہے وہ منزل کے دروازے پر پہنچ گیا ہے جہاں وحدت کے سوا دوئی کا نام باقی نہیں رہتا۔ پھر کیوں کر اس کو تیرے سوا میں نظر آؤں۔

www.ksars.org

حضرت خواجہ قطب الدین صاحب کی وفات کے وقت باباصاحب دہلی سے دور ہانسی میں تھے مگر حضرت خواجہ قطب صاحب نے وصیت فرمادی تھی کہ میرے تبرکات حضرت مسعود کو دیئے جائیں اور وہی میرا جانشین ہو۔ چنانچہ وہ ہانسی سے دہلی میں آئے اور حضرت خواجہ قطب صاحب کا خرقہ پہنا اور تبرکات حاصل کئے اور ان کی جگہ پر بیٹھے اور پھر کچھ دن کے بعد خلقت کے ہجوم سے گھبرا کر ہانسی تشریف لے گئے اور ہانسی سے اجودھن میں تشریف لے آئے اور یہیں آخر عمر تک قیام کیا۔

اجودھن میں باباصاحب ہر وقت یاد خدا میں مصروف رہتے تھے اور ان کی مجلس میں علمی اور روحانی چرچے رہتے تھے۔ آدھی رات تک دروازہ کھلا ہوتا اور لوگوں کی آمدورفت رہتی تھی۔ ان کی علمیت اتنی اعلیٰ تھی کہ مولانا خواجہ سید بدرالدین اسحاق محض اسی علمیت کی وجہ سے باوجود انکار فقراء ان کے مرید ہوئے تھے۔ ان کی بات بات میں علمی لطیفے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی نے خط لکھا تو اس میں یہ بھی لکھا کہ میری تو تم سے عشق بازی ہے۔ باباصاحب نے جواب دیا۔ میری آپ کی محبت تو ہے مگر بازی نہیں ہے، اس واسطے میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے خطوط میں عشق اور محبت کی حد کے اندر رہیں، بازی تک نہ آئیں۔

ایک بار دہلی کے بادشاہ بلبن کو کسی شخص کی سفارش لکھی تو اس میں لکھا میں نے اس شخص کی ضرورت کو خدا کے سامنے پیش کیا پھر تیرے پاس بھیجا۔ اگر تو اس کو کچھ دے گا تو یہ دین اللہ کی ہوگی اور یہ شخص تیرا شکرگزار ہوگا اور کچھ نہ دے گا تو یہ دین اللہ کی ہوگی اور تو معذور سمجھا جائے گا۔

اس سے حضرت کی فصاحت و بلاغت بھی ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی کہ ان کی نظر ہر وقت اللہ کی طرف رہتی تھی اور اہل دنیا کی کوئی ہیبت ان کے دل میں نہ تھی۔

ایک دفعہ باباصاحب بیمار تھے اور لکڑی کے سہارے چل رہے تھے، یکایک لکڑی انہوں نے اپنے ہاتھ سے پھینک دی۔ حاضرین نے وجہ پوچھی تو حضرت نے فرمایا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میرا چلنا اس لکڑی کے بھروسہ پر ہے۔ اس لئے میں نے اس کو پھینک دیا۔ انسان کا بھروسہ صرف اللہ پر ہی ہونا چاہئے۔

www.ksars.org

روح پرور واقعات

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بہ تعمیل اشارہ ربانی اجودھن تشریف لے گئے۔ آپؒ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ ہر جگہ ہو چکا تھا اور ہر چہار طرف سے بڑے بڑے غیر مسلم جوگی آپؒ کی آزمائش کے لئے آتے تھے، ایک جوگی اجودھن میں بھی مقیم تھا اور وہاں کے لوگ بکثرت اس کے معتقد تھے۔ یہ جوگی اپنے طریقے کے مطابق جوگ کی بہت سی مشقیں کر چکا تھا اور حبس دم میں بھی ماہر تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ ہفتے میں صرف ایک بار گائے کا دودھ پیتا تھا۔ اس کے بے شمار معتقدین آٹھویں دن اس کے لئے دودھ لاتے تھے اور وہ شخص اتنی مشق بہم پہنچا چکا تھا کہ جس قدر دودھ اتا تھا۔ سب پی جاتا تھا۔ اس کے بہت سے چیلے اور شاگرد بھی اس کے پاس رہتے تھے۔ جوگ میں اگرچہ بہت کچھ کمالات حاصل کر چکا تھا مگر وہ اس سے مطمئن نہ تھا اور کسی ایسے استاد کا متلاشی تھا جو اسے اور کچھ کمالات سکھلائے۔ حضرت بابا صاحبؒ کی تشریف آوری کا اسے علم ہوا تو ایک دن اپنے تمام شاگردوں اور چیلوں کی جماعت کے ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راہ میں اس نے اپنے دل میں حضرت بابا صاحب کی بزرگی اور کرامت کا ایک امتحان یہ مقرر کیا کہ اگر حضرت کامل ہیں تو میرے کانوں سے سونے کی مندریاں خود بخود نکل کر گر پڑیں گی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت بابا صاحب پر فضل الٰہی سے اس کے دل کا حال منکشف ہو گیا اور آپ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو فوراً اس کے دونوں کانوں کی مندریاں نکل کر زمین پر گر گئیں۔ پہلے امتحان میں یہ حال دیکھ کر اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت بابا صاحب کی کرامت اب اس میں ہے کہ یہ مندریاں یہیں پیوند زمین ہوں اور تخم کی طرح پھوٹ آئیں اور ان میں شاخیں بھی نکل آئیں۔ خدا کے فضل سے حضرت کو یہ خیال بھی معلوم ہو گیا اور مندریاں زمین میں دھنس گئیں۔ ان دونوں امتحانات کے بعد وہ جوگی آپ کا معتقد ہو گیا اور جس منزل میں خود تھا اس سے آگے کی دریافت کے ارادے سے اس نے حضرت بابا صاحب سے عرض کیا کہ میں ایک امتحان اور لینا چاہتا ہوں، میں خود غائب ہوتا ہوں آپ مجھے تلاش کر کے لے آیئے۔ میں مرید ہوں جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ زمین پر چت لیٹ گیا اور حبس دم کی مشق کے ذریعے اس نے اپنی روح جسم سے نکال دی، روح پرواز کرنے لگی۔ آپ نے فوراً مراقبہ کیا تو دیکھا کہ جوگی کی روح عالم ملکوت کی سیر کر چکی تھی، آپ نے فوراً اس کی روح کو روک لیا اور اس روح سے فرمایا۔ اب اور

www.ksars.org

آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر، یہاں تک تیری رسائی محض اس وجہ سے ہو سکی کہ تجھے حق کی تلاش ہے، اس مقام سے آگے بڑھنے کی اجازت صرف اہل ایمان کو ہے اور وہ چیز تجھے حاصل نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ واپس لوٹ آ۔ یہ سن کر اس کی روح واپس آگئی۔ جوگی اٹھ بیٹھا اور ہوش میں آتے ہی آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

حضرت باباصاحب ایک دفعہ لاہور تشریف لائے۔ یہاں ایک بزرگ جو صاحب اسرار و کشف تھے، کھیتی باڑی پر اپنا گزارا کرتے تھے۔ اپنی بزرگی اور نیک دلی کے لئے خلق میں اس قدر عزت واحترام سے دیکھے جاتے تھے کہ انہیں کھیتوں اور زمینوں کا کوئی محصول ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ لاہور میں کوئی سخت گیر حاکم آ گیا اور اس نے ان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آپ اتنے سال سے مفت پیداوار کھا رہے ہیں یا تو پچھلے سالوں کا محصول ادا کیجئے یا پھر کوئی کرامت دکھایئے۔

بزرگ نے کہا میں مسکین آدمی ہوں۔ مجھے کشف و کرامت سے کیا تعلق۔ لیکن حاکم نے ایک نہ سنی اور اپنے اصرار پر قائم رہا۔ تب بزرگ نے مجبور ہو کر اس سے کہا کہ اچھا بتاؤ پھر کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو۔ حاکم نے کہا کہ پانی پر چل کر سکھا سکتے ہو۔ بزرگ ایک دریا پر پہنچے اور انہوں نے تمام دریا پیدل چل کر عبور کر لیا۔ جیسے کہ کوئی خشکی کے اوپر چل رہا ہو۔ جب وہ دوسرے کنارے پر پہنچے تو انہوں نے کشتی کے لئے آواز دی تاکہ واپس آ سکیں اس پر حاکم نے کہا کہ جس طرح آپ گئے ہیں اس طرح واپس کیوں نہیں آ سکتے؟

بزرگ نے فرمایا کہ اس واسطے کہ نفس میں غرور پیدا نہ ہو جائے۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر سلطان و اصلان حق و برہان فانیان ذات مطلق تھے۔ تمام مشائخ حضرت کے کمال و عرفان و محویت اور وجدان پر متفق ہیں بعض ملفوظات پیران چشت میں لکھا ہے کہ جب حضرت گنج شکرؒ شکم مادر میں تھے تو حضرت کی والدہ ماجدہ کو بیر کھانے کی خواہش ہوئی۔ حضرت کے ہمسایہ میں ایک بیری کا درخت تھا۔ حضرت کی والدہ نے درخت کے مالک کی اجازت کے بغیر چند بیر توڑے کھانا چاہتی تھیں کہ حضرت نے شکم کے اندر

www.ksars.org

بے قراری کا اظہار کیا۔ جس کی وجہ سے حضرت کی والدہ بھی بے قرار ہو گئیں اور بیر ہاتھ سے گر پڑے۔ جب حضرت بڑے ہوئے تو حضرت کی والدہ نے ارشاد فرمایا کہ فرزند تمہارے حمل کے دنوں میں نے کبھی کوئی مشکوک چیز نہیں کھائی۔ حضرت نے جواب دیا کہ مالک کی اجازت کے بغیر بیری کے چند بیر آپ نے توڑے تھے لیکن میں نے بے چینی کا اظہار کر کے مال مشکوک کھانے سے آپ کو بچالیا۔ یہ سن کر حضرت کی والدہ متحیر ہوئیں کہ میں نے اس کا اظہار کبھی کسی سے نہیں کیا، انہیں کیسے معلوم ہوا۔

حضرت باباصاحب اجودھن میں رونق افروز ہوئے تو آپ آبادی سے علیحدہ کریر کے درختوں کے نیچے مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ایک دن ایک دیہاتی عورت سر پر دودھ کا گھڑا لئے تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی گزری۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ دختِ نیک بخت اس قدر تیزی سے گھبرائی ہوئی کہاں جارہی ہے اور اس گھڑے میں کیا ہے؟ عورت نے رو کر عرض کیا۔ باباصاحب! ہمارے اس قصبے میں ایک جوگی رہتا ہے اور اس نے ہم غریبوں کی زندگی محال کر دی ہے وہ جو چیز بھی ہم سے طلب کرتا ہے اگر فوری طور پر فراہم نہ کی جائے تو ہم طرح طرح کے درد اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس نے تمام ان لوگوں کو جن کے پاس گائے، بھینسیں ہیں روزانہ ایک گھڑا دودھ دینے کا حکم دیا ہے۔ اگر کوئی دودھ نہیں پہنچاتا تو اس کے گھر کا تمام دودھ خون بن جاتا ہے۔ آج میری باری ہے اور مجھے کسی قدر دیر ہو گئی ہے اس لئے بھاگی جارہی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں۔

حضرت بابا نے فرمایا۔ نیک بخت لڑکی! کچھ بھی خوف نہ کر اور یہیں اطمینان سے بیٹھ جا۔ ہمارے یہاں جو فقراء موجود ہیں یہ دودھ ان میں تقسیم کر دے۔ عورت نے تعمیل حکم کی اور دودھ فقراء میں تقسیم کر دیا۔ جوگی نے یہ حال معلوم کر لیا اور تھوڑی ہی دیر بعد جوگی کا ایک چیلہ وہاں آیا اور یہ دیکھ کر کہ ہمارے حصے کا دودھ درویش پی رہے ہیں، وہ غصے میں فحش کلامی کرنے لگا۔ حضرت بابا نے غصے سے کہا کہ گستاخ زبان بند کر فوراً اس کی زبان بند ہو گئی اور دونوں پیر زمین میں دھنس گئے۔ اس نے ہر چند کوشش کی کہ کچھ بولے لیکن نہ بول سکتا تھا، نہ بھاگ سکتا تھا۔ اس کے بعد جوگی کے اور کئی چیلے یکے بعد دیگر آتے رہے مگر سب اسی عذاب میں مبتلا ہوتے گئے، جوگی کو سارا حال معلوم ہو گیا تو غصے میں بھرا ہوا آیا اور فحش کلامی کرنے لگا۔

www.ksars.org

حضرت بابا نے فرمایا۔ زمین اس بے ادب کو بھی فوراً پکڑ لے۔ جوگی کے دونوں پاؤں زمین سے چپک گئے اور وہ کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ ہر چند منتر جنتر یاد کرتا تھا مگر تمام قوتیں سلب ہو گئیں۔ بے اختیار ہو کر رونے چیخنے لگا۔ جب رحم و کرم کی درخواست کی تو حضرت بابا صاحب نے فرمایا۔ اس شرط پر تیری رہائی ہو سکتی ہے کہ خدا کے خوف سے ڈرنے اور بندوں پر یہ مظالم اور جبر نہ کرنے کا عہد کرے اور فوراً اس قصبے سے نکل جائے اور پھر کبھی واپس آنے کی جرأت نہ کرے۔ جوگی نے عہد کیا اور آپ کی تمام شرائط قبول کر لیں۔ حضرت بابا صاحب نے اس پر رحم فرمایا۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ جوگی اپنی نجات سے بہت خوش ہوا اور اپنے تمام چیلوں کو لئے اجودھن سے باہر نکل گیا۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ مسعود اجودھنی چشتی کو ایک مرتبہ ایک ایسے دیوانہ شخص کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جو ساٹھ سال سے جنون کی کیفیت میں گرفتار تھا اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس درجہ مشغول و مستغرق رہتا تھا کہ نور چمکتا تھا لیکن یادِ الٰہی کے سوا چونکہ وہ تمام چیزوں سے بے نیاز تھا اس لئے اسے خود اس نور کی خبر نہ تھی۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے اس شخص کو خلوت میں دیکھا کہ وہ تلاوت میں مشغول تھا اور اس سے ایک ایسا نور فروزاں تھا جس کی ضیاء پاشیاں عرش سے لے کر حجاب عظمت تک منور کئے ہوئے تھیں۔ حضرت گنج شکرؒ آگے بڑھے تاکہ اس نعمت عظمیٰ سے کچھ آپ کو بھی حاصل ہو جائے۔ جوں ہی آپ کے پاؤں کی آہٹ اس مجنوں کو سنائی دی اس نے فوراً مڑ کر دیکھا اور حضرت بابا صاحب سے فرمایا۔

اے درویش! چونکہ تو ہمارے بھید سے واقف ہو چکا ہے۔ اب یہی بہتر ہو گا کہ تو اس راز کو فاش نہ کرے۔ یہ کہنے کے بعد اس شخص نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! چونکہ تو نے میرا بھید ایک شخص پر ظاہر کر دیا اور اس طرح تیرا بھید بھی ظاہر ہو گیا۔ اس لئے اب میرے لئے یہاں اس دنیا میں رہنا گوارا نہیں۔

ابھی وہ مجنوں یہ بات پوری بھی نہ کرنے پائے تھے کہ روح مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی تحویل میں لے لی۔

www.ksars.org

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے ایک مرتبہ بغداد شریف میں ایک درویش دیکھا جس نے اپنے آپ کو اللہ کی یاد میں مستغرق کر رکھا تھا۔ اس کے لئے دنیاوی زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ ایک روز درویش عالی مرتبت جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد مسجد سے باہر نکلے تو ان کی نگاہ ایک غیر محرم عورت پر جا پڑی۔ انہوں نے فوراً دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ لیا اور یا غفور یا غفور کہنے لگے۔ اسی حالت میں گھر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے پروردگار جن آنکھوں نے تجھے دیکھا ہے انہیں دوسرے کو نہ دیکھنے دے۔ ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ درویش نے فوراً شکرانے کی نماز ادا کی۔

اس کے چند روز گزرے تو اچانک درویش نے ایسی بات سنی جو سننے کے قابل نہ تھی۔ انہوں نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور کہا اے پروردگار جن کانوں نے تیرا نام سنا ہے وہ اور کچھ سننے سے کہیں بہتر ہے کہ بہرے ہو جائیں۔ درویش بحکم خدا بہرے ہو گئے۔ انہوں نے فوراً وضو کر کے شکرانہ کی نماز پڑھی اور کہا اب امید ہے کہ اس دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤں گا۔

ایک روز حضرت بابا صاحب گنج شکرؒ نے فرمایا۔ شریعت و طریقت میں وہ بندہ صادق ہے جو روزی سے دل نہ لگائے بلکہ اپنے خدا کی اطاعت میں مشغول رہے اور یہ جان لے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے مجھے مل جائے گا۔ اس لئے اگر سالہا سال انسان مارا مارا پھرے تو جو رزق قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہی ملے گا۔ جس طرح موت انسان کو ڈھونڈتی پھرتی ہے اس طرح رزق بھی انسان کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ جہاں کہیں انسان جاتا ہے رزق اس کے ہمراہ جاتا ہے۔

نیز فرمایا کہ یہ سمجھنا بھی گناہ ہے کہ انسان رزق کے لئے غمگین ہو اور کہے کہ آج تو کھا لیا ہے کل شاید مجھے کھانے کو کچھ نہ ملے حالانکہ اسے طالب مولا بننا چاہئے تاکہ دنیا اس کے پیچھے بھاگے اور وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

www.ksars.org

فرمایا۔ ایک شخص کئی سال تک روز گار کے لئے مارامارا پھرا لیکن جو اس کی روزی تھی اس میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہوا البتہ بہت پریشان ہوا اور حالات اور برے ہو گئے۔

فرمایا۔ ایک اور شخص روز گار کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑ کر ایک بزرگ سے ملا۔ اس سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ بولا۔ اس شہر کو چھوڑ تا ہوں شاید روز گار میں ترقی ہو جائے۔ بزرگ نے کہا۔ جاؤ وہاں کے خدا کو میرا سلام کہہ دینا۔ وہ چونک کر بولا۔ حضرت خدا تو سب جگہ ایک ہے۔ بزرگ نے کہا۔ پھر اے نادان جب تو یہ جانتا ہے کہ رازق سب جگہ کا ایک ہی ہے تو پھر کہاں جاتا ہے جا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دل لگا اور دیکھ کہ وہ تجھے کیا کیا نعمتیں عطا کرتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت دل لگا کر کرتا ہے اور اپنی روزی کے لئے اندیشہ نہیں کرتا اللہ اس کے لئے غیب سے روزی کا سامان مہیا کر دیتا ہے۔

فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کے پاس پہنچا وہ پہاڑ میں جنگل کے اندر رہتا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ جنگل میں رہتا ہے۔ اسے خوراک کہاں سے ملتی ہو گی؟

اس بزرگ نے کہا۔ شاید آپ خدا تعالیٰ کو رازق نہیں مانتے۔ خیر یہاں بیٹھ جایئے اور دیکھئے پھر مجھ سے کہا۔ یہ پتھر جو سامنے پڑا ہے۔ اسے توڑ ڈالیں میں نے اس پتھر کو اٹھا کر دے مارا وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا ہے جس کے منہ میں سبز پتہ ہے جو خدا تعالیٰ کیڑے کو پتھر میں روزی دیتا ہے وہ کیا مجھے بھول جائے گا۔

فرمایا۔ میں اس رات بھر ان کے پاس ٹھہرا۔ افطار کے وقت ایک آدمی دو روٹیاں اور حلوہ لے کر آیا جسے ہم دونوں نے مل کر کھایا اور خدا تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ اس بزرگ نے مجھ سے کہا۔ آج تیس سال ہو گئے ہیں کہ مجھے اس طرح غیب سے روزی ملتی ہے اور جو میرے پاس آتا ہے اسے بھی کھانے کو مل جاتا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ حضرت مولانا خواجہ سید بدر الدین اسحاق کے حوالے سے فرماتے تھے کہ اجودھن کے قریب کوئی ملا صاحب رہتے تھے۔ جن کو اپنے علم کا بہت گھمنڈ تھا اور مویشیوں کو بے علم سمجھ کر حقارت

www.ksars.org

سے دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حضرت شیخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت مجلس میں کئی لوگ موجود تھے۔ ملا صاحب نے اپنی علمیت اور ہمہ دانی کے قصے بیان کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت شیخ العالم نے ان کے قصے سنتے سنتے ان سے پوچھا کہ مولانا اسلام کے رکن کتنے ہوتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ پانچ ہیں، ایک کلمہ، دوسرا نماز، تیسرا روزہ، چوتھا زکوٰۃ، پانچواں حج۔ حضرت شیخ العالم نے فرمایا۔ میں نے چھٹا رکن بھی سنا ہے۔ ملا صاحب نے بگڑ کر جواب دیا۔ چھٹا رکن کوئی نہیں ہے۔ آپ نے جو کچھ سنا ہے غلط سنا ہے۔ حضرت نے جواب دیا۔ جی نہیں میں نے معتبر اہل علم سے سنا ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔ اس پر ملا صاحب کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا۔ مجھے آپ لوگوں سے اسی لئے اختلاف رہتا ہے کہ آپ لوگ بے علم اور کم علم ہوتے ہیں لیکن عالم بننے کی کوشش میں خواہ مخواہ دخل در معقولات کرتے رہتے ہیں۔ میں نے جو پانچ رکن بیان کئے ہیں یہ حدیثوں میں موجود ہیں، فقہ میں موجود ہیں۔ آپ جس چھٹے رکن کو بیان کرتے ہیں وہ نہ حدیثوں میں ہے، نہ فقہ میں ہے۔ حضرت شیخ العالم نے تبسم کے بعد فرمایا۔ نہیں مولانا، وہ قرآن میں بھی ہے، حدیث میں ہے اور فقہ میں بھی ہے۔ یہ سن کر مولانا کو اتنا زیادہ غصہ آیا کہ وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ فرماتا ہے نصیحت کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھ۔ اس لئے میں جاتا ہوں۔ شیخ العالم نے بہت نرمی کے ساتھ ان کو ٹھہرانا چاہا مگر مولانا صاحب نہ ٹھہرے اور چلے گئے۔

جب ملا صاحب حضرت بابا صاحب کی مجلس سے ناراض ہو کر چلے گئے تو انہوں نے کچھ عرصے کے بعد حج کے سفر کا ارادہ کیا اور پوری تیاری کے بعد روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں پہنچ کر سات برس وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد ہندستان کے جہاز میں سوار ہو کر واپسی کے خیال سے روانہ ہوئے۔ دو چار دن کے بعد سمندر میں سخت طوفان آیا اور ملا صاحب کا جہاز طوفان کے باعث تباہ ہو گیا۔ ملا صاحب جہاز کے ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے پر پہنچ گئے اور تختے سے اتر کر خشکی میں آئے۔ وہاں سوکھے پہاڑ تھے، نہ درخت تھے نہ گھاس تھی۔ ملا صاحب تین دن بھوک پیاس کی حالت میں پہاڑ کے ایک غار میں بیٹھے رہے۔ یکایک ایک آدمی آیا جس کے سر پر خوان تھا۔ اس نے آواز دی۔ میں روٹی فروخت کرتا ہوں۔ انہوں نے اس سے کہا کہ میں عالم ہوں اور میں نے سات حج کئے ہیں۔ میرا جہاز تباہ ہو گیا ہے۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے اور میں تین دن کا بھوکا پیاسا ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا۔ میرے پاس کھانا بھی ہے اور پانی بھی

www.ksars.org

ہے مگر میں دوکان دار ہوں بغیر قیمت کے کھانا پانی نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا کہ تم مسلمان ہو؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں! الحمدللہ۔ ملا صاحب نے اس کو مسافروں، مہمانوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے کی نسبت وعظ سنایا اور سمجھایا کہ تو مجھ بھوکے پیاسے کو کھانا اور پانی دے دے۔ اس نے کہا یہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن میں بغیر قیمت کے کھانا پانی نہیں دے سکتا۔ یہ کہہ کر وہ جانے لگا تو ملا صاحب نے اس سے کہا تو کیسا مسلمان ہے، تجھے رحم نہیں آتا۔ اس نے مڑ کر جواب دیا۔ اگر میں رحم کروں تو آج ہی میری دوکانداری کا خاتمہ ہو جائے۔ اچھا میں رحم کرتا ہوں، تم اپنی زبان سے یہ کہہ دو کہ سات حج کا ثواب تم نے مجھے دیا۔ ملا صاحب نے خیال کیا زبان سے کہہ دینا کوئی چیز نہیں ہے اور اس سے میرا ثواب نہیں جا سکتا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ میں نے تجھے روٹی اور پانی کے بدلے سات حج کا ثواب دیا۔ اس شخص نے یہ سنتے ہی خوان اس کے آگے رکھ دیا اور انہوں نے پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور ٹھنڈا پانی پیا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا۔ تو کہاں رہتا ہے اور کیا یہاں کوئی آبادی بھی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ روٹی فروخت کرتا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے خالی برتن لے کر غار سے باہر گیا اور ملا صاحب جھپٹ کر اس کے پیچھے بھاگے تا کہ دیکھیں وہ کدھر سے آیا تھا۔ لیکن باہر نکلتے ہی وہ پہاڑوں کے چکروں میں کہیں غائب ہو گیا۔ ہر چند تلاش کیا کہیں نہ ملا۔ آخر مجبور ہو کر ملا صاحب دریا کے کنارے آن بیٹھے۔ شاید کوئی کشتی یا جہاز ادھر سے گزرے۔ یہاں تک کہ تین رات دن گذر گئے اور ان کی حالت بھوک اور پیاس سے پھر خراب ہو گئی۔ تب وہی شخص پھر سر پر خوان رکھے دکھائی دیا اور اس نے اس شرط پر ان کو روٹی کھلائی کہ ساری عمر کے روزوں کا ثواب زبانی ان سے لے لیا۔ آج بھی جب وہ جانے لگا تو ملا صاحب اس کے پیچھے دوڑے مگر وہ پھر غائب ہو گیا اور تین رات دن غائب رہا اور جب ان کی حالت بھوک پیاس کے سبب خراب ہو گئی تب وہ پھر کھانا لے کر آیا اور ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ تین رات دن کے بعد پھر کھانا لے کر آیا اور ساری عمر کی نمازوں کا ثواب لے کر چلا گیا۔ آخر اب کے تین رات دن کی بھوک پیاس کے بعد وہ کھانا لے کر آیا تو ملا صاحب نے کہا میں سات حج کا ثواب تجھے دے چکا۔ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں جو میں تجھے دوں۔ اس شخص نے کہا۔ یہ کاغذ اور قلم دوات لایا ہوں۔ اس پر لکھ دیجئے کہ میں نے ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے سات حجوں کا ثواب تجھے دیا۔ پھر ساری عمر کے روزوں کا ثواب فروخت کیا۔ پھر ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب فروخت کیا۔ پھر ساری عمر کی

www.ksars.org

نمازوں کا ثواب فروخت کیا اور آج میں ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے یہ تحریر دیتا ہوں۔ چنانچہ ملا صاحب نے یہ عبارت لکھ دی اور اس کے بعد انہوں نے اپنا نام اور مقام اس کاغذ پر لکھ دیا اور وہ کاغذ اس کو دے دیا۔ اس نے روٹی اور پانی ملا صاحب کے سامنے رکھ دیا اور ملا صاحب نے کھانے کے بعد عاجزانہ انداز سے کہا۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تم کہاں رہتے ہو تا کہ میں تمہارے ساتھ وہاں چلوں اور اپنی روزی کے لئے کچھ محنت مزدوری کروں کیونکہ اب میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ اس شخص نے خفا ہو کر کہا۔ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے برتن اٹھائے اور کاغذ جیب میں ڈال کر پہاڑ کی طرف چلا۔ ملا صاحب تازہ دم تھے، دوڑے کہ اس کو پکڑ کر مجبور کریں اور آبادی کا راستہ پوچھیں۔ وہ بھی بھاگا اور ملا صاحب بھی اس کے پیچھے بھاگتے رہے۔ جہاں تک کہ آگے جا کر اس نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ ملا صاحب خوش ہوئے کہ اب میں اسے پکڑ لوں گا۔ اس لئے انہوں نے زیادہ تیز دوڑنا شروع کر دیا لیکن انہوں نے بھی ٹھوکر کھائی اور گرے اور قبل اس کے کہ وہ اٹھیں وہ شخص اپنے برتن لے کر بھاگا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ آخر مجبور ہو کر ملا صاحب سمندر کے کنارے آئے اور عادت کے موافق وہاں بیٹھ گئے۔ یکایک انہوں نے دور دیکھا کہ ایک جہاز جا رہا ہے۔ انہوں نے اپنا عمامہ سر سے اتار لیا اور اس کو ہلا ہلا کر چیخنا شروع کر دیا۔ میری مدد کرو۔ میری مدد کرو۔ میری مدد کرو۔ جہاز والوں نے جہاز روک لیا اور ایک کشتی ان کے پاس بھیجی۔ اس میں سوار ہو کر جہاز پر آئے اور جہاز میں سوار ہوئے۔ اس جہاز میں حاجی لوگ سوار تھے اور ہندوستان جا رہے تھے۔ انہوں نے ملا صاحب کی بڑی خاطر کی اور آرام سے ملا صاحب ہندوستان پہنچ گئے۔ اپنے گھر میں آئے، بال بچوں کو دیکھا اور اس کے بعد ایک دن حضرت شیخ العالم سے ملنے آئے۔ جب ملا صاحب حضرت بابا صاحب کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت بڑے بڑے علماء اور مشائخ حضرت کی خدمت میں دست بستہ حاضر تھے۔ جب حضرت بابا صاحب کی نظر ملا صاحب پر پڑی تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور بہت ہی اخلاق کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ آیئے ملا صاحب۔ بہت عرصے کے بعد آنا ہوا۔ ہم تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتے رہتے تھے۔ کہئے کیا وجہ ہوئی جو اتنے عرصے تک آپ یہاں نہیں آئے۔ ملا صاحب نے اپنی خشک عادت کے موافق حضرت سے مصافحہ کیا اور حضرت کے قریب بڑی نخوت اور تمکنت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس کو ملا صاحب کی یہ ادا بہت ناگوار ہوئی۔ کیونکہ ملا صاحب حضرت کے قریب اس طرح بیٹھے تھے گویا وہ حضرت کے

www.ksars.org

ہمعصر ہیں یا حضرت سے بھی زیادہ ان کا درجہ اور مرتبہ ہے۔ مگر حضرت باباصاحب کے رعب کے سبب سب خاموش تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ حضرت کے مہمان کو ادب سے بیٹھنے کے لئے کچھ کہتا۔

آخر باباصاحب نے ملا صاحب سے پوچھا۔ ہاں ملاصاحب! آپ نے بتایا نہیں کہ اتنی مدت تک کیوں نہیں آئے تھے۔ ملاصاحب نے نہایت غرور اور تکبر کے ساتھ جواب دیا۔ جناب میں اس ملک میں موجود نہ تھا، حج کرنے گیا تھا۔ سات برس تک مکہ معظمہ میں رہا اور سات دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت کی اور سات حج کئے، حرمین میں نمازوں اور روزوں کا جو زیادہ ثواب ملتا ہے وہ سب میں نے حاصل کیا اور اب سات برس کے بعد وہاں سے واپس آیا ہوں۔ واپسی میں جہاز کی تباہی کا صدمہ بھی اٹھایا مگر اللہ تعالی کے فضل و کرم سے راستے میں مصیبتیں ختم ہوئیں اور میں بخیریت تمام اپنے گھر پہنچ گیا اور سب اہل و عیال کو سلامت و خوش و خرم دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

حضرت باباصاحب نے ملاصاحب کا بیان سن کر ارشاد کیا۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ سات حج کئے، سات بار مدینہ منورہ کی زیارت کی، سات برس تک حرمین میں نمازیں پڑھیں۔ سات رمضانوں کے روزے رکھے۔ سبحان اللہ، بڑی سعادتیں آپ نے حاصل کیں۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ اب تو ہم سے خفا نہیں؟ ملاصاحب نے جواب دیا۔ میں خفا ہی کب تھا۔

حضرت باباصاحب نے فرمایا۔ سات سال پہلے آپ یہاں سے ناراض ہو کر گئے تھے۔ میں اسی خفگی کا ذکر کر رہا ہوں۔ ملاصاحب نے کہا۔ مجھے یاد نہیں۔ کیا بات ہوئی تھی۔ آپ یاد دلایئے شاید مجھے یاد آجائے۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا۔ ہم نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اسلام کے رکن کتنے ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا تھا۔ اسلام کے پانچ رکن ہوتے ہیں۔ ایک کلمہ، دوسرے نماز، تیسرے رمضان کے روزے، چوتھے زکوٰۃ، پانچویں کعبے کا حج۔ تو ہم نے کہا تھا کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی بھی ہے۔ اس سے آپ خفا ہو گئے تھے اور خفا ہو کر یہاں سے چلے گئے اور قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ کر سنائی کہ نصیحت کرنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ گویا اس طرح آپ نے ہم کو ظالم قرار دیا تھا اور ہم کو اس بات کا بڑا صدمہ تھا اور ہم روزانہ آپ کو یاد کرتے تھے۔

www.ksars.org

یہ سن کر مولانا ہنسے اور انہوں نے کہا۔ ہاں، ہاں۔ مجھے یاد آیا۔ یہ ٹھیک ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ درویش لوگ بے علمی اور کم علمی کے سبب ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہوتی ہیں۔ اسلام کے رکن تو پانچ ہی ہوتے ہیں چھٹا رکن کوئی نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ مولانا میں اگرچہ بے علم اور کم علم ہوں لیکن میں نے یہ بات لکھی ہوئی دیکھی ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔ مولانا نے خفا ہو کر کہا۔ لکھا ہوا دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دیجئے۔ حضرت نے اپنے خادم کو آواز دی کہ میری فلاں کتاب لانا۔ خادم ایک موٹی کتاب لے کر آیا۔ حضرت نے حاضرین سے فرمایا۔ تم میرے پاس سے ذرا دور ہٹ جاؤ۔ سب لوگ دور ہٹ گئے۔ حضرت نے مولانا کو اور قریب بلایا۔ انہوں نے کتاب کے ورق الٹ الٹ کر کتاب کو دیکھا مگر اس کتاب میں کوئی حرف نظر نہ آیا۔ سادہ ورق تھے، چاہتے تھے کہ یہ کہیں کہ یہ ورق تو سادہ ہیں۔ یکایک مولانا کو ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر نظر آئی جو انہوں نے پہاڑ کے کھانا کھلانے والے کو دی تھی۔ جونہی مولانا نے اپنے ہاتھ کی تحریر پڑھی تو ایک چیخ ماری۔ حضرت نے کتاب بند کر دی اور مولانا حضرت کے قدموں میں گر پڑے۔ توبہ کی اور اس وقت بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے اور اس دن سے سکوت اختیار کیا۔ پھر مرتے دم تک کبھی انہوں نے کسی سے بات نہ کی۔ اکثر گریہ ان پر طاری رہتا تھا۔

حضرت شیخ العالم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنی مصیبت بیان کی کہ اس کی بیوی کو ڈاکو چھین کر لے گئے ہیں اور اس وقت سے اس نے کھانا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت نے اس سے فرمایا کہ میں دعا کروں گا۔ تمہاری بیوی تم کو مل جائے گی تم کھانا نہ چھوڑو۔ چنانچہ اس نے کھانا کھالیا اور چند روز حضرت کی خدمت میں حاضر رہا۔ ایک دن وہ حضرت کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص بادشاہی آدمیوں کی حراست میں ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنے ہوئے آیا اور اس نے حضرت سے دعا کی درخواست کی اور کہا کہ مجھے دہلی کے بادشاہ کے پاس لے جارہے ہیں۔ معلوم نہیں میرا کیا حشر ہو۔ اس واسطے ان سپاہیوں کو راضی کر کے یہاں تک پہنچا ہوں۔ اور اب دہلی جارہا ہوں۔ حضرت نے جواب دیا۔ ہم دعا کریں گے۔ ہمارے اس مہمان کو بھی اپنے ساتھ دہلی لیتے جاؤ۔ اگر تم کو دہلی جاکر رہائی مل جائے تو ہمارے اس مہمان کو ایک لونڈی دلوا دینا۔ اس شخص نے جواب دیا۔ بسر و چشم اس کی تعمیل کروں گا چنانچہ وہ شخص حضرت کے مہمان کو لے کر دہلی گیا اور بادشاہ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی۔ بادشاہ نے اس کو بے قصور سمجھ کر رہا کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد اس نے

www.ksars.org

بازار سے ایک خوبصورت لونڈی خریدی اور حسب وعدہ حضرت شیخ العالم کے مہمان کو دے دی۔ مہمان نے دیکھا کہ یہ لونڈی اس کی بیوی تھی جسے ڈاکو چھین کر لے گئے تھے۔

حضرت باباصاحب نے ایک قطہ زمین خریدا تھا۔ ایک اور شخص نے اس پر ملکیت کا دعویٰ کیا اور وہ مقدمہ حاکم دیپال پور کے پاس پیش ہوا۔ حاکم دیپال پور نے جواب دہی کے لئے حضرت کو طلب کیا۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ اس مقدمے کا حال اہل قصبہ سے دریافت کر لو۔ سب جانتے ہیں۔ حاکم نے جواب دیا۔ آپ یا آپ کا وکیل حاضر ہو کر جب تک اس قطعۂ زمین کی اسناد پیش نہ کرے۔ اس مقدمے کا فیصلہ مشکل ہے۔ حضرت باباصاحب نے رنجیدہ ہو کر فرمایا کہ اس گردن شکستہ سے جا کر کہہ دو کہ ہمارے پاس نہ کوئی سند ہے اور نہ کوئی گواہ۔ اگر ہمارے کہنے کا اعتبار ہے تو ہمارا کہنا کافی ہے۔ ورنہ زمین متنازعہ سے دریافت کر لو۔ حضرت باباصاحب کا یہ جواب سن کر حاکم بڑا متحیر ہوا اور برائے امتحان موقع پر آیا۔ حضرت باباصاحب کے خادم نے بآواز بلند کہا۔ اے زمین خواجہ فریدالدین شکر گنج کا حکم ہے سچ بیان کر کہ تو کس کی ملکیت ہے۔ زمین سے آواز بلند ہوئی میں خواجہ فرید الدین شکر گنج کی ملکیت ہوں۔ مدعی شرمندہ ہوا اور حاکم متحیر واپس لوٹا۔ راستے میں اس کی گھوڑی کا قدم الجھا اور وہ گردن کے بل گر پڑا اور منکہ ٹوٹ جانے سے وہ مر گیا۔

روحانی توجیہہ

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ اپنے سے بھاگنا خدا سے ملنا ہے یعنی خدا ہمارا دوست ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی خدا ہمارا دوست کی روحانی توجیہہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خدا وہ ذات ہے اور رب وہ ہستی ہے جو سب کے دل میں موجود ہے۔ جس طرح دل کی حرکت کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اسی طرح خدا کے بغیر دل کی حرکت کا تصور بے معنی ہے۔ خدا سب کا دوست ہے اور ایسا دوست ہے کہ جو بار بار ہر جنم میں پنگوڑے میں لڑکپن میں جوانی میں بڑھاپے میں ہمارے ساتھ رہتا ہے۔

www.ksars.org

باپ کی تخلیق سیال مادہ کو جب ماں قبول کرتی ہے اور یہ دو قسم کے لعاب آپس میں تحلیل ہو جاتے ہیں تو جسم وجود میں آجاتا ہے اور ماں کے جسم کے مطابق وہ جسم ڈھلتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ اور ہڈیوں کے پنجر پر گوشت کی دبیز تہوں کو جب اعصاب کی پٹیوں سے کس کر کھال کے پلاسٹر سے مزین کر دیا جاتا ہے تو جسم کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اس مکمل شدہ جسم کو گرمی کے تھپیڑوں اور خنک لہروں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک بند کوٹھری میں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ تحفظ فراہم کیا جاتا ہے بلکہ جسم کی نشوونما کے لئے ماں کے اندر دوڑنے والے خون کو ایک پائپ کے ذریعے اس وجود کی رگوں میں اور شریانوں میں دوڑایا جاتا ہے۔ یہاں تک کے اس بند کوٹھری سے باہر آنے سے پہلے اس کے وجود کی نشوونما کے لئے ماں کے سینے میں غذا کا ذخیرہ جمع کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک یہ نسلی سلسلہ کتے، بلی، شیر، بکری، اونٹ، گائے، گھوڑے، ہاتھی، دیگر چوپائے اور انسان میں ایک مسلسل متواتر اور مشترک عمل ہے۔ بے شک سیال مادہ کی اس منتقلی میں تخلیق کا راز چھپا ہوا ہے۔

دکھ سکھ کی زندگی گزارنے کے بعد جسم پر موت وارد ہو جاتی ہے پھر یہی جسم ماں اور باپ کے جسم میں جلوہ گر ہو کر کسی باپ کی پشت اور کسی ماں کے بطن میں داخل ہو جاتا ہے اور اس طرح نئی نئی صورتیں عالم وجود میں آتی رہتی ہیں۔

نوعوں کے نسلی سلسلہ پر غور کیا جائے تو یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ باوجود مشترک قدروں کے ہر نوع پر اپنی انفرادیت ہے سننا، دیکھنا، محسوس کرنا، بھوک، پیاس کا تقاضہ سب مشترک ہے مگر پھر بھی ہر نوع اور ہر نوع کا ہر فرد ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

ہمارا دوست خدا

ہمیں اس تسلسل کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہے کہ ہمارا نسلی تشخص برقرار رہتا ہے۔ پیدائش کا عمل ایک ہونے کے باوجود کائنات کے ہر وجود کی اپنی ایک الگ شناخت ہے۔ جب ہماری زمین ماں ہمارے دکھ سکھ ختم

www.ksars.org

کرنے کے لئے ہمیں اپنی آغوش میں اس طرح سمیٹ لیتی ہے کہ مادی وجود معدوم ہو جاتا ہے تو خدا ہمارا دوست ہمیں دوسری دنیا میں نسلی سلسلہ کے خلاف پیدا کر دیتا ہے۔ مرنے جینے کا یہ سلسلہ ازل سے قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔

میں خواجہ شمس الدین عظیمی ازل میں کن کا ظہور بنا۔ لوح محفوظ کے کیمرے نے میری فلم بنائی اور یہ فلم برزخ کی اسکرین پر ڈسپلے (Display) ہوئی۔ برزخ کے پروجیکٹر نے خواجہ شمس الدین عظیمی کی اس فلم کو ڈسپلے کیا تو نسلی سلسلے کی مشین نے مقرر پروسیس (Process) کے تحت زمین کی اسکرین پر دکھایا۔ زمینی خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک عمل کی فلم بنا تا رہا اور جب فلم مکمل ہوگئی تو عالم اعراف کی اسکرین پر منتقل ہو گئی۔ عالم اعراف سے حشر و نشر اور حشر سے جنت اور دوزخ تک یہ فلم نظر آتی رہی۔ اس مربوط نظام کو چلانے والا تحفظ دینے والا کون ہے؟

یقیناً ہمارا دوست خدا!

ہمیں پوری سنجیدگی کے ساتھ متانت اور بردباری کے ساتھ یہ سوچنا ہو گا کہ مرنے جینے اور جسم کی نت نئی تبدیلیوں کے پیچھے کیا عوامل کام کر رہے ہیں۔ کیوں یہ سلسلہ قائم ہے ہم کیوں قائم بالذات نہیں ہو جاتے۔ کیا ہم بار بار تبدیلی جسم کے سلسلے کو ختم کر سکتے ہیں اور کیا ہم بقائے دوام پا سکتے ہیں اور کیا ہر آن اور ہر لمحہ جسمانی ذہنی نشوو نما تبدیلی سے نجات ممکن ہے۔ ہمیں تفکر یہ کرنا ہو گا کہ اختلاف لیل و نہار کے ساتھ ہم بھی کیوں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

یہ جاننے کے لئے ہمیں اپنے دوست خدا کو پہچاننا ہو گا اور جب ہم اپنے سچے پاک اور ایثار کرنے والے دوست خدا سے واقف ہو جائیں گے تو رد و بدل کا یہ لامتناہی سلسلہ ایک نقطہ پر ٹھہر جائے گا۔

بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو اپنے ماں باپ کو پیار کرتا ہے پھر اپنے بہن بھائی کو اور جیسے جیسے بڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنے کنبے، سماج، فرقے، ملک و قوم اور نوع انسان سے پیار کرنا شروع کر دیتا ہے لیکن اس کے باوجود مطمئن نہیں ہوتا۔ اس کے اندر محبت اور پیار کی تشنگی باقی رہتی ہے۔ آج کا بچہ کل کا بوڑھا ہونے تک پیاسا ہی رہتا ہے اور یہ تشنگی اس

www.ksars.org

وقت تک نہیں بجھتی جب تک وہ نہیں جان لیتا کہ سچا بے غرض اور عظیم الشان محبوب کون ہے۔ سارے پیار کی پیاس اس وقت بجھ جاتی ہے۔ جب ہم اپنے دوست خدا کو محبت کی آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں پھر یہ ہوتا ہے کہ ہماری محبت روشنی یا ہوا کی لہریں بن جاتی ہیں۔ ایسی لہر جو سارے جہان میں پھیل کر محبت کی خوشبو بکھیر دیتی ہے۔

قلندر شعور اس سلسلے میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح ہمارا دوست خدا ہم سے اور کائنات میں موجود ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ ہم بھی اس کی مخلوق سے محبت کریں جس طرح ہمارا دوست خدا مخلوق کے کام آتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی اس کی مخلوق کی خدمت کریں۔

اقوال وارشادات

۱۔ جتنی اپنے ظاہر سے واقفیت رکھتے ہو اس سے زیادہ اپنے باطن سے آگاہ رہو۔

۲۔ دشمن کو نیک مشورے سے شکست دو اور دوست کو تواضع سے اپنا گرویدہ بنالو۔

۳۔ انسان کو خود اپنے نفس کا معالج ہونا چاہئے۔

۴۔ فقیر اہل عشق ہیں اور علماء اہل عقل لیکن کامل وہی ہیں جن میں یہ دونوں چیزیں ہوں۔

۵۔ اپنا معاملہ صرف خدا کے ساتھ رکھو اس لئے کہ سب لیتے ہیں اور وہ دیتا ہے اور جو وہ دیتا ہے اسے کوئی نہیں لے سکتا۔

۶۔ درویشی کا کوئی مقام ایسا نہیں جو خوف اور امید سے خالی ہو۔

۷۔ دنیا خدا اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔

۸۔ اپنے سے بھاگنا خدا سے ملنا ہے۔

www.ksars.org

۹۔ دل کو خدا کے خوف سے زندہ کرو۔

۱۰۔ فقیر کے لئے سب سے مضر شئے دولت مند کی صحبت ہے۔

۱۱۔ ہر کسی کا کھانا نہ کھاؤ بلکہ ہر کسی کو کھلاؤ۔

۱۲۔ دشمن خواہ تم سے خوش نظر آئے مگر اس سے بے خوف مت ہو۔

۱۳۔ دیتے وقت اپنی ذات کو درمیان سے ہٹادو اور اپنے اوپر نظر نہ رکھو۔

۱۴۔ قیاد پر گفتگو نہ کرنی چاہئے اور دل کو شیطان کا کھلونا نہ بنانا چاہئے۔

۱۵۔ عدل و انصاف ہی میں عزت پوشیدہ ہے۔

۱۶۔ آسودگی کی خواہش ہو تو حسد سے دور رہو۔

۱۷۔ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے اور درویش کو ان چار چیزوں سے بچنا چاہئے۔ اول لوگوں کے عیب نہ دیکھے جو سننے کے لائق نہیں انہیں نہ سنے اور جو کہنے کے لائق نہیں وہ نہ کہے اور جہاں جانا مناسب نہ ہو وہاں نہ جائے۔

۱۸۔ جب لوگ کھانا کھائیں تو انہیں لازم ہے کہ اطاعت بھی دکھائیں کیونکہ اطاعت کے لئے کھانا بھی اطاعت ہے اور محض ہوائے نفس کے لئے کھانا نہیں چاہئے۔

۱۹۔ اگر لوگوں کو علم کی قدر و قیمت کا پتہ چل جائے تو سارے کام چھوڑ کر علم کے پیچھے لگ جائیں۔

۲۰۔ مومن کا دل پاک زمین کی طرح ہے اگر اس میں محبت کا بیج بویا جائے تو اس کی اپنی ذات درمیان میں نہیں رہتی۔

www.ksars.org

۱۲۔ جب تک تو سانپ کی طرح کینچلی نہ اتارے محبت حق کے دعوے میں صادق نہیں ہو سکتا۔

۲۲۔ انسان جو کچھ بھی کرے یہی سمجھے کہ یہ سب خدا کی مرضی سے ہو رہا ہے اور اس کی اپنی ذات درمیان میں نہیں۔

۳۲۔ خرقہ پہن لینا آسان ہے مگر اس کا حق ادا کرنا مشکل ہے اور صرف خرچہ پہن لینے سے ہی نجات حاصل ہو سکتی ہے تو سب لوگ خرچہ پہن لیتے۔

۴۲۔ اہل توکل پر ایسی گھڑی بھی آتی ہے کہ جب انہیں آگ میں ڈالا جائے یا زخمی کیا جائے تو انہیں اس کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔

۵۲۔ جو شخص خدا سے جتنا غافل ہو گا اتنا ہی زیادہ وہ دنیا میں مبتلا ہو گا۔

۶۲۔ جو شخص ہمیشہ موت کو یاد رکھتا ہے خدا ہمیشہ اس سے خوش رہتا ہے۔

۷۲۔ دور مصیبت عاشقوں کی خوراک ہے جس دن اس پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی اس دن انہیں فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ آج دوست نے یاد نہیں کیا اور جب دوبارہ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو شکر ادا کرتے ہیں کہ دوست نے یاد فرمایا۔

www.ksars.org

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ

حالات زندگی

وفات......بمقام دہلی ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ

ولادت......بمقام بدایوں ۲۷ صفر ۶۳۶ھ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو عموماً محبوب الٰہی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کا اسم مبارک محمد ہے اور سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا پھر آپ کے دادا خواجہ علی اور نانا خواجہ عرب اپنے اہل و عیال سمیت بدایوں لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ یہ دونوں بزرگ قریبی عزیز تھے۔ خواجہ عرب کی ایک صاحب زادی بی بی زلیخا تھیں جن کا نکاح احمد بن علی کے ساتھ ہوا۔

وہ نہایت نیک اور متقی شخص تھے چنانچہ بادشاہ وقت نے انہیں بدایوں کا قاضی مقرر کیا۔ حضرت محبوب الٰہی بدایوں میں ۲۷ صفر ۶۳۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔

پانچ برس کے ہوئے تو والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ چنانچہ والدہ ماجدہ کے زیر تربیت پرورش پانے لگے۔ والدہ خود بڑی عابدہ اور نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے اس دریتیم کو مدرسہ میں بٹھا دیا۔ مولانا علاؤ الدین اصولی سے قدوری پڑی۔ انہوں نے دستار فضیلت باندھی اور اس موقع پر علما اور مشائخ کو مدعو کر کے فرمایا۔ اس بچہ کا سر کسی انسان کے سامنے خم نہ ہو گا۔ مولانا علاؤالدین اصولی سے استفادہ کرنے کے علاوہ آپ نے قرآن پاک بھی ختم کر لیا اور قطب متداولہ پڑھنا شروع کیں پھر علم لغت میں مشق بہم پہنچائی اور مزید تعلیم کے لئے والدہ کے ہمراہ دلی چلے گئے۔ جب آپ دہلی پہنچے اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔ دہلی اس زمانے میں علماء اور فضلا کا گہوارہ تھا۔ فضل و

www.ksars.org

کمال کے لحاظ سے مولانا شمس الدین وامغانی بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اور وقت کا بادشاہ غیاث الدین بلبن بھی ان کا بے حد قدر دان تھا۔ چنانچہ اس نے انہیں (شمس الملک) کا خطاب دے رکھا تھا۔ اور "مستنوی ممالک" کا عہدہ بھی انہیں حاصل تھا۔ یہ باکمال بزرگ درس و تدریس کے شعبہ میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ خواجہ محبوب الٰہی نے دہلی پہنچ کر ان کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کئے۔ مولانا شمس الدین نے بھی گوہر نایاب کو ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ چنانچہ پوری توجہ سے تربیت کرنے لگے۔ اور اپنے دوسرے دو عزیز ترین شاگردوں کے ساتھ خواجہ صاحب کو بھی اپنے حجرے میں بلا کر درس دیا کرتے تھے۔ مولانا شمس الدین کی عادت تھی کہ جب کوئی شاگرد درس سے غیر حاضر ہو جاتا تو اس سے یوں سوال کرتے:

"میں نے تمہارا کیا قصور کیا تھا کہ تم درس میں نہ آئے۔ مجھے میرا قصور بتا دو تا کہ میں پھر وہی قصور کروں اور تم درس میں نہ آؤ۔"

یہ فقرہ وہ مذاق کے طور پر ہر غیر حاضر ہونے والے شاگرد سے کہا کرتے تھے۔ غرض خواجہ محبوب الٰہی نے مولانا سے حریری کے چالیس مقامات پڑھے۔ دہلی میں ایک اور باکمال متقی اور متدین بزرگ مولانا کمال الدین تھے جو اپنے عہد کے جید علما میں شمار ہوتے تھے۔ خواجہ صاحب نے ان سے حدیث پڑھی اور اسی علم میں بڑا درجہ حاصل کیا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ نے علم حدیث مولانا احمد تبریزی سے بھی سیکھا۔ اور ان سے سند حاصل کی۔ اور اس علم میں اتنے ماہر ہو گئے کہ وقت کے تمام محدثین پر سبقت لے گئے تھے۔ مختلف مشاہیر سے علم ہیت علم فقہ اصول، علم تفسیر اور علم ہندسہ میں مشق بہم پہنچائی۔

خواجہ محبوب الٰہی دہلی میں حلال طشت دار کی مسجد کے نیچے جس حجرہ میں قیام فرماتے تھے اس کے قریب ہی بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل بھی رہا کرتے تھے۔ یہ بزرگ علوم ظاہری اور باطنی سے مزین تھے۔ خواجہ صاحب کی ان سے اکثر صحبتیں رہتی تھیں۔ چنانچہ ان مراسم کے نتیجہ میں خواجہ صاحب کے دل میں حضرت بابا صاحب کی عظمت گھر کرتی چلی گئی۔ اور آپ بابا صاحب سے ملنے کے لئے بے تاب رہنے لگے۔

www.ksars.org

خواجہ محبوب الٰہی کا اپنا ارشاد ہے کہ میں ابھی چھوٹا ہی تھا یعنی میری عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی کہ میں علوم لغت پڑھتا تھا۔ ان دنوں ابو بکر خراط (جو ابو بکر قوال بھی کہلواتے ہیں) ملتان سے تشریف لائے۔ اور میرے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے شیخ بہاؤ الدین زکریا کے اوصاف و کمالات بیان کئے۔ لیکن میرے دل پر ان کا زیادہ اثر نہ ہوا۔ پھر انہوں نے گنج شکرؒ کی بزرگی بیان کی جسے سنتے ہی میں بے اختیار ہو گیا اور آپ کی محبت میرے دل میں موجزن ہونے لگی۔ کیفیت یہ ہوئی کہ میں ہر نماز کے بعد حضرت گنج شکرؒ کے نام کی تسبیح کرتا تھا اور سونے سے پیشتر دس مرتبہ شیخ فرید اور دس مرتبہ مولانا فرید نام لیتا تھا۔ جب سولہ سال کی عمر ہوئی تو اپنی والدہ اور چھوٹے بھائی کے ہمراہ دہلی آیا اور اتفاقاً حضرت گنج شکرؒ کے چھوٹے بھائی نجیب الدین متوکل کے پڑوس میں مکان لیا۔ پھر ان کی محبت کے باعث حضرت گنج شکرؒ کی پابوسی کا شوق روز بروز بڑھتا رہا۔ تاہم میں مزید چار سال تک شہر میں رہا۔ بڑی کوشش سے تعلیم حاصل کی اور سند حدیث لی۔

چنانچہ جب قدرے روشنی پھیلی تو توکل کر کے بابا شکر گنج کو ملنے کے لئے اجودھن کے سفر پر روانہ ہوا۔ کسی قسم کا کوئی زاد راہ پاس نہ تھا۔ عین شباب کا زمانہ تھا یعنی سن مبارک بیس سال سے زیادہ نہ تھا۔ اجودھن پہنچے تو حضرت بابا صاحب نے انہیں دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اس ملاقات کا حال "راحت القلوب" میں آپ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

چہار شنبہ "بعض کتابوں مثلاً سیر العارفین میں پنج شنبہ لکھا ہے" کے روز ماہ رجب کی دس تاریخ اور ۵۵۶ ہجری تھا کہ دعا گوئے مسلمانان سلطان الطریقتہ فی الارض کا ایک ادنیٰ غلام نظام احمد بدایونی جو اس مجموعہ کا جمع کرنے والا ہے۔ سید العابدین حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ مسعود اجودھنی قدس سرہ العزیز کے شرف قدم بوسی سے سرفراز ہوا۔ آپ نے اسی وقت کلا چہار ترکی جو سر مبارک پر تھی دعا گو کے سر پر رکھ دی اور خرقہ خاص و نعلین چوبیں

www.ksars.org

عطا کیں۔ پھر فرمایا کہ میری خواہش تھی نعمت سجادہ اور ولایت ہند کسی اور کو دوں مگر تم راستے مین تھے۔ اس وقت میرے سر پر ہاتف نے آواز دی کہ ٹھہر جاؤ نظام بدایونی آ رہا ہے۔ ولایت اسے دے دو۔ دعا گو کو خواہش ہوئی کہ پابوسی کے اس اشتیاق کا اظہار اور حال عرض کرے۔ جو حد سے بڑھا ہوا ہے مگر آپ کا دبدبہ اتنا غالب تھا کہ کچھ بیان نہ کر سکا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم جتنا اشتیاق بیان کرتے ہو، اس سے زیادہ ہے۔ حضرت سلطان المشائخ اپنے پیر و مرشد حضرت باباصاحب کے پاس پندرہ رجب ۵۵٦ ہجری میں پہنچے اور تین ربیع الاول ٦۵٦ ہجری تک یعنی ساڑھے سات ماہ کے قریب ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ باباصاحب کی خانقاہ کے سارے درویش بڑی عسرت اور تنگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اکثر فاقوں سے گزر ہوتی تھی۔ مولانا بدرالدین اسحاق و شیخ جمال الدین ہانسوی جیسی بزرگ اور مقدس ہستیاں بھی اس درگاہ میں تربیت حاصل کر رہی تھیں۔ اور وہ بھی عسرت اور تنگی سے دن گزارتے تھے۔ مولانا بدرالدین لنگر خانہ کے لئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے اور شیخ جمال الدین جنگل سے ویلہ لایا کرتے تھے۔ حسام الدین کابلی کے ذمہ پانی لانے کا کام تھا۔ برتنوں کی صفائی بھی اسی کے ذمے تھی۔ خواجہ نظام الدین ترکاری پکایا کرتے تھے۔

حضرت باباصاحب نے خواجہ نظام الدین کو جو پندہ نصائح اور ہدایات فرمائیں وہ پوری تفصیل کے ساتھ "راحت القلوب" میں درج ہیں۔ یہ باباصاحب کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے خواجہ صاحب نے مرتب کیا تھا۔ ایک مرتبہ پیر و مرشد کی خدمت میں تنہا تھے اس کے متعلق فرماتے ہیں:

دعا گو نشستہ مگس می راند گنج شکر بیدار ر شد فرمود یاراں کجااند گفتم قیلولہ کردہ اند فرمود بیا تا تراچیز ہے بگویم۔ آغاز کرد چو در دہلی بروی ور مجاہدہ باشی بیکار بودن ہیچ نیست روزہ داشتن نیمے راہ راست و اعمال و گرچوں نماز و حج نیمے راہ۔"

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر و مرشد نے فرمایا۔ "من از حق تعالیٰ خواستہ ام ہر چہ تو ز حق بخواہی دیبابی۔

www.ksars.org

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ باباصاحب اپنے حجرہ میں یہ ارشاد کررہے تھے:

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے توزیم

جاکے شوم وبزیر پاے توزیم

مقصود من بندز کونین توئی

از بہر تو میرم واز برائے توزیم

خواجہ نظام الدین فرماتے ہیں کہ بابا صاحب مذکوہ اشعار پڑھتے اور سر مبارک سجدہ میں لے جاتے۔ میں نے یہ دیکھ کر اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ آپ نے مہربانی فرمائی اور پوچھا۔ ’’جو مانگتے ہو مانگو۔‘‘ میں نے استقامت طلب کی جو آپ نے عنایت فرمائی۔ رخصت کرنے سے قبل باباصاحب نے اپنا لعاب خواجہ صاحب کے منہ میں لگایا اور حفظ کی وصیت فرمائی۔ فرمایا نظام اللہ نے دنیا اور دین دونوں دیئے ہیں۔ یہاں سب موجود ہیں۔ لہٰذا تم ہندوستان کا ملک لو پھر خلافت عطا کر کے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے علم، عقل اور عشق بخشا ہے اور جس میں یہ تین صفتیں ہوں۔ خلافت کے لائق بھی وہ ہی ہے۔ پھر یہ وصیت بھی فرمائی کہ اگر کسی سے قرض لیناہی پڑے تو اسے جلد لوٹانا اور اپنے دشمنوں کو ہر حال میں خوش رکھنے کی کوشش کرنا۔ انہیں دکھ نہ دینا اور نہ ہی انہیں ناراضگی کا موقع دینا چاہیئے۔

خلافت کا شرف تیرہ رمضان المبارک ۹۶۶ ہجری یادور بیع الاول ۶۵۶ ہجری کو حاصل ہو۔ خواجہ نظام الدین فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ میں رمضان ۹۶۶ ہجری یا ۸۶۶ ہجری میں باباصاحب سے ملنے اجودھن گیا۔ یہ آخری ملاقات تھی تو واپسی کے وقت باباصاحب نے دعادیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تجھے نیک بخت کرے۔

پھر فرمایا۔ تم ایسے درخت ہو گے جس کے سایہ میں مخلوق آرام پائے گی پھر نصیحت فرمائی کہ حصول استعداد کے لئے برابر مجاہدہ کرتے رہنا۔ بابا صاحب کے وصال کے وقت خواجہ نظام الدین اجودھن میں بابا صاحب کے پاس موجود نہ تھے۔ چنانچہ باباصاحب نے اپنا عصا اور خرقہ جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملا تھا مولانا

www.ksars.org

بدرالدین اسحاق کے ذریعہ جو وہاں موجود تھے، خواجہ صاحب کے پاس دہلی بھجوا دیئے۔ خواجہ نظام الدین مرشد سے رخصت ہو کر جب پہلی مرتبہ دہلی واپس تشریف لائے تو مرشد کی ہدایت کے مطابق مجاہدہ و ریاضت اور زہد عبادت میں منہمک ہو گئے۔ مرشد کی یہ بھی ہدایت تھی کہ مجاہدے کے ساتھ ساتھ تحصیل علم بھی جاری رہے چنانچہ آپ ان دنوں قرآن کریم بھی حفظ کر رہے تھے چونکہ آپ کا قیام شہر کی آبادی میں تھا اس لئے لوگ اس کثرت سے آنے لگے کہ آپ کے کاموں میں حرج ہونے لگا اور عبادت یا تحصیل علم کے لئے وقت نہ نکلتا تھا۔ چنانچہ آپ شہر کے ہنگامہ خیز ماحول سے دور کسی پر سکون مقام پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے تاکہ وہاں رہ کر اطمینان سے یاد الٰہی کر سکیں۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے لئے آپ جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ اس اثناء میں آپ کی ملاقات ایک درویش سے ہوئی۔ دوران گفتگو درویش نے کہا کہ دہلی کا شہر فسق و فجور کا مرکز بنا ہوا ہے وہاں رہنے سے تو اپنا ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ درویش کی ان باتوں سے خواجہ صاحب نے نتیجہ نکالا کہ کسی قیمت پر بھی شہر میں رہنا مناسب نہیں چنانچہ آپ شہر سے اٹھ کر قریب ہی ایک موضع غیاث پور میں چلے آئے جو دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا۔ یہاں چند جھونپڑیاں ڈال کر اپنے درویشوں کے ہمراہ رہنے لگے پھر یہیں ساری عمر بسر کر دی۔

روح پرور واقعات

ایک بار حضرت بابا صاحب نے فرمایا نمک خریدیں تاکہ ترکاری میں ڈال لیں۔ قریب ہی ایک بقال رہتا تھا۔ نمک اس سے خریدا جاتا تھا۔ ایک دن خریدنے کے لئے پیسے نہ تھے۔ خواجہ نظام الدین نے ایک درہم کا نمک اسی بقال سے ادھار لے لیا اور ترکاری تیار کر کے پیر و مرشد اور تمام دوسرے درویشوں کے سامنے حاضر کر دی۔ مولانا بدرالدین اسحاق، شیخ جمال الدین ہانسوی اور خواجہ نظام الدین تینوں ایک ہی پیالہ میں کھایا کرتے تھے۔ جب بابا صاحب نے لقمہ اٹھانے کے لئے پیالہ میں ہاتھ ڈالا تو ہاتھ میں گرانی محسوس ہوئی اور لقمہ نہ اٹھا سکے۔ فرمایا ''ازیں بوئے اسراف می آید'' اس میں سے اسراف کی بو آتی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ نمک کہاں سے لیا۔ خواجہ نظام الدین پر بابا صاحب کے اس سوال نے ہیبت اور لرزہ طاری کر دیا۔ بڑی مشکل سے جواب دیا کہ قرض لیا تھا۔ بابا صاحب نے فرمایا۔ درویش فاقے سے مر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کی خواہش پورا کرنے کے لئے کسی سے قرض لے۔

www.ksars.org

توکل اور قرض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یاد رکھو اگر مقروض درویش کو اچانک موت آ جائے اور اس پر قرض ابھی باقی ہو تو قیامت کے دن قرض کے بوجھ سے اس کی گردن جھکی رہے گی۔ اس ارشاد کے بعد باباصاحب نے حکم دیا کہ تمام سالن غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت خواجہ نظام الدین فرماتے ہیں کہ میں نے اسی وقت سے دل میں عہد کیا کہ آئندہ کبھی کسی سے قرض نہ لوں گا اور اپنے سابقہ فعل پر ندامت اور توبہ کا اظہار کیا۔ باباصاحب کو خواجہ صاحب کی اس توبہ کا کشف ہوا تو اپنی کملی جس پر وہ تشریف فرما تھے۔ خواجہ صاحب کو دے دی اور فرمایا۔ انشاء اللہ آئندہ تمہیں قرض کی کبھی ضرورت نہ پڑے گی۔

حضرت بابا محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کی زیارت کے خیال سے ایک عقیدت مند چل پڑا۔ جب بوندی میں آیا تو وہاں ایک شیخ مومن بزرگ تھے ان کی زیارت کو گیا۔ شیخ مومن نے پوچھا کہاں جائے گا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کی زیارت کو جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا شیخ نظام الدین کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ وہ شب جمعہ میں آپ سے کعبہ میں ملتا ہے۔ وہ مجھ کو پہچان لیں گے۔ یہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان درویش کا پیغام دیا۔ آپ نے آزردہ ہو کر فرمایا کہ وہ درویش عزیز ہے مگر زبان نہیں رکھتا، اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے۔

نقل ہے کہ سلطان علاؤ دین بڑا مدبر، فاضل اور پابند شریعت تھا۔ اس نے بائیس سال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ایک بار امتحان کے ارادے سے چند باتیں امور سلطنت کے متعلق تحریر کر کے فاضل محبوب الٰہی کو لکھا کہ آپ تمام عالم کے مخدوم ہیں۔ دین و دنیا کی حاجتیں آپ کی ذات بابرکات سے آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مملکت دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ سلطنت کے متعلق آپ سے چند مشورے لوں۔ آپ مجھے مشورے سے نوازیں اور ہر حکم کے نیچے حدیث نبوی ﷺ تحریر فرما کر میرے پاس روانہ کر دیں۔ یہ تحریر سلطان نے اپنے چھوٹے بیٹے خضر خان کو دی حضرت کی خدمت میں لے جا کر اس کا جواب لاؤ۔ خضر خان اپنے باپ کا حکم بجالاتے ہوئے سلطان کا خط لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے مطالعہ فرما کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ اس کے بعد فرمایا فقیروں کو بادشاہوں کے کاروبار سے کیا دلچسپی۔ میں درویش ہوں، شہر کے کونے میں پڑا ہوں۔

www.ksars.org

بادشاہ اور مسلمانوں کے لئے دعائے خیر میں مشغول ہوں۔ اگر بادشاہ نے کاروبار سلطنت کے سلسلے میں ہم سے دوبارہ رجوع کیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔

جب یہ جواب لے کر خضر خان سلطان کے پاس پہنچا تو سلطان بہت خوش ہوا اور متعقد ہو کر دوبارہ اطلاع بجھوائی کہ میں حضرت کی زیارت کو حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ سلطان کو آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دعائے غیب میں مشغول ہیں۔ غیب کی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ میرے مکان کے دو دروازے ہیں اگر سلطان ایک دروازے سے داخل ہوا تو میں دوسرے دروازے سے چلا جاؤں گا۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے فضائل و برکات کا جب عام شہرہ ہوا تو اہل مکہ نے ایک دن کہا کہ افسوس مولانا نظام الدین نے اب تک حج ادا نہیں کیا۔ اس موقع پر وہ بزرگ بھی تشریف فرما تھے جو چالیس برس سے خانہ کعبہ کے مجاور تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں یہ بات غلط ہے۔ مولانا نظام الدین ہمیشہ صبح کی نماز اول وقت خانہ کعبہ میں ہی ادا کرتے ہیں۔ اس بات کا شہرہ پورے مکہ معظمہ میں ہوا۔ جسے دہلی کے حاجیوں نے بھی سنا لیکن حضرت کی عظمت و جلال کی وجہ سے آپ سے کوئی اس بات کو دریافت کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔

ایک مرتبہ جب حضرت اپنے حجرہ میں تھے۔ آپ کا ایک مرید وضو کے لئے پانی لئے ہوئے حجرہ کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو وہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت پر تشریف فرما ہوں گے۔ یہ سمجھ کر وہ حجرے کے اندر گیا۔ لیکن وہاں بھی حضرت موجود نہ تھے۔ پھر وہ چھت کے اوپر گیا، وہاں بھی نہ پایا۔ ناچار حجرے کا دروازہ بند کرکے بدستور کھڑا ہو گیا۔ کہ اسی وقت حضرت نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔ اسی اثناء میں اور مرید بھی آ گئے تھے۔ نماز ادا کرنے کے بعد اس مرید نے عرض کیا کہ یا حضرت میں چھت پر گیا تھا۔ مگر آپ وہاں موجود نہ تھے لیکن جب میں باہر آیا تو آپ نے پانی طلب فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نماز کی ادائیگی کے لئے کعبہ شریف گئے ہوں گے۔ اور جو کچھ اس مرید نے حاجیوں سے سنا تھا عرض کر دیا۔ اس پر حضرت نے چشم پر آب ہو کر فرمایا میں اس قابل

www.ksars.org

کب ہوں۔ مگر یہ رحمت پروردگار ہے کہ ایک سانڈ غیب سے پیدا ہو کر مجھے حجرے کی چھت سے اپنے اوپر سوار کر کے کعبہ میں لے جاتی ہے۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد واپس پہنچا دیتی ہے۔

حضرت امیر خسرو کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ جب آپ پیدا ہوئے تو حضرت کے والد حضرت کو ایک مجذوب کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت کو دیکھتے ہی مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا طوطی ہند اور ملک الشعراء یگانہ روزگار ہو گا۔ جب حضرت خسرو نو برس کے ہوئے تو سلطان المشائخ سے بیعت کی۔ ایک روز ایک فقیر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست سوال دراز کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج جو کچھ آئے گا تجھ کو دوں گا۔ اس روز کچھ نہ آیا۔ پھر فرمایا کہ کل جو کچھ آئے گا تجھ کو دوں گا۔ کل بھی کچھ نہ آیا۔ حضرت نے اپنے جوتے اس درویش کو دیئے اور رخصت کیا۔ فقیر جوتے لے کر چلا، اتفاقاً حضرت خسرو راستے میں فقیر سے ملے۔ حضرت خسرو نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو۔ اس نے کہا دہلی سے۔ حضرت نے پوچھا سلطان المشائخ کا کیا حال ہے۔ درویش نے کہا۔ خیریت سے ہیں۔ حضرت نے کہا تیرے پاس سے بوئے شیخ آتی ہے۔ شاید کوئی چیز ان کی تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا کہ کفش خواجہ میرے پاس ہیں۔ سلطان المشائخ نے مجھے عطا کئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو تم فروخت کرنا چاہتے ہو۔ فقیر نے کہا۔ ہاں۔ حضرت نے پانچ لاکھ روپیہ اس درویش کو دے کر کفش خواجہ اس سے حاصل کر لئے اور ان کو سر پر رکھے ہوئے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خبردار! یہ کفش تو نے سستی خریدی ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ یا حضرت اس درویش نے اسی پر اکتفا کیا۔ اگر وہ تمام جان و مال اس کفش کے بدلے طلب کرتا تو میں سب کچھ دے کر لے لیتا۔

ایک بار ایک مرید اپنے شیخ سے یہی سوال کیا کرتا تھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے۔ شیخ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ چند روز بعد وہ مرید راسخ العقیدہ حاضر ہوا تو شیخ نے حکم دیا۔ تم فوراً چلے جاؤ۔ وہ مرید فوراً کسی طرف کو چل دیا۔ ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا۔ اس شہر کا حاکم بھی اسی بزرگ کا مرید تھا۔ اس پر اس مرید مسافر کا حال منکشف ہوا۔ اس نے اس کو بلا کر دریافت حال کیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہاں جارہا ہوں۔ حاکم نے کہا تم کو میرے ہی پاس بھیجا گیا ہے۔ چند روز میرے پاس ٹھہرو۔ چند روز کے بعد اس شہر کے حاکم نے ایک ہزار

www.ksars.org

روپیہ دے کر اسے رخصت کیا۔ اثنائے راہ میں وہ شخص ایک شہر میں پہنچا تو وہاں ایک بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ دل و جاں سے فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ ایک ہزار روپے پر ملاقات طے ہوئی۔ جب خلوت میں جا کر ارادہ فاسد کیا تو غیب سے زوردار طمانچہ منہ پر لگا۔ تین بار یہی معاملہ گزرا۔ عورت نے پوچھا۔ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور یہ معاملہ کیا ہے؟ اس شخص نے ساری سرگزشت بیان کی۔ وہ بولی معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا شیخ مرد کامل ہے۔ اس خیال باطل کو چھوڑ دو۔ آؤ ہم تم دونوں ان کی خدمت میں چلیں۔ یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو۔ دونوں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے افعال بد سے توبہ کی۔ شیخ نے اس عورت کا نکاح اسی مرید سے کر دیا اور وہ ہزار روپیہ بھی ان کو عطا فرما دیا۔ چند روز بعد اس مرید نے پھر اپنے مرشد سے وہی پرانا سوال کیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے بے چوں و چرا ادا کیا اور مرید کا حق وہ تھا جو فلاں شہر میں تجھ پر اس عورت کے ساتھ گزرا تھا۔

روحانی توجیہہ

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء نے فرمایا:

دعا کے وقت مصیبت کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔

اس قول کی روحانی توجیہہ میرے مرشد کریم نے اس طرح فرمائی ہے۔ دعا ایک ایسی عبادت ہے جس کا بدل دوسری عبادت نہیں ہے۔ دعا ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان فی الواقع اپنی نفی کر دیتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے وہ کچھ بیان کر دیتا ہے جو کسی قریب ترین عزیز سے نہیں کہہ سکتا۔ بے شک حاجت روائی اور کارسازی کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں۔ کائنات میں جاری و ساری نظام پر غور کیا جائے تو اللہ کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں اور یہ جو اختیار کی بات کی جاتی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہی اختیار کام کر رہا ہے۔ اس نے بندہ کو اختیار استعمال کرنے کی توفیق دی ہوئی ہے۔ سب اپنے خالق کے محتاج ہیں۔ کوئی نہیں جو بندوں کی پکار سنے اور ان کی دعائیں قبول کرے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

www.ksars.org

اے لوگو، تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ ہی ہے جو غنی اور بے نیاز اور اعلیٰ صفات والا ہے۔

سورہ اعراف میں ارشاد ہے:

اور ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک اس کی طرف رکھو اور اسی کا پکارو اور اس کے لئے اپنی عبادت کو خاص کر لو۔

اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو حرام سمجھو۔

"میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو کہ میں تمہیں ہدایت دوں۔"

"میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں، پس تم مجھ ہی سے روزی مانگو تو میں تمہیں روزی دوں۔"

"میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، پس تم مجھ سے لباس مانگو، میں تمہیں پہناؤں گا۔"

"میرے بندو! تم رات میں بھی گناہ کرتے ہو اور دن میں بھی اور میں سارے گناہ معاف کر دوں گا۔"

www.ksars.org

خدا سے وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہے۔ دعا میں خشوع و خضوع ضروری ہے۔ خشوع و خضوع سے مراد یہ ہے کہ بندے کے دل میں خدا کی عظمت موجود ہو اور سر اور نگاہیں جھکی ہوئی ہوں، آنکھیں نم ہوں انداز واطوار سے مسکینی اور بے کسی ظاہر ہو رہی ہو۔ دعا چپکے چپکے اور دھیمے انداز میں مانگئے۔

اقوال وارشادات

۱۔ عاقل وہ ہے جو پیش آنے والے سفر کا توشہ تیار کرے۔

۲۔ پیر کو مرید سے کوئی طمع نہ رکھنی چاہئے۔

۳۔ سماع میں وجد لانے والے کے متعلق ارشاد تھا کہ جو کوئلہ انگیٹھی میں چٹختا ہے نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔

۴۔ دعا کے وقت مصیبت کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔

۵۔ سلامتی ایمان کی علامت وقت وفات چہرے کا زرد ہونا ہے۔

۶۔ سورۃ فاتحہ بسم اللہ کی میم ملا کر پڑھنی حل المشکلات ہے۔

۷۔ یااللہ یارحمٰن یارحیم پڑھنا رنج وبلا سے نجات دیتا ہے۔

www.ksars.org

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ

حالات زندگی

ولادت......بمقام سرہند شریفھ۱۷۹ء

وفات......بمقام سرہند شریفھ۵۳۰۱ء

ابوالبرکات امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ نقشبندیہ سلسلہ کے مشہور صوفی بزرگ اور عالم ہیں۔ اور اس طریقہ میں بھی تجدید کر کے مجددیہ سلسلہ جاری کیا چونکہ اس زمانے میں اسلام کی آبرو مٹ رہی تھی اور حضرت شیخ سرہندی نے تجدید اسلام کی اس لئے آپ کو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے۔

ہندوستان میں جہاں آج کل سرہند کا شہر آباد ہے۔ یہ کسی زمانہ میں جنگل تھا اور یہاں شیر رہتے تھے۔ جب شہر آباد ہوا تو اس مقام کا نام "شیر ہند" رکھا گیا جو بعد ازاں "سرہند" ہو گیا۔

شیر ہند کی بنیاد فیروز شاہ تغلق نے رکھی۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب فیروز شاہ تغلق پنجاب کا خزانہ لے کر دہلی جا رہا تھا تو اس مقام پر پہنچا۔ لشکر میں ایک ولی اللہ بھی تھے۔ انہیں کشف سے معلوم ہوا کہ یہاں ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال بعد ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو اپنے کمالات کے باعث وحید الامت ہو گا۔ چنانچہ فیروز شاہ تغلق نے اس کی بنیاد اسی وجہ سے رکھی۔ اس کی بنیاد حضرت امام رفیع الدینؒ جو حضرت امام ربانیؒ کے اسلاف سے نہایت باورع اور ولی اللہ ہیں اور حضرت بو علی قلندرؒ کے ہاتھوں سے رکھی گئی۔

آپ کے والد ماجد مخدوم شیخ عبدالواحد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مرید اور بڑے صاحب نسبت اور اہل علم بزرگ تھے۔ حضرت مجدد اپنے تین بھائیوں سے چھوٹے اور تین بھائیوں سے بڑے تھے۔

www.ksars.org

آپ کا نسب مبارک اٹھائیس واسطوں سے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطابؓ تک پہنچتا ہے اور طریقہ نقشبندیہ میں آپ کی ارادت حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی سے تھی۔ طریقہ عالیہ قادریہ میں شاہ سکندر کیتھلی سے وابستہ تھے۔ طریقہ عالیہ چشتیہ و سہروردیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی قدس سرہ العزیز سے ارادت تھی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی نے اکثر کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں اور کچھ سرہند شریف کے دوسرے علما سے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور سترہ برس کی عمر میں تمام علوم سے فارغ ہو گئے اور پھر کچھ عرصہ درس و تدریس دینے کے بعد آپ آگرہ تشریف لے گئے اور ابوالفضل اور فیضی سے ملاقات کی۔ ان دونوں نے آپ کے تبحر علمی اور بے پایاں قابلیت کا اعتراف کیا۔

شروع میں آپ سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے اور ان سے تعلیم باطنی حاصل کی۔ خلافت حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ سے حاصل ہوئی۔ حضرت شاہ سکندر ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بہت بڑے مشائخ میں سے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر بزرگوں سے بھی آپ نے باطنی تعلیم حاصل کی اور ترقی فرماتے رہے۔ غرض صرف سترہ سال کی عمر میں آپ ظاہری و باطنی کمالات میں جامع بن چکے تھے۔

قد مبارک متوسط، چہرہ انور باوجاہت، رنگت گندمی مائل سفیدی۔ پیشانی کشادہ، داڑھی گھنی اور آنکھیں بڑی بڑی۔ صورت اقدس انوار ولایت سے تاباں۔ خوبصورتی اور ملاحت کے ساتھ آثار رعب و ہیبت نمایاں جو کوئی آپ کی زیارت کرتا بے اختیار کہتا سبحان اللہ احسن الخالقین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کو صلہ کہیں گے یعنی دو چیزوں کو ملانے والا۔ یہ حدیث شریف حضرت امام ربانی پر پوری صادق آتی ہے اور آپ ہی کے طفیل ظاہر و باطن جس کو زمانے نے الگ الگ سمجھ رکھا تھا۔ ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔

سیدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے ایک جنگل میں ایک مراقبہ کے دوران ساعت بہ ساعت بڑھنے والے نور کا مشاہدہ فرمایا۔ القا ہوا کہ اس نور کا صاحب وہ عزیز امت ہے جو پانچ سو سال بعد

www.ksars.org

ہمارے پیغمبر کی تجدید کرے گا اور اس کے فرزند خلفا بارگاہ احدیت کے صدر نشینوں میں سے ہوں گے۔ حضرت غوث پاک قدس سرہ نے اس مشاہدہ کے بعد اپنا ایک خرچہ اپنے خلیفہ اکبر کے سپرد کیا اور کہا کہ یہ خرقہ امانت ہے اس شخص کی جس کے متعلق یہ القا ہوا۔ چنانچہ وہ خرقہ حضرت امام ربانی کو حضرت شاہ کمال کتھیلی کی وساطت سے پہنچا۔ ان کے علاوہ اور بھی بزرگان دین سے اس قسم کی بہت سی پیش گوئیاں حضرت امام ربانی کے متعلق منقول ہیں۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد حضرت امام ربانی حج کے ارادے سے دہلی تشریف لائے۔ وہاں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ کے کمالات کی شہرت سن کر حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب بڑی شفقت سے پیش آئے اور رہنے کی فرمائش کی چنانچہ حضرت امام ربانی حضرت خواجہ صاحب کی فرمائش پر ٹھہر گئے اور خواجہ صاحب سے بیعت ہو گئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے ایک مرید کو حضرت امام ربانی کی آمد پر تحریر فرمایا۔

"شیخ احمد نامی ایک عالم باعمل سرہند سے آئے ہیں۔ چند دن اس فقیر کے ساتھ اٹھے بیٹھے، عجیب و غریب کمالات ان کے دیکھنے میں آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک چراغ ہوں گے جس سے سارا عالم روشن ہو جائے گا۔"

روح پرور واقعات

حضرت امام ربانی نے اڑھائی ماہ دہلی میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ کو خلعت خلافت عطا کی گئی اور خاص خاص اصحاب کو تعلیم کے لئے حضرت خواجہ صاحب نے حضرت امام ربانی کے سپرد کر دیا۔ تیسری مرتبہ حضرت نے چند قدم چل کر حضرت امام ربانی کا استقبال فرمایا اور بڑی بڑی بشارتیں سنائیں۔ اور بہت کچھ اعزاز و اکرام کیا۔ چوتھی مرتبہ جب حضرت امام ربانی اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ سے رخصت ہونے لگے تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ہندوستان آنے سے قبل استخارہ کیا۔ جس میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک شیریں نغمہ خوبصورت طوطا میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا ہے۔ میں اپنے لعاب

www.ksars.org

ذہن اس کے منہ میں ڈال رہا ہوں اور وہ اپنی چونچ سے میرے منہ میں شکر ڈال رہا ہے۔ میں نے یہ استخارہ اپنے مرشد حضرت شیخ خواجہ ملنگی رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان میں تمہاری تربیت سے کوئی ایسا شخص اٹھے گا جس سے ایک عالم منور ہو گا اور تم کو بھی اس سے حصہ ملے گا۔ خواجہ صاحب نے اس کا مصداق حضرت امام ربانی کو فرمایا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد (حضرت امام ربانی) ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہو جائیں۔ آسمان کے نیچے ان کی نظیر نہیں ہے اور ان جیسے اس امت میں چند ہی آدمی گزرے ہیں۔

ایک بار حضرت خواجہ نے حضرت امام ربانی سے فرمایا کہ ہم نے یہاں (سرہند میں) ایک بہت بڑا چراغ روشن کیا۔ اس کی روشنی آناً فاناً بڑھنے لگی پھر ہمارے جلائے ہوئے چراغ سے بیسیوں چراغ جل گئے اس سے مراد تم ہو۔

ادھر مغل بادشاہ اکبر تخت سلطنت پر تھا۔ بے دینی اور شرک کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ کفار نے بے خوف و خطر کئی مساجد کو شہید کر کے وہاں مندر بنا لئے۔ اکاوشی کے دن (جو کہ ہندوؤں کے برت کا دن ہے) کے لئے بادشاہ نے یہ اہتمام کیا تھا کہ اس دن شہروں میں کوئی مسلمان دن کو روٹی نہ پکائے۔ برعکس اس کے رمضان شریف میں کھلے بندوں کھانا پکایا جاتا اور فروخت کیا جاتا اور اہل اسلام کی پستی کے سبب کوئی مزاحم نہ ہو سکتا تھا۔ علماء اور فقراء کے ہاتھ میں عوام کی اصلاح ہوتی ہے۔ علماء تو آپس کے حسد کا شکار ہو گئے تھے اور جو فتنہ سے بچے تھے ان کے پاس اقتدار نہ تھا۔ اور جن نام نہاد فقرا کو خطابات اور نوازشات سے نوازا جاتا تھا ان میں سلوک کے عروج و نزول کی خبر تک کسی کو نہ تھی اور عیش پسندی اور ہوا پرستی کے خار دار صحرا میں بھٹک رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ نااہل اشخاص کو مرشد اور ولی اللہ اور قطب جیسے جلیل الشان خطابات سے نوازا گیا اور ان تن آسان اور اغراض پرستوں نے عوام کے خیالات سے شریعت کی پیروی کی اہمیت مٹادی اور سنت نبوی ﷺ کا احیا مشکل ترین ہو گیا۔

www.ksars.org

ایسے تاریک دور میں حضرت امام ربانی مجد الف ثانی قدس سرہ العزیز ہی ایک ایسی شخصیت تھی جو اعلانیہ کلمتہ الحق میں مشغول تھی چنانچہ آپ سرہند سے آگرہ پہنچے ان دنوں اس کا نام اکبر آباد تھا اور اکبر کے مقربین کو بلوا کر ارشاد فرمایا:

بادشاہ اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہو گیا ہے۔ جاؤ میری طرف سے اسے کہہ دو کہ اس کی بادشاہی اس کی طاقت اس کی فوج سب کچھ ایک دن مٹ جانے والی ہے۔ وہ توبہ کر کے خدا اور رسول کا تابعدار بنے ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کرے۔

ان لوگوں نے جا کر بادشاہ سے کہا لیکن اکبر جو اپنے نئے دین کے عروج کے خواب دیکھ رہا تھا، اس نے حضرت امام ربانی کے پیغام کی کچھ پروانہ کی اور اپنے فتنہ کی کامیابی کے اظہار کے لئے خاص دن مقرر کر کے دربار اکبری سجایا۔ دوسری طرف بارگاہ محمدی بنایا۔ اکبر کا خیال تھا کہ میری بادشاہت اور سلطنت کے مقابلہ میں پرانے اور بوسیدہ مذہب کے پیرو کہاں باہر نکلیں گے اور اس طریق سے ہی فخر الاولین، سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے مقابلہ میں اپنے شیطانی مسلک کو سرفراز کر سکوں گا اور آنے والی نسلیں میرے رعب و دبدبہ کا سکہ مانیں گی۔ اسے کیا خبر تھی کہ امام ربانی مجدد الف ثانی جیسے ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع اس دنیا کو اپنی آمد سے منور کر چکے ہیں۔ چنانچہ اکبر نے اپنے دربار میں بوالہوسوں کی چرب زبانی کے لئے نہایت پر تکلف کھانے تیار کروائے تاکہ شکم کے بندوں کا گروہ گدھوں کی طرح اس مردار دنیا کی طلب میں اکٹھا ہو جائے اور ایسا ہی ہوا کہ اکبر اور اس کے حاشیہ نشین خوشامدی چاپلوس اور ڈپلومیٹک لوگ جن کے نفس نے انہیں شرعی احکام کی تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے دین سے باغی ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس دربار میں اکٹھے ہو گئے۔

دوسری طرف دربار محمدی لگایا گیا، جو ان تمام تکلفات سے سجا ہوا تھا۔ لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی غیرت اسلامی یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ شہنشاہ اکبر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ تذلیل کرے۔ چنانچہ حضرت مجدد اپنے چند غریب دوستوں کے ساتھ اس کے دربار میں جلوہ افروز ہوئے۔ تھوڑی دیر گزری

www.ksars.org

کہ ہوا کا ایک سخت طوفان آیا اور اکبری دربار تہ و بالا ہو گیا۔ خیموں کی چوبیں اس زور سے اکھڑیں کہ ہزار حفاظتوں کے باوجود اکبر بھی ان کی زد سے نہ بچ سکا اور زخمی ہو گیا لیکن مجدد صاحب کی قیام گاہ بالکل محفوظ رہی اور ذرا سا بھی نقصان نہ ہوا۔

تھوڑے ہی دن اسے حلقہ ارادت میں آئے ہوئے تھے۔ طبیعت کی کجی اور نفس کی شرارت میں مبتلا ہو کر اس نے ناراضگی کا بدلہ حضرت امام ربانی سے لینے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے مکتوبات شریف میں تحریف کر کے کفریہ اور زندیقانہ عبارتوں کے اضافہ کے ساتھ بیس نقلیں مرتب کیں اور ہندوستان و افغانستان کے مشہور علماء اور مشائخ کے پاس وہ نقلیں بھیج کر ان سے فتوے طلب کئے۔ یہ ایک زبردست فتنہ تھا، ہندوستان کے جلیل القدر اور صاحب علم و فضل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور آپ نے مجدد کی تردید میں چند رسالے اور مضامین لکھ ڈالے۔

حضرت امام ربانی کی مخالفت میں ذاتی اقتدار حسد اور غلط فہمیاں تینوں اپنی اپنی جگہ کام کر رہی تھیں، جس کے نتیجہ کے طور پر حضرت امام ربانی کو دربار میں طلب کیا گیا تھا مگر دشمنوں کی چال کارگر نہ ہوئی۔

مخالفین نے جب یہ دیکھا کہ ہمارا کیا کرایا سب بیکار ہو گیا اور بادشاہ امام ربانی کی طرف سے مطمئن ہو گیا ہے تو انہوں نے جہانگیر کو حضرت مجدد کے خلاف سیاسی رنگ میں بھڑکانہ شروع کر دیا اور اسے خائف کرنا شروع کر دیا کہ:

احمد سرہندی حکومت کا باغی ہے، بڑا سرکش اور خطرناک آدمی ہے۔ دربار میں سجدہ کا رواج جو شاہ اکبر کے وقت سے آرہا ہے، اس کے خلاف فتوے بھی دے چکا ہے اور اس کے پاس ایک لاکھ زرہ پوش سوار موجود ہیں، یہ کسی نہ کسی وقت بغاوت کر دے گا۔

جہانگیر کے لئے یہ سیاسی خطرہ مذہبی خطرہ سے بھی زیادہ تشویشناک تھا۔ مکتوبات کی تحریف شدہ عبارتیں اور حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے تردیدی مضامین بھی حاسدوں نے بادشاہ کی نظروں سے گزارے

www.ksars.org

ہوئے تھے۔ جہانگیر نے امراءوارا کین کو جمع کیااور حضرت امام ربانی کے متعلق مشورہ کیا۔ مختلف آراؤں کے بعد بادشاہ نے اپنے وزیر آصف جاہ(جو کہ شیعہ تھا) کی رائے پر اتفاق کیا کہ جو امر اء حضرت امام ربانی کے حلقہ بیعت میں آ چکے ہیں انہیں دور دور علاقوں پر تنخواہیں بڑھا کر تبدیل کر دیا جائے اور اس کے بعد جو کارروائی کی جائے بہتر رہے گی چنانچہ خانخاناں کو ملک دکن پر سید صدر جہاں کو مشرقی ممالک پر خان جہاں لودھی کو مالوہ پر اور مہابت خان کو کابل پر تعینات کیا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی امر اء اسی طرح الگ الگ علاقوں کی گورنری پر مقرر کر کے روانگی کا حکم دے دیا اور پھر دوسری بار حضرت امام ربانی کو بادشاہ نے طلب کیا اور آداب شاہانہ یعنی سجدہ کا مطالبہ کیا۔ مگر خدائے قدوس کی بارگاہ میں جھکنے والا سر دنیا کے بادشاہوں کے دربار میں کب جھک سکتا ہے۔ حضرت امام ربانی نے اس غیر شرعی تعظیم سے سختی سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

سوائے خدا کے کسی کو سجدہ جائز نہیں اور اے جہانگیر کیا یہ کھلی ہوئی حماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک بے بس اور مجبور انسان کو سجدہ کروں۔

جہانگیر یہ الفاظ سن کر غیظ و غضب سے بھر گیا۔ وہ کبھی یہ باور ہی نہیں کر سکتا تھا کہ میرے پر ہیبت دربار میں کسی کو جرأت ہو سکے گی کہ میرے حکم کی خلاف ورزی کرے اور اتنی بے باکی اور بے خوفی سے گفتگو کرے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آج تک سچی بات کہنے والا اس کے ہاں آیا ہی کون تھا۔ جو لوگ اس وقت اسلام کے پاسبان اور نگہبان ہونے کے مدعی تھے وہ صرف بادشاہ جہانگیر کی خوشی کے خواہاں تھے، انہیں احکم الحاکمین کی رضا سے کیا واسطہ تھا، لیکن خدا کی زمین پر ستاران توحید اور شمع نبوت کے پروانوں سے کبھی خالی نہیں ہوئی اور پھر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جیسا عظیم البرکت انسان جو محبوبیت کے گہوارے میں پلا ہو اور الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا صحیح مصداق ہو اور جہانگیر جیسے بے پرواہ بادشاہوں کو راہ پر لگانے کے لئے پرورد گار عالم نے جسے قبولیت کی خلعت سے نوازا ہو، دنیوی جاہ و جلال، رعب و دبدبہ سے کیسے مرعوب ہو سکتا تھا۔

www.ksars.org

دشمنوں نے اپنی چال کامیاب ہوتے دیکھ کر بغلیں بجانی شروع کیں۔ وہ اسی تاک میں تھے کہ اگر امام ربانی سجدہ تعظیمی سے انکار کریں گے تو بادشاہ کے معتوب ہوں گے اور اور سجدہ کر گئے تو مریدین کی نظروں سے گر جائیں گے اور عوام المسلمین بھی انہیں ساقط الاعتبار سمجھیں گے۔

علماء نے ان امراء کے پاس خاطر حضرت امام ربانی کے قتل کا فتویٰ دے دیا، جن میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی بھی شامل تھے لیکن بعد میں اپنے کئے پر پچھتائے اور حضرت امام ربانی کے کمالات کے معترف ہو گئے۔ قدرت کاملہ نے اس عظیم المرتبت جامع کمالات ہستی کو ایک جہان کی ہدایت و رشد کا ذریعہ بنایا تھا۔ جہانگیر نے بھی موت کا حکم تو دے دیا مگر تھوڑی دیر بعد مقلب القلوب نے اس کے دل کو اس حکم سے لوٹنے کی توفیق دی اور کچھ سوچ کے بعد حضرت امام ربانی کو جیل بھیج دینے پر اکتفا کیا۔

قدرت الٰہی کا کرشمہ سمجھئے کہ جہاں نور جہاں کی شیعیت کی وجہ سے بعض افسر اس فتنہ میں مبتلا تھے۔ وہیں اکثر امراء سلطنت حضرت امام ربی کی عقیدت اور محبت دل میں رکھتے تھے، حتیٰ کہ شہزادہ خرم جو بعد میں شاہجہاں کے نام سے موسوم ہوا، آپ سے خاصی عقیدت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے خاص الخاص دو معتمد افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمٰن کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں بھیجا اور فقہ کی کتابیں جن میں سجدہ تعظیمی کی اباحت بتائی گئی تھی، ساتھ کیں اور کہلا بھیجا کہ اگر جناب بادشاہ سے ملاقات کے وقت سجدہ کر لیں تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچ سکے گی۔

اس پیغام کے جواب میں حضرت امام ربانی نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ ہے:

"جان بچانے کے لئے یہ بھی جائز ہے، مگر عزیمت اسی میں ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔"

جہانگیر نے آپ کو قید و بند کی صعوبتوں میں ڈالنے کے حکم کے علاوہ آپ کے دولت کدہ کو بھی لوٹنے کا حکم دیا مگر صبر و تسلیم کے اس مجسمہ نے اف تک بھی زبان سے نہ نکالی۔ پروردگار حقیقی پر کامل ایمان رکھنے والے

www.ksars.org

پیکرِ نور اور اخلاقِ محمدی کی زندہ تصویر نے تکلیف دینے والوں کے حق میں بد دعا تک نہ کی بلکہ اپنے متوسلین کو اسی اخلاقِ محمدی کا مظہر بننے کی تلقین کی۔

قید خانہ سے پہلے حضرت امام ربانی اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ہم پر ایک بلا نازل ہو گی جو ہمارے لئے مقامات ولایت کی ترقی کی باعث ہو گی کیونکہ امتحانات کی کڑی منزلیں گزرنے کے بعد ان ترقیوں کا حصول ممکن نہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت امام ربانی کو اجین (ریاست گوالیار) کے قید خانہ میں بھیج دیا گیا۔ گوالیار کا یہ قید خانہ ان لوگوں کے لئے مخصوص تھا جن کو حکومت کا باغی قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت امام ربانی جب وہاں پہنچے تو کئی ہزار نفوس کو وہاں پایا جن میں ہزارہا غیر مسلم بھی تھے۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم اس جیل خانہ کے قیدیوں کے لئے رشد و ہدایت کا باعث ہوئے۔ غیر مسلم اسلام کی لازوال دولت سے مالا مال ہوئے اور باقیوں نے حسب استعداد ظاہری و باطنی کمالات کے خزائن سے جھولیاں بھر بھر کر اپنے سینوں کو مالا مال کیا۔ جیل خانہ میں کوئی قیدی ایسا نہ رہا جسے امام ربانی کے دست سخانے علم کی دولت اور کمالات روحانی سے محروم رکھا ہو۔ وہ قیدی جو قید خانہ کی غیر مانوس زندگی کو اپنے لئے ایک لعنت کا طوق سمجھتے تھے۔ حضرت امام ربانی کی موجودگی کے باعث اسی قید خانہ کو جنت ارضی کا واحد مرکز سمجھتے ہوئے عیش و طرب کی محفلیں سجائے ہوئے تھے اور قید خانہ کی دیواریں ان کے راستے میں حائل تھیں۔ حضرت امام ربانی کے فیوض و برکات کی بدولت عشق الٰہی کی سرمدی نعمت کو دلوں میں سمیٹ کر رات کی تاریکیوں میں خدائے لم یزل کی بارگاہ میں سر جھکانے کے مشتاق بن گئے۔ مجدد الف ثانیؒ ایسے مسیحانے چشم زدن میں ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں تانبے سے کندن بنا دیا۔

جہانگیری سلطنت کے عمائدین جو کہ حضرت امام ربانی سے عقیدت رکھتے تھے، انہیں پہلے ہی دور مقامات پر تعینات کر دیا تھا۔ یہ بھی سلطنت کی ایک سیاسی چال تھی تاکہ امام ربانی سے عقیدت رکھنے والے یہ صاحب اقتدار کوئی ایسا قدم نہ اٹھا سکیں جس سے سلطنت کی عمارت دھڑام سے نیچے آ گرے اور حقیقت بھی یہی تھی۔

www.ksars.org

چنانچہ حضرت امام ربانی کی قید کی خبر سن کر خانخاناں، خان اعظم، سید صدر جہاں، اسلام خاں، مہابت خاں، مرتضیٰ خاں، تربیت خاں، خان جہاں لودھی، سکندر خاں، حیات خاں، دریا خاں جو سلطنت جہانگیری کے ممتاز رکن تھے، سخت بے چین ہوگئے اور بغاوت پر تیار ہوئے۔ آپس میں خط و کتابت کی اور سب نے متفق ہو کر مہابت خاں کو جو کابل کی گورنری پر متعین تھا اپنا سربراہ تسلیم کر لیا اور اسے فوج و خزانہ سے مدد دی۔ مہابت خاں نے بادشاہ کی اطاعت سے سر پھیر لیا اور بادشاہان بدخشاں و خراسان اور توبران سے امداد لے کر جہانگیر پر فوج کشی کا حکم دے دیا۔ خطبہ اور سکہ سے بادشاہ کا نام نکال لیا۔ جہانگیر بھی اپنا لشکر لے کر مہابت خاں کے مقابلہ کو کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہانگیر کے کابل کی طرف جانے کے بعد باقی امراء جو بادشاہ کے باغی ہو گئے انہوں نے بھی انحراف کر کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

ہزاروں کی تعداد میں طلباء آپ کی خانقاہ میں حاضر ہو کر درس پاتے۔ لنگر کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں افراد مفت کھانا کھاتے۔ لاکھ کے قریب مرید اور سو کے قریب آپ کے خلفا ہیں۔ آپ کے مریدوں میں پٹھانوں کی کثرت تھی۔

حضرت مجدد کے دوسرے مشہور خلیفہ شیخ محمد معصوم ہیں جو حضرت مجدد کے فرزند تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب بھی آپ کا مرید تھا۔ آپ نے اپنے فرزند شیخ سیف الدین کو شاہی لشکر کی رشد و ہدایت پر مامور کر رکھا تھا۔ نواب مکرم خاں گورنر لاہور بھی آپ کا بڑا معتقد تھا اور سب کچھ چھوڑ کر شیخ کی خدمت میں رہنے لگ گیا تھا۔

فارسی کا مشہور شاعر ناصر علی سرہندی بھی شیخ معصوم کا مرید تھا، اس نے آپ کی تعریف میں کئی شعر کہے۔

شیخ معصوم اورنگ زیب کے دسویں سال ۱۰۷۹ھ میں فوت ہوئے۔

مزار مبارک سرہند میں ہے۔ یہ مزار اورنگزیب کی بیٹی روشن آرا نے تعمیر کرایا تھا۔

www.ksars.org

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ نفس کے لئے سب سے مشکل کام شریعت کی پابندی ہے۔

روحانی توجیہہ

خواجہ شمس الدین عظیمی نے نفس یعنی مثالی جسم کی روحانی توجیہہ اس طرح بیان فرمائی ہے۔

ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی دوست ہوتا ہے۔ کسی کے پاس دوستوں کی ایک طویل فہرست ہوتی ہے اور کوئی کسی دوست کی تلاش میں سرگرداں رہ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ میرا بھی ایک دوست ہے وہ دوست مجھ سے اس وقت سرگوشی کرتا ہے جب میرے اوپر سے حواس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔ اس دوست کے دوست بھی بہت ہیں۔ میں نے سوچا کوئے یار میں دوست کے دوستوں سے جمال یار تذکرہ ہو جائے۔ ایک لاکھ سے زیادہ ان گریباں چاک مخمور نظر دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ پتہ چلا۔ ایک لاکھ حق پرست دوستوں نے یار کا جلوہ الگ الگ روپ میں دیکھا ہے۔ دوست نے یار کو جس جلوہ میں دیکھا۔ دوسرے دوست نے اس سے مختلف تجلی میں مشاہدہ کیا۔ ان دوستوں میں ایک دوست شمس تبریزی کے غلام مولانا روم بھی ہیں۔ ان کی روح گویا ہوئی:

آدمی دید است باقی پوست است

دید آں باشد کہ دید دوست است

کوئی اطلاع یا کسی شئے کا علم ہمیں لازمانیت سے موصوم ہوتا ہے۔ یہی لازمانیت نئی نئی اطلاعات زمانیت کے اندر ارسال کرتی رہتی ہے۔ اگر ہم لازمانیت کو ایک نقطے سے تشبیہہ دیں تو یوں کہیں گے کہ اس نقطہ میں کائنات کا یکجائی پروگرام نقش ہے۔ لہروں کے ذریعے اس نقطے سے جب کائنات کا یکجائی پروگرام نشر ہوتا ہے تو انسانی حافظے سے ٹکرا کر بکھرتے ہیں۔ بکھر کر ہی ہر لہر ایک مختلف شکل و صورت میں تصویری خدوخال اختیار کر لیتی ہے۔ لہروں کا حافظے کی سطح پر آ کر بکھرنا ہی وقت کو وجود میں لاتا ہے۔ چونکہ حافظہ جبلی طور پر (فطری طور پر نہیں) محدود ہے

www.ksars.org

اس لئے تصویر کے مابین فاصلہ بن جاتا ہے۔ اسی فاصلے کا دوسرا نام احساس اور وقت کی طوالت ہے اگر ہم بیس (Base) یا اس نقطہ کو تلاش کر لیں جہاں کائنات کا یکجا پروگرام نقش ہے تو فاصلہ کالعدم ہو جاتا ہے۔

آپ نے سینما گھروں میں دیکھا ہو گا کہ اسکرین کے بالمقابل ایک جگہ پر پروجیکٹر نصب ہوتا ہے۔ آپریٹر اس پروجیکٹر پر فلم لگا کر سوئچ آن کر دیتا ہے۔ فلم کے فیتے پر محفوظ نقوش روشنی کی لہروں کے ذریعے سفر کرتے ہوئے اسکرین پر مظاہر بن جاتے ہیں۔ اگر آپ پروجیکٹر اور اسکرین کے درمیان خلاء میں نظر دوڑائیں تو صرف روشنی کا ایک دھارا نظر آئے گا۔ روشنی کی ان لہروں میں تمام تصویریں موجود ہیں جو روشنی کے دوش پر سفر کرتی ہوئی اسکرین تک پہنچ رہی ہیں۔ اس طرح تین رخ قائم ہوتے ہیں۔ ایک فلم پر نقش شدہ نقوش دوسرا روشنی یا لہروں کا نظام جس کے ذریعہ تصاویر سفر کرتی ہیں اور تیسرا وہ اسکرین جہاں یہ لہریں ٹکرا کر تصویری خدوخال بن جاتی ہیں۔ دو رخوں کو ہم لازمانیت کہہ سکتے ہیں۔ ان دونوں میں وہ تمام نقوش موجود ہوتے ہیں جو اسکرین سے ٹکرا کر مظاہر بنتے ہیں۔ اسی طرح لازمانیت میں کائنات سے متعلق تمام اطلاعات موجود ہیں۔ زندگی کا کوئی نقش یا کوئی حرکت لازمانیت کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ یہ اطلاع تیسرے رخ میں جب ذہن کی سطح پر وارد ہوتی ہیں تو انسان اپنی شعوری ساخت کی بنا پر انہیں فاصلے اور وقت کے خانوں میں دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔

سمجھا یہ جاتا ہے کہ گوشت پوست سے مرتب اور رگ پٹھوں سے بنے ہوئے جسم کی صلاحیتوں کی انتہا ہے۔ گوشت پوست کے جسم سے ہی تمام انسانی صلاحیتیں متحرک ہیں۔ ایسا نہیں ہے اس بات کو مثال سے بیان کیا جائے تو کہا جائے گا کہ گوشت پوست سے بنے ہوئے جسم کی حفاظت کے لئے لباس بناتا ہے۔ فی الحقیقت اس لباس میں اپنی کوئی زندگی یا حرکت نہیں ہوتی۔ جب یہ لباس جسم پر ہوتا ہے تو جسم کے ساتھ حرکت کرتا ہے یعنی اس کی حرکت جسم سے منتقل ہو کر اسے ملتی ہے لیکن حقیقت میں وہ جسم کے اعضاء کی حرکت ہوتی ہے۔ اگر اس لباس کو جسم پر سے اتار دیا جائے تو اس کے اندر کوئی حرکت باقی نہیں رہتی۔

www.ksars.org

اب ہم اس لباس کا مادی جسم کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں۔ آدمی مر گیا۔ اس کے مردہ جسم میں زندگی کا کوئی شائبہ کسی لمحہ بھی پیدا ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اگرچہ زندگی کے تمام عوامل ہوا، پانی، غذا، روشنی وغیرہ موجود ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرنے کے بعد جسم کی حیثیت صرف لباس کی رہ جاتی ہے۔ اصل انسان اس میں موجود نہیں رہتا۔ اگر جسم اصل انسان ہوتا تو کسی نہ کسی نوعیت سے اس کے اندر زندگی کا کوئی شائبہ ضرور پایا جاتا۔ اس صورت حال میں ہم اس انسان کا تجسس کرنے پر مجبور ہیں جو جسم کو چھوڑ دیتا ہے جو انسان مادی زندگی چھوڑ دیتا ہے وہی تمام صلاحیتوں کا مخزن و منبع ہے۔ یہی وہ انسان ہے جس کی حرکات و سکنات کو ہم زندگی کہتے ہیں۔

مادیت کے دائرے میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ بہت چھوٹے ذرات، ایٹم اور ایٹم میں الیکٹران، پروٹان اور دیگر ایٹمی ذرات ہماری آنکھوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ جیسے جیسے فاصلہ بڑھتا ہے۔ ہم اشیاء کی صحیح ہیئت اور ان کی تفصیلات نہیں دیکھ سکتے۔ چند سو گز دور کا درخت اور اس کے پتے نظر نہیں آتے۔ عمارتیں اور ان کے خدوخال نگاہ کی ناتوانی کی وجہ سے دھندلے کھائی دیتے ہیں۔ سائنسی علوم کہتے ہیں کہ ایٹم میں ارتعاش ہوتا ہے اور بعض حالتوں میں الیکٹران ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہیں۔ مائع میں مالیکیول بے ترتیب حرکت کرتے ہیں اور گیس میں ایٹم اور مالیکیول ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑتے پھرتے ہیں۔ لیکن اشیاء ہمیں ساکت نظر آتی ہیں اور وہ چیزیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں لیکن ان کے اثرات سے انہیں پہچانا جاتا ہے۔ مثلاً بجلی کا بہاؤ، مقناطیسی میدان اور دوسری بہت سی لہریں۔

جب ہم طبعی فارمولوں کو سامنے رکھتے ہوئے کسی ایجاد کی مدد لیتے ہیں تو بہت سی چھپی ہوئی چیزیں اور مستور زاویے نظر آجاتے ہیں۔ جب خوردبین کا لینز آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے تو چھوٹے سے چھوٹا جراثیم، وائرس اور دیگر باریک ذرات دکھائی دینے لگتے ہیں۔ الیکٹران مائیکروسکوپ کے ذریعے الیکٹران کا ہیولا نظر آجاتا ہے۔ دوربین کا عدسہ نگاہوں پر فٹ ہو جائے تو دور دراز کی چیزیں قریب نظر آنے لگتی ہیں اور جس قسم اور جس طاقت کا لینز آنکھوں پر لگ جائے اسی مناسبت سے ان دیکھی چیزیں مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔

www.ksars.org

روحانیت آدمی کی دو مادی آنکھوں کے علاوہ ایک اور نگاہ کا تذکرہ کرتی ہے۔ یہ نگاہ گوشت پوست کی دو آنکھوں پر انحصار نہیں کرتی اور اس کا دائرہ عمل مادی آنکھوں کی نسبت لامتناہی ہے۔ یہ نگاہ روحانی علوم میں مشاہدے کا ذریعہ یا بصارت کا لینس ہے۔ جب نگاہ کام کرتی ہے تو نگاہ پر غیب بینی کا لینس فٹ ہو جاتا ہے۔ غیب میں کیا حرکات ہو رہی ہیں وہ نگاہ کے سامنے آ جاتی ہیں۔ آدمی چھپی ہوئی چیزوں کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور اشیاء کے باطنی خدوخال نظر آجاتے ہیں۔ یہ نگاہ ٹائم اور اسپیس (Time and Space) کے دائروں میں جہاں چاہے۔ بہ یک وقت اور لمحات کا احساس ہوئے بغیر دیکھ لیتی ہے۔

مادی حواس یا شعوری حواس میں ہم گوشت پوست کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اگر آنکھیں بند کر لی جائیں تو وہ اطلاعات جو روشنی کے ذریعے عام بصارت تک پہنچتی ہے، رک جاتی ہیں اور ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ مادی آنکھوں کا عمل ہے جسے ظاہری بینائی بھی کہا جاتا ہے۔

عام طور سے مشہور ہے کہ ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دیکھنے کے لئے صرف آنکھوں کا ہونا کافی نہیں ہے۔ اعصاب کا وہ نظام حذف کر دیا جائے تو بصارت کے پردے سے اطلاع کو دماغ تک پہنچاتا ہے تو آنکھ کے موجود ہوتے ہوئے بھی آدمی کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بصارت کے میکانزم میں آنکھیں جزو ہیں کل نہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص سویا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ لیکن وہ ماحول کی چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ روشنی، آنکھیں اور دماغ کا اعصابی نظام سب کچھ موجود ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اسے کچھ نظر نہیں آتا۔

روزمرہ زندگی میں یہ بات مشترک ہے کہ مناظر کو دیکھتے وقت یا مناظر کے عکس کو محسوس کرتے وقت ہماری مادی آنکھوں کا ردعمل صفر ہوتا ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ انسانی نگاہ اپنے عمل میں مادی عوامل کی احتیاج سے آزاد ہے۔ ایک طرز میں وہ مادی آنکھ کے وسیلے سے حرکت کرتی ہے اور دوسری نظر میں اس کا عمل مادی آنکھوں کے عمل سے ماوراء ہے۔ نگاہ کا وہ رخ جو مادی آنکھ کے بغیر کام کرتا ہے باطنی نگاہ، اندرونی نظر یا دید دوست ہے۔

www.ksars.org

روحانی علم کی روشنی میں آدمی کی تعریف بیان کی جائے تو اس کو نگاہ کا نام دیا جائے گا۔ اور نگاہ کا دارومدار اطلاعات پر ہے۔ اطلاعات نگاہ میں آتی رہتی ہے اور ذہن میں آکر نگاہ بن جاتی ہیں۔

خیال، ادراک، تصور، حافظہ، بصارت (ظاہری و باطنی) یہ سب نگاہ کی مختلف شکلیں یا مختلف درجات ہیں اور انہی کے مظہر کا نام انسان اور انسانی زندگی ہے۔ اس حقیقت کو مولانا روم نے اس طرح بیان کیا ہے۔ آدمی نگاہ ہے۔ گوشت پوست مفروضہ (Fiction) ہے اور نگاہ یہ ہے کہ آنکھ دوست (اللہ) کی تجلی کا مشاہدہ کرتی ہے۔

اقوال اور ارشادات

۱۔ گناہ کے بعد شرمندگی بھی توبہ ہی کی ایک شاخ ہے۔

۲۔ جو شخص صبح و شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

۳۔ مومن ہو یا کافر کسی کی دل آزاری نہ کر اس لئے کہ کفر کے بعد یہی سب سے بڑا گناہ ہے۔

۴۔ اپنی حاجت پر دوسروں کی حاجت کو مقدم رکھنا ہی حقیقی کرم ہے۔

۵۔ آخرت کے کام آج ہی کرو اور دنیا کے کام کل پر چھوڑ دو۔

۶۔ تمام مخلوقات میں انسان ہی سب سے زیادہ محتاج ہے۔

۷۔ جو شخص کافروں کو عزیز رکھتا ہے اس نے اہل اسلام کو ذلیل کیا۔

۸۔ لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنا اذیت کا باعث ہوتا ہے۔

۹۔ برے علماء وہ ہیں جو لوگوں سے عزت کے طالب رہتے ہیں۔

www.ksars.org

۱۰۔ جب تک کوئی شخص قلبی امراض میں مبتلا ہے کوئی عبادت اور اطاعت فائدہ نہیں دے سکتی بلکہ مضر ہے۔

۱۱۔ گوشہ نشینی یہ ہے کہ تو عبث اور بے کار کاموں سے منہ موڑے رکھے اور ترک دنیا سے مراد یہ ہے کہ تجھے دنیا سے کوئی رغبت نہ ہو نہ کسی شئے کے چلے جانے کا غم۔

۱۲۔ جب تک عقائد صحیح نہ ہوں احکام شریعت سے آگہی فائدہ مند نہیں اور جب تک یہ دونوں نہ ہوں قلب کی صفائی ممکن نہیں۔

۱۳۔ نفس کے لئے سب سے مشکل کام شریعت کی پابندی ہے۔

۱۴۔ کمال اسلام یہ ہے کہ دنیوی غرض کو چھوڑ دیا جائے جو کفار کے ساتھ وابستہ ہو۔

۱۵۔ بہترین احسان وہ ہے جو ہمسائے کے ساتھ کیا جائے۔

۱۶۔ خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی خدا اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی کی طرف لے جاتی ہے۔

۱۷۔ مغروروں کے ساتھ تکبر سے پیش آنا صدقہ ہے۔

۱۸۔ پیغمبر کی بات کے مقابلہ میں حکماء کے اقوال چھوڑ دو۔

۱۹۔ اہل اللہ زمین والوں کے لئے امان اور زمانہ کے لئے غنیمت ہیں۔

۲۰۔ ظاہری ولادت کی زندگی چند روزہ ہے اور ولادت معنوی کی زندگی ابدی ہے۔

۲۱۔ عوام کے نزدیک ایک مردہ جسم کو زندہ کرنا بڑی بات ہے اور خواص کے نزدیک قلب و روح کو زندہ کرنا بڑی قاطع دلیل ہے۔

www.ksars.org

۲۲۔ جسم کا زندہ کرنا چند روزہ زندگی کا سبب ہے اور قلب کا زندہ کرنا دائمی زندگی کا وسیلہ ہے۔

۲۳۔ اہل اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی ذلت میں ہے۔

www.ksars.org

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

حالات زندگی

ولادت......بمقام نانوتہ (ضلع سہارن پور) ۳۳۲۱ھ

وفات......بمقام مکہ معظمہ ۳۱ جمادی الثانی ۷۱۳۱ھ

آپ کا اسم مبارک والد ماجد نے امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نواسہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہما نے بہ لقب امداد اللہ لقب فرمایا۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت حافظ محمد امین تھا اور حضرت صاحب کے دو برادر کلاں و یک برادر و ہمشیرہ خورد بھی تھیں۔ بڑے بھائی ذوالفقار علی منجھلے فدا حسین نام تھا اور تیسرے خود حضرت اور چھوٹے بھائی بہادر علی و ہمشیرہ بی بی وزیر النساء تھیں۔ ابھی زمانہ سن حضرت کا صرف سات سال کا تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی حسینن بنت حضرت شیخ علی محمد صدیقی حسینی نانوتوی نے انتقال فرمایا۔ وقت وفات انہوں نے حضرت کے لئے ان الفاظ میں وصیت فرمائی کہ بعد میری وفات کے میرے اس تیسرے بچہ کو کسی وقت اور کسی وجہ سے کبھی کوئی شخص ہاتھ نہ لگاوے۔ چنانچہ ان کی اس وصیت کی تعمیل میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ کسی کو آپ کی تعلیم کی طرف کچھ توجہ و التفات نہ ہوا۔ لیکن چونکہ تائید ربانی ابتدائے خلقت سے مربی حضرت تھی۔ اس زمانہ صغر سنی میں بھی باوجود عدم توجہی و مطلق العنانی کبھی لہو و لعب میں مشغول نہ ہوتے تھے اور اپنے باطنی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرمایا۔ اپنے شوق سے اکثر حفاظ کو استاد بنایا۔ مگر تقدیر سے کچھ ایسے مواقع پیش آتے گئے کہ نوبت تکمیل حفظ تک نہ پہنچی یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی ۸۵۲۱ھ میں چند دن میں مکہ معظمہ میں اس کی تکمیل ہوگئی اور سولہ سال کے سن میں وطن شریف سے ہمراہی حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا۔ اسی زمانہ میں چند مختصرات فارسی تحصیل فرمائے اور

www.ksars.org

کچھ صرف ونحو اساتذہ عصر کی خدمت میں حاصل کی اور مولانا رحمت صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے تکمیل الایمان شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ کی قرأت اخذ فرمائی۔

ہنور تکمیل علوم ظاہر میسر نہ ہوئی تھ کہ ولولہ خدا طلبی جوش زن ہوا اور نو عمری میں حضرت مولانا نصیر الدین حنفی نقشبندی مجددی کے ہاتھ پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور اذکار طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فرمائے اور چند دن تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر اجازت و خرقہ سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں بہ الہام مشکوٰۃ شریف کی ایک ربع قراۃ حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی سے اور حصص حصیں وفقہ اکبر حضرت مولانا عبدالرحیم مرحوم نانوتوی سے اخذ کیا اور یہ دو بزرگوار ارشد تلامذہ عارف مستغرق حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے تھے۔

بعد ازاں قلب مبارک میں جذبہ الٰہیہ پیدا ہوا اور آپ آبادی سے ویرانہ کو چلے گئے۔ مخلوق سے نفرت فرماتے تھے اور اکثر دولت فاقہ سے کہ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے مشرف ہوتے تھے، یہاں تک کہ آٹھ آٹھ روز اور کبھی زیادہ گزر جاتے اور ذرا سی چیز حلق مبارک میں نہ جاتی اور حالت شدت بھوک میں اسرار عجائب فاقہ مکشوف ہوتے تھے۔ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن بہت بھوک کی تکلیف میں ایک دوست سے کہ نہایت خلوص دلی رکھتا تھا، چند روپے میں نے بطور قرض مانگے، باوجود موجود ہونے کے انکار صاف کر دیا۔ اس ناالتفاتی سے تکدر و ملال دل میں پیدا ہوا، چند منٹ کے بعد تجلی توحید انعامی نے استعلا فرمایا اور معلوم ہوا کہ یہ فعل فاعل حقیقی سے متکون ہوا ہے، اس وقت سے خلوص دولت کا زائد ہوا اور وہ تکدر مبدل بہ خلف ہو گیا۔ اس واقعہ کو چند ماہ گزرے تھے کہ میں مراقبہ میں تھا سیدنا جبرائیل و سیدنا میکائیل علیہما السلام کو دیکھا محو خود رفتہ ہو گیا جو لذت کہ حاصل ہوئی احاطہ بیان میں نہیں آسکتی اور وہ دونوں تبسم کناں وزویدہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسی طرح چلے گئے اور کچھ نہ کہا۔

سید کائنات اشرف المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ۔ یہ خواب دیکھ کر خواہش زیارت مدینہ طیبہ دل میں متمکن ہوئی۔ یہاں تک کہ بلا فکر زاد راہ کے آپ نے عزم

www.ksars.org

مدینہ منورہ کر دیا اور چل کھڑے ہوئے۔ جب ایک گاؤں میں پہنچے تو آپ کے بھائیوں نے کچھ زاد راہ روانہ کیا۔ حضور نے اس کو بخوشی خاطر قبول کیا اور روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ پنجم ذی الحجہ ۱۶۲۱ھ کو بمقام بندر لیس کہ متصل بندر جدہ کے ہے جہاز سے اترے اور براہ راست عرفات کو تشریف لے گئے اور جملہ ارکان حج بجالائے اور مکہ معظمہ میں حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس سرہ و حضرت عارف باللہ سید قدرت اللہ حنفی بنارسی ثم المکی سے کہ کرامات و خرق عادت میں مشہور تھے فیض و فوائد حاصل کئے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمتہ اللہ علی نے چند وصایا فرمائے۔

ازاں جملہ یہ کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا چاہئے اور یہ کہ تاامکان خود قوت حرام و مشتبہ سے پرہیز واجب جانے کیوں کہ لقمہ مشتبہ و حرام سے برابر نقصان ہے اور مراقبہ الم یعلم بان اللہ یری تعلیم فرمایا تاکہ م لاحظہ معنی صورت رویت حق تعالیٰ خود کو ملاحظہ کرے اور اس پر مواظبت رکھے تاکہ وجدان صورت ملکہ کا ہووے اور دوسری باتیں تعلیم فرمائیں اور اپنے خاندان کے معمولات کی اجازت دی اور فرمایا کہ فی الحال بعد زیارت مدینہ طیبہ تمہارا ہند کو جانا قرین مصلحت ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمام تعلقات منقطع کر کے اور بہ ہمت تمام یہاں آؤ گے۔ البتہ چندے صبر ضروری ہے۔ اس وقت مدینہ منورہ کا راستہ مامون تھا اور کوئی شورش بدوؤں وغیرہ کی نہ تھی اور آپ کے دل کو سخت اضطراب و قلق مدینہ طیبہ کی حاضری تھا کہ علت غائی اس سفر کی یہی تھی۔ خیال تھا کہ اگر وہاں جانا نہ ہوا تو گویا تمام محنت و مشقت رائیگاں ہوتی بالآخر آپ نے یہ انتشار بحضور جناب سید قدرت اللہ عرض کیا۔ حضرت سید صاحب نے تسکین فرمائی اور چند بدوی مریدان خود آپ کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ بحفاظت تمام ان کو مدینہ طیبہ لے جاؤ اور ان کے قلب کو کوئی رنج نہ پہنچنے پاوے کیونکہ ان کے ملال سے تمہاری عاقبت کی خرابی متصور ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

ہیچ قومے راخدا رسوانہ کر

تادل صاحبدلے نامد بدرد

باجملہ آپ مدینہ کو روانہ ہوئے اور دل میں خیال آیا کہ اگر کوئی عامل کامل و عارف واصل بلا میری طلب کے اجازت پڑھنے درود تنجینا کی دیتا تو بہت اچھا ہوتا۔ بارے بفضلہ تعالیٰ اس جوار پاک شاہ لولاک میں پہنچے اور

www.ksars.org

شرف جواب صلوٰۃ و سلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے اور عارف خدا حضرت شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانوی ثم المدنی سے ملاقات فرمائی اور اپنے شوق دلی کا نسبت قیام مدینہ منورہ کے اظہار فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی جاؤ چندے صبر کرو پھر انشاء اللہ یہاں بہت جلد آؤ گے اور صاحب جذب و احسان حضرت مولانا شاہ گل محمد خانصاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کہ متوطن قدیم رام پور تھے اور عرصہ تیس سال سے مجاور روضہ شریف تھے، ملاقات کی اور ان کی خدمت سے بہت فوائد حاصل کئے۔ حضرت خان صاحب موصوف نے بلا ذکر طلب اجازت درود تنجینا کی دی کہ ہر روز اگر ممکن ہو ایک ہزار بار ورنہ تین سو ساٹھ بار پڑھا کرو اور اگر اس قدر میں بھی دقت ہو تو اکتالیس بار تو ضرور پڑھا کرو اور ہر گز ناغہ نہ ہونے پاوے کہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

آپ گو ظاہری علم شریعت میں علامہ دوران اور مشہور زمان مولوی نہ تھے مگر علم الدنی کے جامہ سے آراستہ اور نور عرفان و ایقان کے زیورات سے سر تاپا پیراستہ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کو مہبط انوار و برکات اور فیوض تجلیات بنائے ہوئے تھے خلقتہ ضعیف و ضعیف......اس پر مجاہدات و ریاضات اور تقلیل طعام و منام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخواں تک کو گھلا دیتا ہے جس کے باعث آخر میں کروٹ تک بدلنا دشوار تھا۔

اعلیٰ حضرت گھر سے خوشحال اور موروثی جائیداد کا معقول حصہ پائے ہوئے تھے جو بظاہر الحال گزران معیشت کے لئے کافی و دافی سامان تھا مگر آپ کا دل سلیم چونکہ طبع زہد و توکل کا شیدا تھا اس لئے آپ نے اپنی ساری جائیداد سکنی وزرعی اپنے بھائی کے نام منتقل کر دی اور مسجد کے حجرہ کو مسکن بنایا تھا۔ اعلیٰ حضرت زاویہ خمول زیست اور گمنامی کے ساتھ ایام گزاری کہ جانب راغب تھے۔ اس لئے ہمیشہ اپنے کو چھپایا اور علیحدگی و یکسوئی کو اخفاو کتمان حال کا سبب بنایا مگر بقول

مشک آنست کہ خود بہبوید نہ کہ عطار بگوید!

اپنے چھپائے کب چھپ سکتے تھے۔ خدائی مخلوق نے جبہ سائی کو فخر سمجھا اور جیسا کہ دین کا اپنے زمانہ ولادت سے حال رہا ہے غرباء مساکین اور عوام الناس طالب دین نیک بندوں کی آمد شروع ہوئی۔ مجبور امتثالا للامر

www.ksars.org

آپ طالبین کو بیعت فرماتے اور اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے۔ آخر طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ اسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کو بخوشی ضیافت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی بھاوج نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائیداد آپ منتقل فرما چکے خود توکل پر بہ عسرت و فقر گزاران ہے پھر اس پر مہمانوں کی کثرت اور نووارد اور مسافروں کی زیادتی گو آپ کو بار نہ معلوم ہو مگر میری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں۔ اس لئے آج سے جتنے مہمان ہیں ان کی اطلاع غریب خانہ پر فرما دیں، ان کا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئے گا۔ اول تو اعلیٰ حضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں میرے مہمان ان کی خدمت کا مجھ پر ہی حق ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ تھانہ بھون میں داخل ہوتے ہی اول پیر محمد والی مسجد میں پہنچے، دیکھا کہ ظہر کی نماز ہو چکی ہے اور اعلیٰ حضرت اپنی سہ دری میں بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں۔ حضرت مولانا حاضر خدمت ہوئے اور ختم تلاوت پر سلام مسنون عرض کر کے بیٹھ گئے، اس سے قبل غالباً ایک مرتبہ دہلی اور دو مرتبہ گنگوہ اور ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لئے تھانہ بھون میں اعلیٰ حضرت کی زیارت ہوئی تھی۔ یہ پانچویں ملاقات تھی مگر یوں کہنا چاہئے کہ وطن میں اعلیٰ حضرت کے مہمان بننے کا عمر بھر میں آپ کا پہلا اتفاق تھا۔ اعلیٰ حضرت نہایت ہی کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور غائیت درجہ خاطر و مدارت فرمائی اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے، حضرت امام ربانی نے (ایک عالم کے ساتھ) مناظرہ کا قصد ظاہر کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ بابا ایسا ارادہ نہ کرنا، میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں، بڑے ہیں بس مباحثہ کا تو اسی جگہ فیصلہ ہو گیا اور حضرت یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ حضرت آپ کے بڑے ہیں اور میرے بھی بڑے ہیں۔ اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور آپ نے موقع پا کر بالفاظ مناسب بیعت ہونے کی درخواست کی۔ اعلیٰ حضرت اطاب اللہ ثراہ نے عادت شریفہ کے موافق بیعت میں تامل ہی نہیں فرمایا بلکہ طلب صادق کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھنے اور اعتقاد و شوق بڑھانے کے لئے صورت انکار کے لفظ زبان پر لائے۔ یہاں سوائے اخلاص و شوق کے کیا تھا۔ قطبیت کا جامہ پہننے والا ایک جسم تھا جو سر تا پا طلب بنا ہوا تھا۔ نخوت علم و تکبر مولویت نام کو بھی نہ تھی اور جو کچھ تھی وہ پہلی ہی گفتگو پر نکل چکی تھی۔ پس نتیجہ امتحان یہ تھا کہ جتنا ادھر سے انکار تھا اسی قدر ادھر سے اصرار اور جس قدر اس جانب سے استغنا کا برتاؤ تھا اتنا ہی اس طرف سے احتیاج و افتقار کا اظہار۔ چونکہ پیران

www.ksars.org

عظام ہمیشہ طالب صادق اور ہونہار کی تلاش میں رہتے ہیں اس لئے انہیں امتحان والے دو تین دک میں ایک دوسرے بزرگ نے بھی جن سے مناظرہ کرنے تشریف لائے تھے طرح طرح سے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ صاحب دل کا ایک دل چونکہ ایک کا ہو لیا تھا اس لئے نہ پھرنا تھا نہ پھرا چنانچہ اسی اثناء میں حافظ صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ آپ سے آنے کا سبب اور حال دل پوچھنے لگے تو آپ نے بے اختیار فرمایا جدھر دل کا میلان ہے وہ قبول نہیں کرتے۔ دوسرے اپنی طرف کھینچتے ہیں عجب قصہ ہے جناب حافظ صاحب نے دلاسا دیا اور فرمایا کہ ابھی جلدی کیا ہے چند روز ٹھہرو یہاں کے حالات دیکھو۔ آخر جب آپ کی پختگی ہر طرح ظاہر ہو گئی تو جناب حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سفارش کا اجر حاصل فرمایا اور تھانہ کی حاضری سے دو تین روز کے بعد آپ کو سلاسل اربعہ میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا قدس سرہ ارشاد فرماتے تھے کہ جب اعلیٰ حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہونے کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ذکر و شغل اور محنت و مجاہدہ کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ رات کو اٹھا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے۔ حضرت مولانا قدس سرہ منظوریٔ شرط کے بعد بیعت ہوئے اور اعلیٰ حضرت نے آپ کو بارہ تسبیح تلقین فرما دیں۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے وہ چارپائی جس پر آپ استراحت فرماتے تھے اپنے پلنگ کے پاس بچھوالی اور آرام فرمایا۔ آخر شب میں جب اعلیٰ حضرت حسب معمول اٹھے تو حضرت مولانا کی بھی آنکھ کھل گئی مگر چونکہ بیعت کے وقت شرط ہو چکی تھی، اس لئے اعلیٰ حضرت نے کچھ نہیں فرمایا کہ اٹھو بیٹھو یا بتلائی ہوئی بارہ تسبیح کا ذکر کر لو لیکن شیخ کا فیضان پہلے ہی اپنا اثر کر چکا تھا بھلا کس طرح ممکن تھا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ بستر پر لیٹے رہتے یا نیند آجاتی۔ دو چار کروٹیں آپ نے ضرور بدلیں اور کسی درجہ میں چاہا بھی کہ نیند آجائے مگر حق تعالیٰ کو آپ سے جو کام چند ہی روز بعد لینا منظور تھا۔

ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ مجلس اعلیٰ و اقدس حضرت سرور مرشد اتم صلی اللہ علیہ و سلم اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ و سلم میں حاضر ہوں غائیت رعب سے قدم آگے نہیں بڑھتا ہے کہ ناگاہ میرے جد امجد حضرت حافظ بلاقی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت نبوی صلی اللہ علیہ و سلم میں پہنچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میانجیو صاحب چشتی قدس سرہ کے کر دیا اور اس وقت تک بعالم ظاہر

www.ksars.org

میانجیو صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا، بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ بیدار ہوا عجب انتشار و حیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب یہ کون بزرگ وار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا اور خود مجھ کو ان کے سپرد فرمایا۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے کہ ایک دن حضرت استاذی مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمال شفقت و عنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے وہاں جاؤ اور حضرت میانجیو صاحب سے ملاقات کرو، شاید مقصود دلی کو پہنچو اور اس حیص و بیص سے نجات پا ؤ۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے میں نے یہ سنا متفکر ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ کیا کروں، آخر بلالحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراًراہ لوہاری کی لی اور شدت سفر سے حیران و پریشان چلا جاتا تھا، یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے بارے بہ کشش و کوشش آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمال باکمال ملاحظہ کیا۔ صورت انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا بخوبی پہچانا اور محو خود رفتگی ہو گیا اور آپے سے گزر گیا۔ رفتاں و خیزاں ان کے حضور میں پہنچ کر قدموں میں گر پڑا۔ حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ العزیز نے میرے سر کو اٹھایا اور اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت و عنایت فرمایا کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق و یقین ہے۔ یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میانجیو صاحب کی ظاہر ہوئی اور دل کو بکمال استحکام مائل بخود کیا۔ الحاصل ایک مدت خدمت بابرکت جناب موصوف میں حلقہ نشین رہے اور تکمیل سلوک سلاسل اربعہ عموماً طریق چشتیہ صابریہ خصوصاً کیا خرقہ و خلافت تامہ و اجازت خاصہ و عامہ سے مشرف ہوئے۔ بعد عطائے خلافت حضرت میانجیو صاحب نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا جس کی رغبت ہو وہ تم کو بخشوں، آپ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ دنیا کے واسطے آپ کا دامن نہیں پکڑا ہے، خدا کو چاہتا ہوں وہی مجھ کو بس ہے۔ حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ یہ جواب سن کر بہت مسرور و خوش مزہ ہوئے اور آپ کو بغل گیر فرما کر علوہمت پر آفریں کی اور دعاہائے جزیلہ و جمیلہ دیں۔

ایام غدر ہندوستان میں بوجہ بے نظمی دین و تغلب معاندان دین قیام ہند گراں خاطر ہوا اور ارادہ ہجرت و اشتیاق زیارت روضہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جوش و خروش میں آیا اور ۱۲۷۶ھ میں براہ پنجاب روانہ ہوئے اور حیدر آباد سندھ سے کراچی بندر گاہ پہنچے وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے اور مکہ معظمہ پہنچے۔

www.ksars.org

روح پرور واقعات

جب حاکم نے آپ کو گرفتار کرنا چاہا اور آپ کے کمرہ میں آیا تو خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس وقت کوٹھڑی کا دروازہ کھلا ہے، تخت پر مصلیٰ ضرور بچھا ہوا لوٹا رکھا ہوا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا ہوا پڑا تھا مگر اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا۔ افسر متحیر و حیران اور راؤ عبداللہ خان دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں وشاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ اور دریافت کرتا ہے نہ استفسار کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر آخر مخبر کی دھوکہ دہی سمجھ کر بات کو ٹالا اور کہا کہ خان صاحب یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے۔ راؤ صاحب بولے جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں ہاتھ منہ دھویا کرتے ہیں چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اسی کی تیاری تھی۔ افسر نے ہنس کر کہا آپ لوگوں کی نماز کے لئے مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھڑی راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جناب مسجد فرض نماز کے لئے ہے اور نفل نماز ایسی ہی جگہ پڑھی جاتی ہے جہاں کسی کو پتہ بھی نہ چلے لاجواب جواب سن کر افسر نے پٹ بند کر دیئے اور اصطبل کے چاروں طرف غائر نظر دوڑانے کے بعد نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر یہ کلمات کہہ کر رخصت ہوا۔ راؤ صاحب معاف کیجئے آپ کو اس وقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ راؤ عبداللہ صاحب کی نظر سے دوش کے سوار جب او جھل ہو گئے تو واپس ہوئے اور کوٹھڑی کھول دی، دیکھا اعلیٰ حضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔

مولانا گنگوہی سے ایک مرتبہ کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے تو آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ اطمینان رکھو میں عرب روانہ ہوتے وقت تم سے مل کر جاؤں گا۔ مگر آپ گرفتاری و حوالات میں رہے آپ کی رہائی سے قبل اعلیٰ حضرت نے بیت اللہ کی جانب ہجرت فرمائی گویا سائل کا مطلب یہ تھا کہ ملاقات کے خوش کن الفاظ تسلی کے لئے تھے جس کا وقوع نہیں ہوا۔ حضرت نے بہت ہی ہلکی آواز سے فرمایا۔ اعلیٰ حضرت وعدہ خلاف نہ تھے چنانچہ دوسرے طریق سے معلوم ہوا کہ باوجود سنگین پہرہ کے اعلیٰ حضرت نے جیل خانہ کے اندر قدم رکھا اور کئی گھنٹہ باتیں کر کے شب ہی میں واپس ہوئے اور عرب روانہ ہوئے۔ مولوی ولایت حسین صاحب کی روایت ہے کہ حکیم صاحب جو اعلیٰ حضرت کے مرید انبالہ کے رہنے والے بندہ کے ساتھ سفر حج میں شریک تھے کہ جس زمانہ میں مولانا گنگوہی جیل خانہ

www.ksars.org

میں تھے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب ایک دن فرمانے لگے کہ میاں کچھ سنا کیا مولوی رشید احمد کو پھانسی کا حکم ہو گیا۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت کچھ پتہ نہیں ابھی تک تو کوئی خبر آئی نہیں۔ فرمایاہاں حکم ہو گیا چلو یہ فرما کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حکیم صاحب کا بیان تھا کہ برسات کا زمانہ تھا، مغرب کے بعد اعلیٰ حضرت اور میں اور غالباً مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی غرض تین آدمی چلے شہر سے نکل کر تھوڑی دور جا کر اعلیٰ حضرت زمین کی گھاس کے قدرتی سبز مخملی فرش پر بیٹھ گئے اور کچھ دیر تک سکوت فرما کر گردن اوپر اٹھائی اور فرمایا پھر چلو مولوی رشید احمد کو کوئی شخص پھانسی نہیں دے سکتا۔ خدائے تعالیٰ کو ان سے ابھی بہت کچھ کام لینا ہے چنانچہ چند روز بعد اس کا ظہور ہو گیا والحمد اللہ علی ذلک۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اپنے وقت کے قطب عالم اور اعلیٰ درجے کے علوم سے سرفراز تھے۔ روایت ہے کہ ایک بار آپ یہ مضمون بیان فرمارہے تھے کہ جس طرح راحت و آرام نعمت ہے اسی طرح بلا بھی نعمت ہے۔ اسی وقت ایک شخص آیا اس کا ہاتھ زخم کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا اور سخت تکلیف میں مبتلا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے لئے دعا فرمایئے اس وقت راوی کے قلب میں خطرہ گزرا کہ حضرت اس کے لئے دعا کریں گے اگر صحت کی دعا کریں تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اس شخص کے مذاق کی رعایت نہیں ہوتی اور یہ شیخ کامل کیلئے ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ اے اللہ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے مگر ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرمادیجئے۔

سہارنپور میں ایک مکان تھا اس میں جن کا سخت اثر تھا۔ جس سے وہ مکان متروک کر دیا گیا تھا۔ اتفاق سے حضرت صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائینگے۔ رات کو تہجد کے وقت جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کوئی نہ تھا اور کنڈی بدستور لگی ہے۔ پھر یہ کیسے آیا۔ حضرت نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت میں ہی وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہو گیا ہے یعنی جن ہوں۔ مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا۔ آج اللہ تعالیٰ نے میری مراد پوری کر دی۔ حضرت نے فرمایا۔ ہمارے ساتھ محبت کا

www.ksars.org

دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق خدا کو ستاتے ہو، توبہ کرو۔ پھر حضرت نے ان سے توبہ کرائی اور وہ مکان آپ کی برکتوں سے جنات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔

حضرت حاجی صاحب سے کسی معتقد نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ اب کے بیماری کی وجہ سے مدت تک حرم میں داخل ہونا نصیب نہ ہوا ہے۔ آپ نے خواص سے فرمایا کہ اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اس پر کبھی افسوس نہ کرتا کیونکہ مقصود قرب حق ہے اور اس کے لئے جس طرح نماز حرم ایک طریق ہے، بیماری بھی ایک طریق ہے تو بندے کا کیا منصب ہے کہ اپنے لئے خود ایک طریق متعین کرلے۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ آخر جب بہت دیر ہوئی تو میں اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا۔ حضرت فرمانے لگے۔ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا۔

کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے تھے اور حد جواز تک جس قسم کی باتیں صحابہؓ فرماتے ہیں، حضور پاک ﷺ ان کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ دوستوں کی دلجوئی عین فرمان الٰہی اور سنت نبوی ﷺ ہے۔

میاں امیر احمد رام پوری کا واقعہ میرے سامنے کا ہے۔ امیر احمد بار بار حضرت سے دریافت کرتے تھے کہ یا حضرت میں ہندوستان جاؤں اور حضرت فرماتے تھے کہ ہاں جاؤ مگر امیر احمد کو اپنے اور مقدمات کا قوی خطرہ تھا۔ اس واسطے شبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار اور سزایاب ہوں گا۔ اس واسطے باوجود حضرت کے ان کو اطمینان نہیں ہوتا تھا اور بار بار دریافت کرتے تھے۔

ایک روز حضرت نے چیں بہ جبیں ہو کر فرمایا کہ تمہارا جی گرفتار ہونے کو چاہتا ہے۔ میاں جاؤ تب میں نے ان سے کہا کہ اب تم شک وشبہ چھوڑو اور حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کا نام لے کر چلو اللہ تعالیٰ بہتر

www.ksars.org

کرے گا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ ہندوستان آئے اور چند روز دہلی میں ایک مسجد میں رہ کر حاضر عدالت ہو گئے چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور بالآخر تمام مقدمات سے بری ہو کر اپنے گھر بخیریت تمام پہنچ گئے۔

اسماعیل سیٹھ اس کے لڑکے سے بعض باتیں خلاف طبع مبارک ہوئیں۔ اس وجہ سے آپ نے وہاں کا قیام ترک کر کے رخ توبہ بحضور باری تعالیٰ کیا۔ اسی بارے میں بلا کسی تحریک کے ایک حکم نامہ بتاکید ریاست حیدر آباد سے وہاں کے وکلاء کے نام پہنچا کہ مجملہ و مکانات ریاست کے جو مکان و جگہ آپ پسند فرمائیں۔ اس کی کنجی خدام حضرت کے سپرد کر دی جائے چنانچہ وکلا ریاست نے بڑی التجا سے یہ کیفیت حضوری میں عرض کی اور ایک مکان کی کنجی ملازمان عالی کر دی۔

اسی زمانہ میں ایک مہندس نے آپ کے قریب میں ایک مکان تعمیر کیا اور اس میں ایک راستہ رکھا۔ جس سے حضرت کے دولت خانہ کی بے پردگی ہوتی تھی۔ وہ انواع اقسام کے ظلم و جبر خدمت شریف میں کرتا تھا اور آپ کی طرف سے اپنے دل میں عناد رکھتا تھا۔ حضرت نے ایک شخص کے ذریعہ سے کلمتہ الخیر تبلیغ فرمایا لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا بلکہ کلمات بیہودہ زبان پر لایا۔ لوگوں نے یہ واقعہ حضرت سے عرض کیا اور اکثر احباب کی رائے ہوئی کہ حاکم وقت کے یہاں استغاثہ کیا جائے۔ بجوان اس کے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکم حقیقی کے یہاں ہے حکام مجازی کے آگے درخواست کرنا درست نہیں ہے۔ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ تیغ برہنہ اہل چشت نے اس پر گزر کیا اور باوجود اعزاز بلیغ و اعتبار بلا وجہ ظاہری اپنے منصب و عہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور ایسی ذلت و خواری میں مبتلا ہوا کہ اللہ کسی کو نہ دکھائے۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں مہمان بہت سے آ گئے۔ کھانا کم تھا حضرت نے اپنا رومال بھیج دیا کہ اس کو ڈھانک دو۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھا لیا اور کھانا بچ گیا۔ حضرت حافظ ضامن صاحب کو خبر ہوئی تو عرض کیا کہ حضرت آپ کا رومال سلامت چاہئے۔ اب تو قحط کیوں پڑے گا۔ حضرت شرمندہ ہو گئے اور فرمایا واقعی خطا ہو گئی، توبہ کرتا ہوں۔ پھر ایسا نہ ہو گا۔ ایک دن مولوی امیر شاہ خان صاحب نے حضرت

www.ksars.org

(گنگوہی) قدس سرہ سے ایک قصہ بیان کیا کہ میں ایک روز مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک نو عمر درویش آئے اور بیٹھ گئے۔ وہ بزرگ جن کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس درویش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بھائی تمہارے قلب میں بڑی اچھی چیز ہے۔ ان بیچاروں نے اپنا حال چھپانا چاہا مگر انہوں نے پردہ ہی فاش کر دیا۔ کہنے لگے کہ تمہارے قلب میں ایک عورت کی شبیہ ہے۔ اس کی ناک ایسی اور آنکھیں ایسی ہیں اور بال ایسے ہیں۔ عرض تمام حلیہ بیان کر دیا اور اس وقت وہ درویش بہت نادم ہوئے اور اصرار کیا کہ بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ ابتدا جوانی میں مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا تھا۔ ہر وقت اس کے دھیان میں رہنے سے اس کی شبیہ میرے قلب میں آگئی ہے۔ اب جب کبھی طبیعت بے قرار ہوتی تو آنکھ بند کر کے اس کو دیکھ لیتا ہوں کچھ سکوں ہو جاتا ہے اور طبیعت ٹھہر جاتی ہے۔

ایک شخص نے تصوف کے معنی پوچھے۔ فرمایا کہ تصوف کے معنی ہیں بسبب احوال مشائخ مختلف اقوال ہیں۔ ہر کوئی اپنے مقام یا حال کے موافق مسائل کا جواب دیتا ہے یعنی مبتدی سائل کو ازروائے معاملات مذہب ظاہر اور متوسط کو ازروائے احوال منتہیٰ کو ازروئے حقیقت البتہ تمام اقوال میں اظہر قول یہ ہے کہ اول ابتدائے تصوف علم ہے اور اوسط عمل و آخر عطاو بخشش و جذبہ الٰہی ہے اور علم مراد مرید کی کشایش کرتا ہے اور عمل اس کی توفیق و طلب پر مدد کرتا ہے اور بخشش مرتبہ غایت رجا کو کہ احاطہ بیان سے باہر ہے، پہنچاتی ہے اور حق سبحانہ کے ساتھ واصل کرتی ہے اور اہل تصوف تین قسم کے ہیں یعنی تین مراتب رکھتے ہیں۔ اول مرید کہ اپنی مراد طلب کرتا ہے۔ دو متوسط کہ طلب گار آخرت ہے۔ سوم منتہیٰ کہ اصل مطلوب تک پہنچ گئے ہیں اور انتقالات احوال سے محفوظ ہیں۔

ایک شخص نے حاضرین سے عرض کیا کہ صوفی کون ہے اور ملامتی کون۔ فرمایا صوفی وہ ہے کہ سوائے اللہ کے دنیا و خلق سے مشغول نہ ہوا اور ردوبدل قبول مخلوق کی پروانہ رکھے۔ مدح و ذم اس کے نزدیک برابر ہو اور ملامتی وہ ہے کہ نیکی کو چھپائے اور بدی کو ظاہر کرے۔ حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو۔ یہ تمہارا نام لینا ہی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو۔

www.ksars.org

گفت آں اللہ تولبیک ماست

دین یاز و سوز و درت پیک ماست

حضرت حاجی صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت ہی کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو۔

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور کمال توجہ سے سن رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ یہ کونسی کتاب ہے۔ کہا گیا کہ احیاء العلوم حجتہ الاسلام امام غزالی کی ہے۔ فرمایا یہ لقب عطیہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت شاہ محمد اسحٰق نے مراقبہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

روحانی توجیہہ

سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے بانی ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءرحمتہ اللہ مراقبہ کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ یہ اقتباس ان کی کتاب لوح و قلم سے لیا گیا ہے۔

مراقبہ ایک ایسے تصور کا نام ہے جو آنکھیں بند کر کے کیا جاتا ہے مثلاً انسان جب اپنی فنا کا مراقبہ کرنا چاہے تو یہ تصور کرے گا کہ میری زندگی کے تمام آثار فنا ہو چکے ہیں اور اب میں ایک نقطۂ روشنی کی صورت میں موجود ہوں یعنی آنکھیں بند کر کے یہ تصور کرے کہ اب میں اپنی ذات کی دنیا سے بالکل آزاد ہوں صرف اس دنیا سے میرا تعلق باقی ہے جس کے احاطہ میں ازل سے ابد تک کی تمام سرگرمیاں موجود ہیں چنانچہ کوئی انسان جتنی مشق کرتا جاتا ہے اتنی ہی لوح محفوظ کی انطباعیت اس کے ذہن پر منکشف ہوتی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ غیب

www.ksars.org

کے نقوش اس طرح واقعی ہیں اور ان نقوش کا مفہوم اس کے شعور میں منتقل ہونے لگتا ہے۔ انطباعیت کا مطالعہ کرنے کے لئے صرف چندروزہ مراقبہ کافی ہے۔

لا کے مراقبے میں آنکھوں کے زیادہ سے زیادہ بند رکھنے کا اہتمام ضروری ہے۔ مناسب ہے کہ کوئی روئیں دار رومال یا کپڑا آنکھوں کے اوپر بطور بندش استعمال کیا جائے تو بہتر ہو گا۔ کپڑا تولیہ کی طرح روئیں دار ہو یا اس قسم کا تولیہ ہی استعمال کیا جائے جس کا رواں لمبا اور نرم ہو لیکن رواں باریک نہیں ہونا چاہئے۔ بندش میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ آنکھوں کے پپوٹے تولیہ یا کپڑے کے روئیں کی گرفت میں آجائیں۔ یہ گرفت ڈھیلی نہیں ہونی چاہئے اور نہ اتنی سخت کہ آنکھیں درد محسوس کرنے لگیں۔ منشاء یہ ہے کہ آنکھوں کے پپوٹے تھوڑا سا دباؤ محسوس کرتے رہیں، مناسب دباؤ سے آنکھ کے ڈیلوں کی حرکت بڑی حد تک معطل ہو جاتی ہے۔ اس تعطل کی حالت میں جب نگاہ سے کام لینے کی کوشش کی جاتی ہے تو آنکھ کی باطنی قوتیں جن کو ہم روحانی آنکھ کی بینائی کہہ سکتے ہیں۔ حرکت میں آجاتی ہیں۔ مراقبہ کی حالت میں باطنی نگاہ سے کام لینا مقصود ہوتا ہے۔ یہ مقصد اس ہی طرح پورا ہو سکتا ہے کہ آنکھ کے ڈیلوں کو زیادہ سے زیادہ معطل رکھا جائے۔ آنکھ کے ڈیلوں کے تعطل میں جس قدر اضافہ ہو گا اس ہی قدر باطنی نگاہ کی حرکت بڑھتی جائے گی۔ دراصل یہی حرکت روح روشنی میں دیکھنے کا میلان پیدا کرتی ہے۔ آنکھ کے ڈیلوں میں تعطل ہو جانے سے لطیفہ نفسی میں اشتعال ہونے لگتا ہے اور یہ اشتعال باطنی نگاہ کی حرکت کے ساتھ تیز تیز ہو جاتا ہے جو شہود میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

مثال:

انسان کے جسم کی ساخت پر غور کرنے سے اس کی حرکتوں کے نتائج اور قانون کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بیداری میں آنکھوں کے ڈیلوں پر جلدی غلاف متحرک رہتا ہے۔ جب یہ غلاف حرکت کرتا ہے تو ڈیلوں پر ہلکی ضرب لگاتا ہے اور آنکھ کو ہر لمحہ کے لئے روشنیوں اور مناظر سے منقطع کر دیتا ہے۔ غلاف کی اس حرکت کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ خارجی چیزیں جس قدر ہیں۔ ان کو ہم مادی خدوخال میں محسوس کرتے ہیں۔ ان چیزوں کے احساس کو

www.ksars.org

بیدار کرنے کے لئے آنکھوں کے مادی ڈیلے اور غلاف کی مادی حرکات ضروری ہیں۔ اگر ہم ان ہی چیزوں کو معنوی شکل وصورت کا احساس بیدار کرنا چاہیں تو اس عمل کے خلاف اہتمام کرنا پڑے گا۔ اس صورت میں آنکھ کو بند کر کے آنکھ کے ڈیلوں کو معطل اور غیر متحرک کر دینا ضروری ہے۔ مادی اشیاء کا احساس مادی آنکھ میں نگاہ کے ذریعے واقع ہوتا ہے اور جس نگاہ کے ذریعے مادی احساس کا یہ عمل وقوع میں آتا ہے وہی نگاہ کسی چیز کی معنوی شکل وصورت دیکھنے میں بھی استعمال ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ نگاہ مادی حرکات میں اور روحانی حرکات میں ایک مشترک آلہ ہے۔ دیکھنے کا کام بہر صورت نگاہ ہی انجام دیتی ہے۔ جب ہم آنکھوں کے مادی وسائل کو معطل کر دیں گے اور نگاہ کو متوجہ رکھیں گے تو لوح محفوظ کے قانون کی رو سے قوت القاء اپنا کام انجام دینے پر مجبور ہے پھر کسی چیز کی معنوی شکل وصورت کو لازمی دیکھے گی۔ اس لئے کہ جب تک نگاہ دیکھنے کا کام انجام نہ دیدے۔ قوت القاء کے فرائض پورے نہیں ہوتے۔ اس طرح جب ہم کسی معنوی شکل وصورت کو دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اہل تصوف نے اس ہی قسم کے دیکھنے کی مشق کا نام مراقبہ رکھا ہے۔ یہاں ایک اور ضمنی قانون بھی زیر بحث آتا ہے جس طرح لوح محفوظ کے قانون کی رو سے مادی اور روحانی دونوں مشاہدات میں نگاہ کا کام مشترک ہے۔ جب ہم آنکھوں کھول کر کسی چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلی حرکت ارادہ کرتی ہے یعنی پہلے قوت ارادی میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اس حرکت سے نگاہ جب تک قوت ارادی میں حرکت نہ ہو نگاہ معنوی شکل وصورت کی اطلاعات فراہم نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی شخص عادتاً نگاہ کو معنوی شکل وصورت کے دیکھنے میں استعمال کرنا چاہے تو اسے پہلے پہل ارادے کی حرکت کو معمول بنانا پڑے گا۔ یعنی جب مراقبہ کرنے والا آنکھیں بند کرتا ہے تو سب سے پہلے ارادے میں تعطل واقع ہوتا ہے۔ اس تعطل کو حرکت میں تبدیل کرنے کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔ یہ بات مسلسل مشق سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جب آنکھ بند کرنے کے باوجود ارادہ میں اضمحلال پیدا نہ ہو اور ارادہ کی حرکت متوسط قوت سے جاری رہے تو نگاہ کو معنوی شکل وصورت دیکھنے میں تساہل نہ ہو گا اور مخفی حرکات کی اطلاعات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ جب مراقبہ کی مشق مکمل ہو چلے گی تو اسے آنکھ کھول کر دیکھنے میں یا آنکھ بند کر کے دیکھنے میں کوئی فرق محسوس نہ ہو گا۔

www.ksars.org

لوح محفوظ کے قانون کی رو سے قوت القاء جس طرح مادی اثرات پیدا کرنے کی پابند ہے اس ہی طرح معنوی خدوخال کے تخلیق کرنے کی بھی ذمہ دار ہے۔ جتنا کام کسی شخص کی قوت القاء مادی قدروں میں کرتی ہے، اتنا ہی کام روحانی قدروں میں بھی انجام دیتی ہے۔ دو آدمیوں کے کام کی مقدار کا فرق ان کی قوت القاء کی مقدار کے فرق کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔

اقوال وارشادات

۱۔ فرمایا کہ وظائف میں عدد طاق عمدہ ہیں نو ہوں یا گیارہ۔

۲۔ فرمایا اصل ذوق شوق محبت ہے، کشف و کرامات ثمرات زائدہ ہیں، ہوئے ہوئے نہ ہوئے عارف اس کو ایک حد کے برابر سمجھے بلکہ اکثر حجاب ہوتا ہے۔

۳۔ فرمایا صورت نیکوں کی اختیار کرنا چاہئے، سیرت اللہ تعالیٰ درست کر دے گا کیونکہ وہ واہب و فیاض ہے۔ دریافت کیا گیا کہ ساحران موسیٰ علیہ السلام مشرف بہ ایمان ہوئے اور فرعونیاں کافر رہے اس کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ ساحروں نے صورت موسوی اختیار کی تھی اس کے طفیل وہ نیک ہوئے۔

۴۔ فرمایا کہ مراتب (عرفا) چار ہیں: مجذوب۔ سالک۔ مجذوب سالک۔ سالک مجذوب اور یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ ایک آدمی قوم ہندو، ناتھو نامی حالت جذب میں تھا، ایک دن مجھ سے کہا کہ اولے گریں گے، ایسا ہی ہوا اگر کافر سے ایسا ظاہر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں اور ایسے آدمی حالت کفر میں مرتے ہیں۔

۵۔ فرمایا کہ عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے بلکہ جسم مثالی پر جو کہ خواب میں نظر آتا ہے ہو گا و نیز روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے، عذاب نہ ہو گا وہ مثل آفتاب کے ہے اور حیوانی مانند چراغ۔

۶۔ فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب نے مجھ کو چار چیزیں تلقین فرمائیں: (۱) طلب رزق حلال۔ (۲) تمام عالم سے اپنے کو بدتر سمجھنا۔ (۳) مراقبہ احسان۔ (۴) ترک اختلاط غیر جنس۔

www.ksars.org

۷۔ فرمایا کہ مولانا فخر الدین شاہ ولی اللہ و خواجہ میر درد و مرزا مظہر جانجاناں رحہم اللہ تعالیٰ کی کسی شخص نے ضیافت کی اور اپنے گھر بٹھا کر خود غائب ہو گیا اور بہت دیر کے بعد یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا، آ کر دو دو پیسے سب کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

۸۔ فرمایا کہ تواضع نفاق کے ساتھ ممنوع ہے۔

۹۔ فرمایا کہ مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے، البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہیں چاہئیں۔ اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔

۱۰۔ فرمایا واسطے تقویت حافظہ کے یا علیم علمنی مالم اکن اعلم یا علیم اکتالیس بار بعد نماز عصر پڑھنا چاہئے اور سورہ فاتحہ بعد نماز فجر گیارہ بار پڑھنا چاہئے یا روٹی پر لکھ کر کھائیں۔

فرمایا

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

۱۱۔ فقیر کو چاہئے کہ نہ طمع کرے نہ صنع کرے۔

۱۲۔ دعا میں درود مثل صندوق کے ہے۔

۱۳۔ فرمایا کہ جو مزہ میں نے فقر و فاقہ میں دیکھا اور اس میں میرے مراتب کی ترقی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام و ملائک مقربین کی زیارت ہوئی اور انوار و تجلیات مجھ پر نازل ہوئے، وہ امور پھر فراغت میں میسر نہ ہوئے، فرمایا فقر و فاقہ بڑی نعمت ہے۔

www.ksars.org

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ پانی پتی قلندر قادری

حالات زندگی

ولادت......بمقام پانی پت ٦ رمضان ۱۲۱۹

وفات......بمقام پانی پت ٦ ربیع الاول ۱۲۹۷

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ قلندر قادری ٦ رمضان بروز جمعہ ۱۲۱۹ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام خورشید علی رکھا تھا اور والد بزرگوار نے ابوالحسن اور والدہ صاحبہ نے غوث ہی رکھا۔ چونکہ والدہ ماجدہ کو ایک قسم کا جنون تھا۔ اس لئے قرب وجوار میں ایک پنڈت نیک شعار رام نامی رہتے تھے۔ ان کی بیوی بھی نہایت نیک تھی اس لئے آپ نے ان کا دودھ پیا۔ اس پنڈتانی نے گنگابش ہرچندر کھا۔ آپ نے دس برس کی عمر میں قرآن شریف نصف حفظ کر لیا اور نصف ناظرہ پڑھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز سے حدیث اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے والد احمد علی صاحب سے بیعت کی۔ پھر رسول شاہی خاندان سے بھی فیض حاصل کیا۔ پھر والد بزرگوار بابری لائے اور حضرت میر اعظم بھی شاہ صاحب سے بیعت کرایا۔ بڑے بڑے بزرگوں سے ملے۔ مزاج میں بڑی ظرافت تھی۔ کئی حج بھی کئے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ہم شاہ عبدالعزیز صاحب سے درس لے رہے تھے کہ ایک شخص آیا۔ اور اپنی سرگذشت سنائی کہ میں لکھنؤ سے اودے پور گیا تھا۔ رستے میں ریواڑی کی سرائے میں ٹھہرا۔ خرچ پاس نہ تھا۔ ایک کسبی آئی اور کہنے لگی۔ میاں جوان! نہ گھوڑے کو گھاس ہے۔ نہ تم نے روٹی پکوائی کیا بات ہے اور یہ دس روپیہ قرض حسنہ لے لو۔ میں نے حلال سے جمع کر رکھے ہیں کفن دفن کو جب خدا دے ادا کر دینا۔ میں نے لے لئے۔ اودے پور پہنچ کر ملازمت کی اور پانچ سال میں خوب روپیہ کمایا اور رخصت لے کر لڑکی کی شادی کرنے وطن کو پلٹا۔ پھر سرائے میں آیا تو معلوم ہوا کہ کسبی کا انتقال بھی آج ہی ہوا ہے۔

www.ksars.org

میں نے اس کے روپیہ سے کفن دفن کیا اور اپنے ہاتھوں خود اسے قبر میں اتارا۔ جیب میں پانچ ہزار کی ہنڈی تھی وہ گر گئی۔

دفن کر کے سرائے میں آیا تو ہنڈی غائب آخر یاد آیا کہ قبر میں گر گئی ہو گی۔ رات کو جا کر قبر کھودی اور اس کسبی کو بڑی شان سے جنت کے محل میں بیٹھا پایا۔ دیکھتے ہی بولی میاں سپاہی یہ ہنڈی لو، تمہاری امداد کی تھی۔ اس سے یہ بدلا ملا کہ میں آج خوش ہوں۔ جاؤ جلد جاؤ۔ خدا جانے دنیا میں کیا ہو گا۔ میں نکلا تو نہ قبر تھی نہ تکیہ نہ سرائے ملی۔ بلکہ اک شہر آباد پایا۔ جس سے حال پوچھا۔ اسی نے دیوانہ خیال کیا۔ ایک آدمی کسی بزرگ کے پاس لے گیا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں میرے دادا کہا کرتے تھے کہ اس کے زمانے میں یہاں اک سرائے تھی اور اک کسبی کے مرنے پر سپاہی نے اسے اتارا تھا پھر وہ رات کو غائب ہو گیا تھا۔ کوئی تین سو برس اس واقعہ کو ہوئے اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسے خرچ دے کر مکہ بھیج دیا اور کہا کہ جاؤ بقیہ عمر وہیں گزارو۔

آپ نے تمام عمر کل و قناعت کے میدان میں مردانہ وار بسر کی۔ چنانچہ ایک روز فرمایا کہ دنیا میں تین چیزیں مرغوب و محبوب ہیں اور مشہور ہیں زن، زر اور زمین۔ سو ہم نے زن تو اختیار نہ کی زمین خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہے، البتہ زر ادھر آیا ادھر گیا۔ لباس رنگین کبھی پسند خاطر نہ ہوا۔ ہمیشہ سفید پوشی سے رغبت رہی۔ امیر و غریب سب کے ساتھ خلق صنع کا برتاؤ کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات دو بجے بیدار ہو کر اول وضو پھر تیمم فرماتے اور پھر نماز تہجد ادا فرما کر فجر تک اوراد معمولی پڑھتے پھر نماز فجر کے بعد حضرت قلندر صاحب کے روضہ مبارک تشریف لے جاتے۔ نماز اشراق و چاشت وہاں ادا کرتے۔ پھر خاص و عوام کے سوالوں کا جواب دیتے اور نماز ظہر ادا کرتے پھر اپنے حجرہ میں عصر تک تلاوت قرآن پاک فرماتے اور عصر اور مغرب تک وہاں ہی رہتے پھر رات کو نماز عشاء ادا کرتے نوافل پڑھتے رہتے تھے۔

آپ کا وصال ٦ ربیع الاول ١٢٩٧ کو ہوا اور آپ کی عمر ٨٧ سال ٦ ماہ تھی اور آپ کا مزار شریف پانی پت میں ہے۔

www.ksars.org

روح پرور واقعات

حضرت سید غوث علی شاہ قلندرؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم حج بیت اللہ کا قصد کر کے بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو ہم نے کپتان سے پوچھا۔ میاں تمہیں کوئی مرد خدا بھی ملا ہے یا نہیں۔ کپتان نے کہا جی ہاں ملے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارا جہاز حاجیوں کو لے کر روانہ ہوا تو ایک فقیر اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے والد کے پاس آ بیٹھا اور کہنے لگا۔ اس سفر میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے، ہم بھلا اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے؟ والد نے جواب دیا۔ سوا مہینے میں پہنچ جائیں گے۔ فقیر نے کہا۔ اتنا طویل سفر تو ہمارے لئے دشوار ہے۔ ہمارا جی متلا تا ہے، پہلے سے معلوم ہوتا تو ہم کبھی جہاز پر سوار نہ ہوتے۔ والد نے بطور مزاح کہا۔ اگر کچھ ہمت ہو تو زور لگاؤ تا کہ جہاز جدہ کے ساحل پر جا لگے۔ فقیر نے پوچھا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے کونسی بندر گاہ آتی ہے۔ والد نے کہا۔ "عدن" "پھر" "مخا" "پھر" "جدہ" فقیر نے کہا۔ بس لنگر ڈال دو جدہ آ گیا ہے۔ یہ کہہ کر خود اٹھ کر اپنی جگہ پر چلے گئے۔ والد حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ فوراً ہی ایک خلاصی کو تحقیق حالی کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر بتلایا کہ جدہ کی بندر گاہ آ گئی۔ والد نے اس فقیر کو بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہ چلا۔

سید غوث علی شاہ قلندر ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم پہلی مرتبہ پیران کلیر گئے تو دو وقت کا فاقہ ہوا۔ ہم نے حضرت مخدوم کے مزار پر جا کر کہا حضرت آپ نے تو عمر بھر گولروں پر گزارا کیا ہم کو بھوکا ہی رکھئے گا۔ غور سے دیکھا تو قبر پر سیاہ سانپ لپٹا ہوا تھا۔ ہم اپنا حال کہہ کر چلے آئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک خادم کھانا لایا اور معذرت کرنے لگا کہ میں بھول گیا تھا۔ آپ معاف فرمائیں۔ ہمیں وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک بار تمام خادمان درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے عرس پر چلے گئے تھے۔ وہاں سوائے ہمارے اور کافر شاہ مجذوبؒ کے کوئی نہ تھا۔ وہ عارضہ اسہال میں مبتلا تھے۔ ایک دن ہم سے کہا کہ میرا وقت قریب آ گیا۔ میرا بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں۔ کپڑے تالاب پر دھولاؤ اور مجھے نہلا دو، ہم نے کپڑے دھو دیئے اور ان کو خوب نہلا دیا۔ بعد نماز مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور السلام علیکم کہہ کر جاں بحق ہو گئے۔ اس زمانے میں مزار کے آس پاس بڑا گھنا جنگل تھا۔ ہم ان کی لاش کی نگہبانی کرتے رہے۔ جب آدمی رات گزری تو خیال آیا کہ لاش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو اس بات کا خوف ہے کہ کوئی جانور کھا نہ جائے اور اگر لاش کی حفاظت کے لئے بیٹھتے ہیں تو نماز قضا ہوتی ہے۔ ہم اسی فکر میں تھے کہ وہ مجذوب الا اللہ کہہ کر اٹھ

www.ksars.org

بیٹھے۔ ہم نے لاحول پڑھی اور اپنا عصا سنبھالا۔ خیال تھا کہ کوئی بھوت لاش کے اندر حلول نہ کر گیا ہو۔ مارنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے۔ مایں غوث علی شاہ خبردار! میں کوئی جن بھوت نہیں، میں تو وہی کافر شاہ ہوں۔ تم فکر مند تھے اس لئے میں دربار الٰہی سے دوپہر کی رخصت لے آیا ہوں۔ اب تم نماز پڑھو میں دو گھڑی دن چڑھے مروں گا۔ ہم نے اپنا عصا رکھ دیا اور اس سے باتیں شروع کیں۔ اول تو ہم نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کو فیض کہاں سے ہوا۔ تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد کیا گزری؟ کافر شاہ نے جواب دیا کہ میں تیموریہ خاندان کا شہزادہ ہوں اور فیض باطنی مجھ کو حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ کی روح پر فتوح سے ہوا ہے اور وہاں کا حال مختلف ہے۔ مجھ پر خیر گزری۔ زیادہ حال بیان کرنے کی اجازت نہیں۔ تم جب آؤ گے تو خود معلوم کر لو گے۔ اب جاؤ نماز پڑھو، دیر ہو رہی ہے۔ مگر اشراق پڑھ کر جلد چلے آنا۔ جب ہم ٹھیک وقت پر آ پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ لو اب ہم جاتے ہیں۔ تم دفن و کفن کا کچھ فکر نہ کرنا۔ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی اور ان کے دو طالب علم آتے ہی ہوں گے، وہ تمہارے مددگار ہوں گے۔ دو چادریں ان کی اور ایک ہماری ان میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحبؒ کے پا انداز بنانا۔ پھر آپ نے کہا کہ اب انگوٹھوں میں سے جاں نکل گئی، اب ٹخنوں میں آئی، اب گھٹنوں میں، اب کمر میں، اب سینے میں اور اب حلق میں۔ السلام علیکم کہہ کر رخصت ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لائے اور ان کی وصیت کے مطابق انہیں دفن کر دیا۔ پھر ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا۔ وہ بہت دیر تک متحیر رہے اور کہنے لگے کہ حقیقت میں یہ درویش اپنے فن کا پورا تھا۔

حضرت غوث علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے سواروں میں بھرتی ہو گئے۔ چند روز کے بعد وہ راجہ تو مر گیا۔ اس کے دو بیٹوں نے ریاست و سپاہ آپس میں تقسیم کر لئے۔ اتفاق سے دونوں بھائیوں میں ناراضگی ہو گئی اور آپس میں لڑ پڑے۔ ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے۔ رات کو میدان جنگ میں پڑے تھے اور کوئی ہمارے حال کا پرساں نہ تھا۔ آدھی رات کے وقت پیاس لگی، دور سے ایک برہمن آتا نظر آیا، اس کے ہاتھ میں ایک بالٹی تھی اور دس پندرہ آدمی ساتھ پانی کے بھرے ہوئے گھڑے سروں پر اٹھائے زخمیوں کو پانی پلا رہے تھے، چونکہ مجھے ہندوؤں کے ہاتھ سے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا تھا۔ اس لئے

www.ksars.org

برہمن کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار کر دیا۔ برہمن چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ خان صاحب! کیوں پیاسے رہتے ہو، پی بھی لو۔ میں نے کہا میں نے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا۔ اب مرتے وقت کیوں پیوں۔ برہمن نے کہا۔ آپ بڑی ضدی ہیں۔ کیا اسی کا نام مسلمانی ہے، لو پانی پیو۔ میں تمہارے بھائی کو بھی پانی پلا آیا ہوں، ابھی تمہاری عمر بہت ہے، یہ سن کر ہمارے کان کھڑے ہوئے کہ یہ شخص میرے بھائی کو کیونکر جانتا ہے اور اس کو ہماری عمر کی کیا خبر۔ میں نے کہا۔ پانی تو پی لوں گا لیکن یہ تو بتایئے گا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں خضر ہوں۔ یہ لوگ جن کے سروں پر پانی کے گھڑے ہیں ابدال ہیں۔ ہم کو حکم ہوا ہے کہ ابھی ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے، انہیں پانی پلاؤ۔ میں نے کہا۔ حضرت آپ نے یہ بھیس کیوں بدلا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں چپ رہو۔ مہاراج کہو مہاراج۔ اس لئے کہ بہت سے ہندو بھی اس میدان میں پڑے ہیں جن کو مسلمانوں کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار ہے۔ میں نے کہا۔ اگر آپ دوسری ملاقات کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا ملاقات ہو گی لیکن تم پہچان نہ سکو گے۔ میں نے پانی پیا، کچھ قوت آئی۔ وہاں سے اٹھ کر مکان پر آیا۔ پھر نوکری چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لی۔ وطن پہنچ کر مسجد کی امامت اختیار کی اور پھر لڑکے پڑھانے لگا۔ کوئی پندرہ برس کے بعد ایک روز ایک سپاہی شکستہ حال جس کی تلوار کا نیام بھی ٹوٹ چکا تھا، مسجد میں آیا۔ السلام علیکم کیا۔ میں نے جواب دیا وعلیکم السلام۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے۔ کہا بہت دنوں سے آپ کی ملاقات کے لئے دل چاہتا تھا، آج سرکاری کام سے ادھر آنکلا۔ خیال کیا کہ آپ سے ملتا چلوں۔ میں نے سوچا کہ ہماری ان سے ملاقات تو ہے نہیں۔ شاید روٹی کے لئے باتیں بناتے ہیں۔ ہم نے روٹی منگوا کر انہیں کھلا دی۔ جب کھا پی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ لو خان صاحب ہم جاتے ہیں، پندرہ سولہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا پھر یہ نہ کہنا کہ ہم نے وعدہ خلافی کی۔ ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے بلکہ آپ سے ملاقات کرنے آئے تھے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ وہ السلام علیکم کر کے مسجد کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ یہ تو حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ میں دوڑا اور ہر گلی کوچہ میں دریافت کیا کہ کسی نے اس شکل وصورت کا کوئی آدمی تو نہیں دیکھا ہے۔ مگر کچھ پتہ نہ لگا۔ مجبوراً ہم افسوس کر کے رہ گئے۔

www.ksars.org

حضرت غوث علی شاہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دوران سفر ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔

اس کا حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کا جاروب کش ہوں۔ چھ مہینے میں ایک مہینہ کی رخصت ملتی ہے۔ ہفتہ بھر گھر پر گزار کر پھر آستانہ پر حاضر ہو جاتا ہوں۔ جب میں بیس سال کی عمر کا ہوا تھا تو مجھے حرم شریف کی زیارت کا خیال آیا۔ جابجا مقدس مقامات کی زیارت کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار متبرکہ پر پہنچا۔ دل یہاں پہنچ کر کچھ ایسا مانوس ہوا کہ میں یہیں کا ہو رہا اور جاروب کشی اختیار کر لی۔ سات آٹھ برس کے بعد ایک فقیر میرے وطن کا وہاں آنکلا اور پیام دیا کہ تمہاری بیوی نے کہا تھا کہ اگر کہیں مل جائے تو کہہ دینا کہ تمہارے بچوں کی شادی کا وقت آگیا ہے اور خرچ کو کوڑی بھی نہیں۔ جس طرح ہو سکے آجاؤ۔ اس وقت سے میں فکر مند تھا کہ میرے پاس زادراہ بھی نہیں اور سفر دور دراز کا ہے۔ کس طرح اس مصیبت سے نجات ملے۔ اسی خیال میں سو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام پر پتھر کے نیچے پانچ سو ریال رکھے ہیں۔ ان کو لو اور گھر چلے جاؤ۔ لیکن بچوں کی شادی کر کے جلدی واپس آجانا، ہم تمہارے منتظر رہیں گے۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو اس خواب کو محض خیال سمجھا۔ دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر جا کر دیکھو تو سہی میں نے اس مقام پر جا کر دیکھا تو درحقیقت وہاں پانچ سو ریال پائے۔ تیسری شب آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل ضرور چلے جاؤ اور جلد واپس آؤ۔ میں وہاں سے مدینہ منورہ میں آیا۔ وہاں کچھ مدت قیام کا ارادہ کیا، خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلدی چلے جاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے منتظر ہیں۔ میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچا تو بچوں کی شادی سے فارغ ہوا۔ گھر چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا کہ ایک رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں فرمایا کہ تو واپس نہیں آنا چاہتا، میں نے عرض کیا کہ پیدل چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ حضرت کے آستانے پر موجود ہوں۔ اس روز سے میرا یہ حال ہے کہ چھ مہینے کے بعد عرض کر کے سو رہتا ہوں اور صبح کو اپنے گھر بیدار ہوتا ہوں اور پھر آٹھ دن بعد اسی طرح حضرت کے آستانے پر پہنچ جاتا ہوں۔ میرے حال پر موسیٰ علیہ السلام کی بہت مہربانی ہے۔ جس وقت چاہتا ہوں حضرت سے گفتگو کر لیتا ہوں۔

www.ksars.org

ایک دن عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کچھ تعلیم فرمائیے۔ ارشاد فرمایا تو متحمل نہ ہو گا مگر ہاں بعد انتقال کے تم کو کچھ دیں گے۔ اب میں اپنے گھر آیا ہوں۔ چار دن تو گزر چکے ہیں تین دن باقی ہیں پھر اسی پر پہنچ جاؤں گا۔ نہایت خوشی میں حضرت کے صدقے زندگی بسر کر رہا ہوں۔

ایک شخص کسی فقیر کے پاس مرید ہونے گیا۔ فقیر نے اس شخص کو چار ٹکے دے کر کہا کہ آج شب کسی کسبی عورت کے پاس رہو۔ پھر آؤ گے تو مرید کر لیں گے۔ وہ شخص چونکہ متشرع تھا، لاحول پڑھ کر چلا گیا کہ اچھے پیر ملے اور خوب ہدایت کی۔ اتفاقاً وہ شخص اپنی اہلیہ سے شب باش ہوا۔ نو ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی اور سن بلوغ کو پہنچ کر فاحشہ ہو گئی اور بازار میں جا بیٹھی۔ لڑکی کی اس حرکت سے اس شخص اس کی اس قدر بدنامہ ہوئی کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر پھر اسی فقیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا درد دل بیان کیا۔ فقیر نے کہا۔ اس روز چار ٹکے اسی لئے تو دیئے تھے کہ یہ بلا تمہارے گلے نہ پڑے، رنڈیوں میں پیدا ہوتی تو رنڈی بنتی، تمہارا نام بدنام نہ ہوتا۔ اب جب تم نے ہماری بات نہ مانی تو اپنے کئے کو بھگتو۔

حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی کے چچازاد بھائی جناب سید قاسم علی کی ایک انگریز افسر سے شکر رنجی ہو گئی اور آپ کو سنگین پہرے میں نظر بند ہونا پڑا۔ دو دن تو آپ نے گزار دیئے۔ تیسرے دن رائفل بدوش پہرہ داروں سے کہنے لگے۔ اب تو اس قید سے جی گھبرا گیا ہے۔ یہاں سے جاتے ہیں اور فوراً ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پہرے دار سناٹے میں آ گئے۔ انگریز افسر کے خوف سے ان کے جسم کانپنے لگے کہ حضرت کی آواز آئی۔ دیکھا تو کچھ فاصلے پر کھڑے کہہ رہے ہیں، ہم جا رہے ہیں اگر ہمارے تعاقب کا حوصلہ رکھتے ہو تو آؤ کوشش کر دیکھو۔ پہرے دار دوڑے تو آپ غائب ہو گئے۔ انگریز افسر کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسلح سپاہیوں کے ایک دستے کو گرفتاری کا حکم دے کر روانہ کیا تو آپ کچھ فاصلے پر کھڑے تھے۔ سپاہیوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کا دائرہ کم کرنا شروع کیا کہ آپ کو گرفتار کیا جا سکے۔ قریب پہنچے تو حلقے میں آپ نہیں تھے اور وہاں خودرو جھاڑیوں کا ایک جھنڈ کھڑا تھا۔ اسی طرح دوسری بار محاصرہ کیا تو حضرت کی بجائے ببول کا جھنڈ نظر آیا۔ سپاہی تھک گئے۔ پیاس لگی تو سامنے کے دریا سے پانی پینے لگے۔ نظریں اٹھیں تو حضرت اس دریا کے پار کھڑے تھے۔ سپاہیوں نے ان کو مایوس نگاہوں سے دیکھا تو آپ نے

www.ksars.org

فرمایا۔ کیوں تعاقب کرتے ہو، اب ہم نہیں چاہتے کہ گرفتاہوں تو بتلاؤ ہمیں کون پکڑ سکتا ہے۔ ہم خدا کے بندے ہیں اور خدا ہمارا محافظ ہے اور جس کی خدا حفاظت کرتا ہے کس کی مجال کہ اسے گرفتار کرے اور حضرت غائب ہو گئے اور اس طرح خدا کے اس برگزیدہ بندہ کے سامنے مسلح سپاہیوں کی طاقت مفلوج ہو گئی اور انگریز افسر کا انتظام اور حکومت کی قوت ناکارہ وناکام بن کر رہ گئی۔

حضرت غوث علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم کوٹ پوتلی سے چلے تو راستہ میں ایک مندر ملا۔ ایک سادھو نہایت دلاویز الحسان سے بھجن گا رہا تھا۔ ہم بھی اس کے پاس جا بیٹھے، بھجن سنتے رہے پھر ان سے باتیں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا ہم نے مصلے بچھا کر نماز پڑھ لی بعد نماز وہ سادھو جی مخاطب ہوئے کہ میاں صاحب آپ کی طبیعت میں تو بڑی آزادی معلوم ہوتی ہے پھر یہ علت کیوں لگا رکھی ہے۔ ہم نے کہا کہ باباجی علت سے تو نہ تم خالی ہو نہ ہم خالی ہیں، تم کو اس پتھر کو پوجنے کی علت لگی ہے۔ ہم کو نماز کی تم گھنٹا بجاتے ہو ہم تسبیح ہلاتے ہیں۔

حضرت غوث علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ پہاڑ کی سیر کرتے ہوئے سری نگر میں پہنچے ایک پہاڑ پر باباجی رہتے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ بڑے خلق و مدارات سے پیش آئے۔ دیکھتے ہی بولے کہ ایسی صورت تو بعد مدت دیکھنے میں آئی ہے۔ ہم کو ایک جدا مکان دیا۔ چارپائی منگائی ہر چند ہم نے انکار کیا کہ آپ زمین پر سوتے ہیں۔ ہم بھی اسی طور سے بسرام کریں گے ہرگز نہ مانا اور اصرار کیا کہ نہیں تم کو چارپائی ضرور چاہئے۔ چند روز میں بے تکلفی ہو گئی۔ ایک دن ان کے کسی چیلہ کو پدم ناگ نے جو ہاتھ بھر کا اور نہایت زہریلا ہوتا ہے، کاٹ لیا اور دوسرے چیلہ نے سانپ کو پتھر کی کونڈی سے ڈھانک دیا اور خود آکر گروجی کو خبر دی۔ فرمایا کہ جلدی بھبوت لا (یعنی اکسیر اعظم) اتنے میں ایسا زہر چڑھا کہ چیلہ کا منہ بند ہو گیا اور گردن کا منکا ڈھل گیا کہا کہ جس طرح ہو سکے اس کے حلق سے بھبوت اتار دو خیر بڑی مشکل سے ایک خشخاش کی برابر راکھ سنیک سے اس کو کھلا دی۔ حلق سے اس کا اترنا تھا کہ چیلہ جھرجھری لے کر سیدھا ہو گیا اور چیلوں کو حکم دیا کہ اب اس کو بٹھاؤ تھوڑی دیر میں اس نے بھوک کی فریاد کی تو دو سیر گھی اس کو پلوایا اور پھر ٹہلانا شروع کیا اور جب خواہش ہوئی گھی پلا دیا کچھ دیر بعد اس کو خون کا دست آیا۔ پھر گھی پلا کر ٹہلایا تو کچ لہو کا دست آیا۔ اس کے بعد غذائی آیا اور بھلا چنگا ہو گیا۔ اب گروجی نے کہا کہ اس سانپ کو لاؤ۔ چیلے پکڑ لائے ایک سنیک سے اس کے منہ میں بھی

www.ksars.org

وہی بھبوت ڈال دی۔ اسی دم اینٹھ کر رہ گیا اور ذرا دیر میں پانی پانی ہو کر بہہ گیا اور خاک پر تیرنے لگا۔ باباجی نے کہا کہ دیکھئے اس کا زہر تو اس کے لئے اکسیر ہے مگر انسان کے لئے قاتل ہے اور انسان کی اکسیر اس کے حق میں زہر ہلاہل ہے۔

کیمیائے زہر ماران تھی، بر خلاف کیمیائے متقی اور یہ حوصلہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے کہ اکسیر ہضم کرتا ہے ورنہ حیوانات کے حق میں تو اکسیر زہر کا حکم رکھتی ہے۔

روحانی توجیہہ

حضرت غوث علی شاہ اپنی کتاب تذکرہ غوثیہ میں شیطان کا آدم کو سجدہ کرنے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔

مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی اس واقعہ کی روحانی توجیہہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

خالق کائنات نے کہا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور فرشتوں نے دست بستہ اپنی رائے کا اظہار یوں کیا۔ یہ بندہ بشر زمین پر خون خرابے کی ایک علامت بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بات سن کر یہ نہیں فرمایا کہ یہ بندہ زمین پر فساد نہیں پھیلائے گا۔ ارشاد ہوا میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اور آدم کو اپنی صفات کا علم سکھا دیا اور اپنے اس شاہکار کو پیش کر کے فرشتوں سے کہا۔ بیان کرو تم اس کے مقابلے میں کتنا علم رکھتے ہو۔

فرشتے عظمت و جلال سے لرز کر پکار اٹھے ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا علم آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔ بے شک آپ علیم اور حکیم ہیں۔

www.ksars.org

فرشتوں کے مطابق آدم فسادی اور فتنہ انگیز ہے لیکن اگر اسے علم الاسماء حاصل ہے تو وہ اللہ کا نائب ہے۔ باالفاظ دیگر اگر آدم زاد اللہ تعالیٰ کا نائب نہیں ہے تو یہ جیتا جاگتا شر و فساد ہے۔ شر اور فساد کا قدرتی نتیجہ اللہ سے دوری ہے اور اللہ سے دوری بندہ کو خوف اور ملال میں مبتلا کر دیتی ہے۔ خوف زدہ انسان ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں خود کو زیادہ باشعور زیادہ عقل مند اور زیادہ طاقت ور ثابت کرے۔ دو ہزار سال کے طویل عرصے میں خوف کا یہ جذبہ بتدریج بڑھتے بڑھتے ایک ایسا پہاڑ بن گیا ہے کہ اس کی وسعت کے سامنے زمین کی اپنی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔ خوف سے نجات پانے کے لئے قوموں نے خود اپنی نوع کو برباد کرنے کے لئے ایسی ایسی اختراعات کیں کہ ان سے زمین کا کلیجہ منہ کو آتا ہے اور پھر اس زبوں کاری کا نام ترقی رکھ کر ساری انسانی آبادی کو اضطراب اور بے چینی میں مبتلا کر دیا ہے۔ آدمی نے خود کو برتر ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے ہتھیار تیار کئے کہ دنیا چشم زدن میں بھک سے اڑ جائے گی۔ نوع انسانی کے ان دانشوروں نے جو بلاشبہ اللہ کے نائب نہیں ہیں نت نئے مہلک ہتھیاروں کی ایجاد سے اپنی پیشانیوں کو داغ دار بنا دیا ہے۔ ترقی یافتہ قوم کے باشعور افراد کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت دنیا میں چالیس ہزار ایٹم بم موجود ہیں دیگر روایتی اسلحہ کا تو کوئی شمارہ و قطار ہی نہیں۔ یہ ترقی کس لئے ہو رہی ہے، کس کے خلاف یہ ہتھیار بنائے جا رہے ہیں۔ ان خوفناک ہتھیاروں کے استعمال سے کون تباہ ہو گا۔ کیا یہ خود اپنے گھر کو آگ لگانے کے مترادف نہیں۔ زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ زمین انسان کی فلاح و بہبود کا ایک گہوارہ ہے۔ زمین ہماری جنم بھومی ہے۔ زمین وہ ہے جس کی کوکھ سے ہمارے لئے قدرت وسائل پیدا کرتی ہے۔ یہ زمین ہی ہے جس کے اوپر لہلہاتے باغ ہمارے لئے اللہ کی نعمتوں کے دستر خوان بن گئے ہیں۔ ہائے افسوس جس کوکھ میں ہم پرورش پا کر جوان ہوئے ہیں۔ ہم ترقی کے نام پر اسی کوکھ کو اجاڑ دینا چاہتے ہیں۔ یہ کیسی ترقی ہے کہ جس سے رنگ رنگ مناظر سرد سمن کوہ و دمن لالہ و صحرا راکھ کا ڈھیر بن جائیں۔ یہ ترقی نہیں تنزلی ہے۔ ابتلا ہے۔ خوف ہے۔ اس بات کا خوف کہ ہماری ہی برادری ہمیں تباہ کر دے گی اور اس تباہی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایسی کوئی طاقت ہمارے پاس ہو کہ برادری کا دوسرا گروہ ہمیں تباہ نہ کر سکے لیکن قانون اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جب کوئی چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ اس کا استعمال لازمی ہو جاتا ہے یہ جو چالیس ہزار ایٹم بم اور نہیں معلوم کون کون سے بم وجود میں آ چکے ہیں۔ ایک روز ضرور پھٹیں گے

www.ksars.org

اور دنیاترقی کے جگمگاتے دھوکے سے آزاد ہو گی تو زمین پر نہ شجر ہو گا نہ حجر ہو گا اور نہ ہی خوف زدہ انسانوں کی ترقی کا کوئی ثمر ہو گا۔

خوف زدہ زندگی سے باہر آ جایئے پھر یہ بربادی کا سامان مہیا کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور زمین کی آغوش بھی ویران نہیں ہو گی جس کا ایک ایک ذرہ ہمارے لئے حیات ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللہ کے دوستوں کو خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔

خوف اور غم کا ہونا دوزخ ہے اور اس سے نجات پالینا جنت ہے۔

اقوال وارشادات

۱۔ موت فرق وامتیاز کے دور کرنے والی اور تعلقات اور خواہشات کے اٹھا دینے والی ہے۔

۲۔ آخری وقت کا اضطراب واستقلال کچھ اور ہوتا ہے۔

۳۔ اگر مال دینے سے جان بچے تو مال کو فدا کر دو اور مال وجان کے دینے سے عزت قائم رہے اور جان ومال کو فدا کر دو۔

۴۔ انسان کو جس چیز میں کمال ہوتا ہے اسی میں مرتا ہے۔

۵۔ دنیا ایک میل کچیل ہے اور خدا کا نام تو صرف اس کی برکت سے دنیا کی محبت دل سے دور کرتا ہے۔

www.ksars.org

ابدال حق حضرت حسن آخریٰ سید محمد عظیم برخیاالمشہور حضور

قلندر بابا اولیاء

حالات زندگی

ولادت......بمقام قصبہ خواجہ ضلع بلند شہر یوپی (بھارت)۱۸۹۸

وفات......بمقام کراچی ۲۷ جنوری ۱۹۷۹

سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے بانی کا اصلی نام حضرت حسن آخریٰ محمد عظیم برخیا تھا۔ مرتبہ قلندریت کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے ملائکہ ارضی و سماوی اور حاملاں عرش میں بھی عرفیت یعنی قلندر بابا اولیاء کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ۱۸۹۸ میں قصبہ "خواجہ "ضلع بلند شہر یوپی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم محلہ کے مکتب سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میٹرک بلند شہر سے کیا اور انٹر میڈیٹ کے لئے داخلہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لیا۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران آپ کی طبیعت میں درویشی کی طرف میلان بہت زیادہ بڑھ گیا اور وہاں مولانا کابلیؒ کے قبرستان کے حجرے میں زیادہ وقت گزارنے لگے۔ صبح تشریف لے جاتے اور رات گئے واپس آتے۔ اسی اثناء میں قلندر بابا اولیاءؒ اپنے نانا حضرت تاج الدین ناگپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانا نے انہیں وہاں روک لیا۔ قلندر باباؒ کے والد صاحب کو جب یہ پتہ چلا تو وہ ناگپور تشریف لے گئے۔ اور بابا تاج الدین صاحب سے عرض

www.ksars.org

کیا کہ اس کی تعلیم نامکمل رہ جائے گی اسے واپس علی گڑھ بھیج دیجئے۔ استادوں کے استاد واقف اسرار و رموز حامل علم لدنی بابا تاج الدین نے فرمایا کہ اس کو اگر اس سے زیادہ پڑھایا گیا۔ جتنا یہ اب تک پڑھ چکا ہے تو یہ میرے کام کا نہیں رہے گا۔ قلندر بابا اولیاءؒ کے والد صاحب نے ایک مشفق باپ کی طرح بیٹے کو سمجھایا اور جب دیکھا کہ بیٹے کا میلان طبع فقر کی طرف مائل ہے تو انہوں نے یہ کہہ کر بیٹے تم خود سمجھدار ہو۔ جس طرح چاہو اپنا مستقبل تعمیر کرو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ قلندر بابا اولیاءؒ اپنے نانا تاج الدین اولیاءؒ کے پاس نو سال تک مقیم رہے۔ نو سال کے عرصہ میں بابا تاج الدین نے ان کی روحانی تربیت فرمائی۔ حضرت تاج الدین ناگپوری کے حکم کے مطابق ان کے ایک عقیدت مند کی صاحب زادی سے آپ کی شادی ہوئی۔ تقسیم ہند کے بعد حضور قلندر بابا اولیاءؒ مع اپنے اہل و عیال اور والد اور بہن بھائیوں کے ساتھ کراچی تشریف لے آئے۔ کراچی میں لی مارکیٹ کے محلے میں ایک نہایت خستہ و بوسیدہ مکان کرائے پر لیا اور کافی عرصہ وہاں مقیم رہے۔ حضرت قلندر بابا نے زندگی میں کبھی صابن سے ہاتھ نہیں دھوئے۔ گرم پانی سے ہاتھ دھو کر تولئے سے صاف کر لیا کرتے تھے۔ ہاتھ دھونے میں کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔ جب تک ہاتھ میں لگی ہوئی چکنائی دور نہیں ہو جاتی تھی، ہاتھ دھوتے رہتے تھے۔ روزمرہ استعمال کی چیزوں کی ایک جگہ مقرر تھی۔ کوئی چیز جگہ سے بے جگہ پر جاتی تو طبیعت پر گراں گزرتی تھی۔ ایک دور ایسا بھی آیا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ پر جذب و مستی اور عالم استغراق کا غلبہ ہو گیا۔ اکثر اوقات خاموش رہتے اور گاہے گاہے گفتگو بھی بے ربط ہو جایا کرتی تھی لیکن جذب و کیفیت کی یہ مدت زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتی تھی۔ علم لدنی کی تعلیم کے دوران اور اس کے بعد بھی حضور بابا صاحب ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ کبھی نہیں سوئے۔ نیند پر ان کو پوری طرح غلبہ اور دسترس حاصل تھی۔ غذا کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ چوبیس گھنٹے میں زیادہ سے زیادہ دو چپاتی اور کبھی ایک چپاتی تناول فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ذریعہ معاش کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ لارنس روڈ کراچی کی فٹ پاتھ پر روزانہ صبح جا کر بیٹھ جاتے تھے اور بجلی کے فیوز وغیرہ لگا کر اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر ڈان میں سب ایڈیٹر ہو گئے۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک رسالہ ''نقاد'' میں کام کرتے رہے۔

٦٥٩١ء میں سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ قطب ارشاد حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی صاحب لاہور سے کراچی تشریف لائے اور حضور بابا صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت حاصل کرنے کی

www.ksars.org

درخواست پیش کی۔ حضرت ابوالفیض قلندر سہروردی نے فرمایا کہ رات کو ۳ بجے آؤ۔ سخت سردی کا عالم تھا کہ حضور بابا صاحب گرانڈ ہوٹل میکلوڈ روڈ کی سیڑھیوں پر رات کے دو بجے جاکر بیٹھ گئے۔ اور ٹھیک تین بجے سہروردی بزرگ نے دروازہ کھولا اور اندر بلالیا۔ سامنے بٹھا کر حضرت باباصاحب کی پیشانی مبارک پر تین پھونکیں ماریں۔ پہلی پھونک میں عالم ارواح منکشف ہوگیا۔ دوسری پھونک میں عالم ملکوت و جبروت سامنے آگیا اور تیسری پھونک میں حضور باباصاحب نے عرش معلیٰ کا مشاہدہ کیا۔

حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی نے قطب ارشاد کی تعلیمات تین ہفتے میں پوری کر کے خلافت عطا فرمادی۔ اس کے بعد حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ کی روح پر فتوح نے حضور باباصاحب کی روحانی تعلیم شروع کی۔ اور پھر یہ سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمت اور نسبت کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں پیشی ہوئی اور اسرار و رموز کا علم حاصل ہوا۔ اس زمانے میں حضور باباصاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مسلسل دس رات اور دس دن شب بیداری کی اور تہجد کی نوافل میں کئی کئی سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی۔ آپ فطرتاً، سخن، سنج اور پر مزاح تھے۔ اپنے حلقہ احباب میں خاص طور پر اور عامتہ الناس میں عام طور سے نہایت عزت و جاہ کے مالک مانے جاتے تھے اور بہت ہی مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے فیض کو عام کرنے کے لئے سلسلہ کو تین کتابیں بطور ورثہ منتقل ہوئی ہیں۔

۱) علم و عرفان کا سمندر رباعیات قلندر بابا اولیاءؒ

۲) اسرار و رموز کا خزانہ "لوح و قلم"

۳) کشف و کرامات اور ماورائی علم کی توجیہات پر مستند کتاب تذکرہ تاج الدین بابا

www.ksars.org

۴) حضور بابا صاحب کی زیر سرپرستی روحانی ڈائجسٹ یکم دسمبر ۱۹۷۸ء سے شروع ہوا اور اب تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔

ابدال حق حسن آخری سید محمد عظیم برخیا حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے دست کرم سے آپ کے نام نامی اسمِ گرامی سے منسوب سلسلہ عالیہ عظیمیہ کی بنا و سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت کے بعد جولائی ۱۹۶۰ء میں رکھی۔

سلسلہ عالیہ عظیمیہ جذب و سلوک دونوں روحانی شعبوں پر محیط ہے۔ امام سلسلہ عظیمیہ ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ رحمتہ اللہ علیہ اور سلاسل طریقت کے مربی و مشفی ہیں۔

سلسلہ عالیہ عظیمیہ میں روایتی پیری مریدی نہیں ہے۔ نہ جبّہ دستار ہے نہ منبر و محراب۔ اگر کسی طالب کو اس در سے کچھ لینا ہے تو اس کے لئے خلوص اور طلب علم کے لئے ذوق و شوق کا ہونا کافی ہے۔

روح پرور واقعات

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ "حضور! کیا آپ کو نماز میں مزہ آتا ہے؟"

فرمایا۔ "ہاں۔"

میں نے عرض کیا۔ "مجھے تو کبھی یہ پتہ نہ چلا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ خیالات ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں مگر ذرا سی دیر کے لئے کامیابی ہوتی ہے اور پھر ذہن بھٹک جاتا ہے۔"

فرمایا۔ "میں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ اس سے ذہنی مرکزیت حاصل ہو جائے گی۔"

www.ksars.org

حضور باباجیؒ نے مجھے سجدہ کی حالت میں انگلیوں کی مخصوص حرکت تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ عمل صرف عشاء کی نماز میں آخری رکعت کے آخری سجدہ میں کرنا۔

میں نے تہجد کے بعد وتروں کی آخری رکعت کے آخری سجدہ میں یہ عمل کیا تو واقعی میری پریشاں خیالی دھواں بن کر اڑ گئی۔ میں نے فجر کی نماز میں بھی اس عمل کو دہرایا اور پھر ظہر، عصر اور مغرب و عشاء اور تہجد میں بھی یہ عمل کرتا رہا۔ میں یہ بھول گیا کہ صرف ایک وقت یہ عمل کرنا ہے۔ تہجد کی آخری رکعت کے آخری سجدہ میں جب میں نے یہ عمل کیا تو سجدہ کی حالت میں محسوس ہوا کہ میرے دائیں اور بائیں کوئی کھڑا ہے لیکن میں خوف زدہ ہونے کے باوجود یہ عمل دہراتا گیا۔ اور سجدہ ضرورت سے زیادہ طویل ہو گیا۔ اب ڈر کے مارے میرا دم گھٹنے لگا اور میں جلدی جلدی نماز ختم کر کے پلنگ پر جا لیٹا۔

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب میرے غریب خانے میں بجلی نہیں تھی۔ ہو کا عالم تھا اور ماحول کے سناٹے میں گیدڑوں کی آواز کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میرے گھر کے آس پاس کوئی مکان بھی نہیں تھا۔ اور جو مکان تھے وہ کافی فاصلے پر تھے۔ لیمپ بھی بجھا ہوا تھا۔ گھبراہٹ میں دیا سلائی بھی نہیں ملی۔ اتفاق سے پورے گھر میں اکیلا تھا۔ اور ڈر کے مارے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ جیسے تیسے پلنگ پر لیٹے لیٹے آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی۔ لیکن آیت الکرسی کے ورد سے دہشت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور دل کی حرکت بند ہوتی ہوئی معلوم ہونے لگی۔ پھر ایک دم دل کی حرکت تیز ہو گئی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دل سینہ کی دیوار توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ میں نے اب قل ہو اللہ شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی قل ہو اللہ شریف ختم ہوئی میرا جسم اوپر اٹھنے لگا اور اٹھتے اٹھتے چھت سے جا لگا۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا کہ یہ واقعی چھت ہے یا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو واقعتاً میں چھت سے لگا ہوا تھا۔

مجھے یہ خوف ہوا کہ اب میں نیچے گروں گا اور ہڈی پسلی نہ بھی ٹوٹی تو بھیجا تو ضرور باہر آ جائے گا۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ دو ہاتھ تیزی سے میری گردن کی طرف آئے۔ ایک ہاتھ نے میرے دل کو سنبھالا۔ اور ایک

www.ksars.org

ہاتھ نے میرا منہ بند کر دیا۔ مجھ پر اس نادیدہ ہاتھ کی اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ میں بے ہوش ہو گیا۔ صبح کے وقت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دادا حضرت مولانا خلیل احمد انبیسٹوی، حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ بے چین ادھر سے ادھر ٹہل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

"یہ کیا ہو گیا؟" پھر زور سے فرمایا جیسے کسی سے کہہ رہے ہوں۔ "اس کو ہر حال میں زندہ رہنا ہے۔"

صبح کو جب میں اٹھا تو میرے جسم کا ایک ایک عضو دکھ رہا تھا۔ شام تک قدرے قرار آیا اور میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فرمایا۔ "تم نے میرے کہنے کے خلاف عمل کر کے سب کو پریشان کر دیا۔ اللہ نے فضل فرمایا، نہیں تو کام تمام ہو گیا تھا۔"

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ میرے پیر بھائی ذکی صاحب حیدر آباد میں فرنیچر کا کام کرتے ہیں۔ ان کی شادی کا مسئلہ درپیش تھا۔ ذکی صاحب کے والد صاحب نامساعد حالات کی بنا پر ابھی شادی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے ان سے فرمایا کہ شادی فوراً کر دی جائے ورنہ یہ شادی عرصے تک نہیں ہو سکے گی۔ بہر حال جیسے تیسے کر کے شادی ہو گئی۔ رخصتی کو ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ان کے ایک قریبی رشتہ دار کا انتقال ہو گیا۔ ابھی ان کا چالیسواں بھی نہیں ہوا تھا کہ خاندان میں ایک اور موت واقع ہو گئی۔ اس سلسلے نے اتنا طول کھینچا کہ چالیس دن پورے نہیں ہوتے تھے کہ کسی ایک کا انتقال ہو جاتا تھا اور یہ المناک سلسلہ کئی سال سے جاری ہے۔

ایک صاحب ہیں، جاوید صاحب۔ لالو کھیت میں ان کی گارمنٹس (ملبوسات) کی دکان ہے۔ ان کے بچے کو پولیو ہو گیا۔ حضور بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بچے کو چارپائی پر لٹا دیا۔ حضور بابا صاحبؒ نے کوئی مفرد دوا بتائی اور فرمایا کہ اس کو پانی میں پکا کر ٹانگ کو بھپارا دو۔ صرف ایک دفعہ کے عمل سے پولیو ختم ہو گیا۔ لیکن عجب

www.ksars.org

رمز ہے کہ اب جاوید صاحب کو نہ تو اس بوٹی کا نام یاد ہے اور نہ ہی اس کی شکل یاد ہے۔ وہ جب بھی کسی پولیو زدہ بچے کو دیکھتے ہیں ان کے دل سے ایک آہ نکلتی ہے کہ کاش میں نے اس دوا کا نام لکھ لیا ہوتا!

اکثر یہ ہوتا تھا کہ حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی ٹوپی غائب ہو جاتی تھی۔ کبھی کبھی انہیں اس بات پر ناراض ہوتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ یہ کیا مسئلہ ہے؟ دیکھتے ہی دیکھتے ٹوپی غائب ہو جاتی ہے، آخر یہ کون لے جاتا ہے؟

فرمایا۔ "جنات لے جاتے ہیں۔ میں ان کو سخت سست کہتا ہوں لیکن ان کے اوپر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں۔"

رات کے وقت حضور بابا صاحبؒ کی کمر دبا رہا تھا۔ پسلیوں کے اوپر جب ہاتھ پڑا تو حضور بابا صاحبؒ کو تکلیف محسوس ہوئی۔ کرتا اٹھا کر دیکھا تو تقریباً چار پانچ انچ کا زخم تھا۔ میں یہ دیکھ کر بے قرار ہو گیا اور پوچھا کہ یہ کیسا زخم ہے۔ فرمایا۔ "میں ایک درہ سے گزر رہا تھا۔ جگہ کم تھی پہاڑ کی نوک سے یہ زخم آ گیا"۔ صبح جب میں نے کرتا اٹھا کر دیکھا تو زخم کا نشان تک ان کے جسم پر نہیں تھا۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ برصغیر اور بیرون ملک ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جنہوں نے ایک دن اور ایک وقت میں مختلف مقامات پر حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو دیکھا ہے۔ کسی کے ساتھ حضور بابا صاحبؒ نے مصافحہ کیا، کسی کو سینے سے لگایا، کہیں چائے نوش فرمائی اور کسی کو ہدایت دی کہ ایسا کرو، ایسا نہ کرو۔ اس بات کا اظہار اس طرح ہوا کہ مجھے (راوی کو) لوگوں نے بتایا اور کچھ لوگوں نے خطوط کے ذریعے اطلاع دی کہ حضور بابا صاحبؒ تشریف لائے تھے۔

مجھے (خواجہ شمس الدین عظیمی) اللہ کے فضل و کرم سے یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ حضور بابا صاحبؒ کے نام جتنے خطوط آتے تھے ان کا جواب میں لکھتا تھا۔ ایک مرتبہ سوئٹزرلینڈ سے خط آیا۔ جس میں حضور بابا صاحبؒ کی تشریف آوری سے متعلق بہت زیادہ تشکر و امتنان کا اظہار تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ میں نے آپ کے ارشاد کے

www.ksars.org

مطابق فلاں کام کر دیا ہے۔ جب میں نے یہ خط باباصاحبؒ کو سنایا تو ان سے عرض کیا کہ اس عرصے میں تو آپ کہیں نہیں گئے، یہ کیا لکھا ہے؟

قلندر بابا اولیاءؒ مسکرائے اور فرمایا۔ ''اہل تکوین حضرات کے پچیس جسم ہر وقت کام کرتے ہیں اور جب کام کی زیادتی ہوتی ہے تو ان کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔''

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ برکھارت تھی۔ سماں بھیگا ہوا تھا۔ بجلی چمک رہی تھی۔ آسمان ابر آلود تھا۔ بارش برس رہی تھی۔ باہر یہ خوبصورت منظر تھا اور کمرے میں تخلیقی فارمولوں پر گفتگو ہو رہی تھی۔ دوران گفتگو سچے موتیوں کا تذکرہ آ گیا۔ اس غلام کو حضور باباصاحبؒ کے مزاج میں بہت دخل تھا۔ میں نے عرض کیا۔ ''حضور! بارش کا ایک قطرہ جب سیپ کے پیٹ میں نشوونما پاتا ہے تو موتی بن جاتا ہے۔''

یہ عرض کرنے کے بعد میں باہر نکلا اور ایک کٹورے میں بارش کا پانی جمع کر کے لے آیا۔ حضور باباصاحبؒ نے ڈراپر سے بارش کا پانی اٹھایا اور اس کے اوپر اپنی نگاہ مرکوز کر دی۔ اب ڈراپر میں سے جتنے قطرے گرے وہ سب سچے موتی تھے۔

میں نے ان موتیوں کو سرمے کے ساتھ پیش لیا۔ جتنے لوگوں نے بھی یہ سرمہ استعمال کیا، ان کی نظر کو ناقابل بیان فائدہ پہنچا۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں قلندر بابا اولیاءؒ رسالہ 'نقاد' کراچی میں کام کرتے تھے، میرا یہ معمول تھا کہ شام کو چھٹی کے وقت حاضر خدمت ہوتا اور حضور باباصاحبؒ کو اپنے ساتھ لے کر 'نقاد' کے دفتر سے کچھ دور رتن تالاب پر واقع اپنے جھونپڑے میں لے جاتا۔ وہاں ایک بہت خوبصورت نشست ہوتی تھی۔ غیر تعلیم یافتہ مگر بہت مخلص، تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے دوست تشریف لاتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں دوپہر کو گھر آیا تو ایک صاحب جن کا نام زبیر احمد انصاری تھا، مجھے ملے۔ انہوں نے بتایا کہ حضور قلندر باباصاحبؒ قبلہ اور دو اور بزرگ کمرے میں تشریف رکھتے ہیں اور اندر سے کنڈی لگا لی ہے۔ دروازے کے پاس میں نے بزرگوں کی

www.ksars.org

سرگوشی سنی لیکن کوئی لفظ میرے کان میں نہیں اترا۔ سوچا کہ بازار سے دودھ لے آؤں اور چائے بنالوں۔ چولہا جلا کر پانی رکھا اور دودھ لینے چلا گیا۔ دودھ لے کر واپس آیا تو تینوں صاحبان تشریف لے جا چکے تھے۔ بہت افسوس ہوا۔ بہر حال، شام کو جب میں حضور بابا صاحبؒ کو لینے کے لئے 'نقاد' کے دفتر پہنچا تو میں نے پوچھا۔ ''حضور! دوپہر کے وقت آپ چلے آئے۔ میں چائے پیش کرنا چاہتا تھا اور آپ کے ساتھ وہ بزرگ حضرات کون تھے؟''

فرمایا۔ ''بو علی قلندرؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ تشریف لائے تھے۔ کچھ قانون کے اوپر تبادلہ خیال کرنا تھا۔''

مجھے آج تک اس بات کا ملال ہے کہ میں نے دودھ لینے کے لئے زبیر کو کیوں نہیں بھیج دیا! کاش ایسا ہو جاتا اور اس خاکسار کو حضور خواجہ غریب نوازؒ اور بو علی شاہ قلندرؒ کی جسمانی زیارت ہو جاتی!

روحانی توجیہہ

مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی سے ایک بار حضرت قلندر بابا اولیاءؒ نے اس کی روحانی توجیہہ فرمائی۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو اللہ تعالیٰ نے رنگارنگ صفات اور کشف و الہامات کا مرکز بنایا ہے۔ تجلیات کے سمندر میں سے نور میں ڈھلے ہوئے موتیوں سے آپ بھی فیض یاب ہوں:

حضور بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان غیر حقیقی کہہ کر سمجھنے کی کوشش کرنا اور واہمہ یا خیال و خیال کہہ کر نظر انداز کر دیتا ہے حالانکہ کائنات میں کوئی شئے فاضل یا غیر حقیقی نہیں ہے۔ ہر خیال اور ہر واہمہ کے پس پردہ کوئی نہ کوئی کائناتی حقیقت ضرور کارفرما ہوتی ہے۔

وہم کیا ہے؟ خیال کہاں سے آتا ہے؟ یہ بات غور طلب ہے۔ اگر ان سوالات کو نظر انداز کر دیں تو کثیر حقائق مخفی رہ جائیں گے۔ اور حقائق کی زنجیر جس کی سو فی صد کڑیاں اس مسئلے کے سمجھنے پر منحصر ہیں، انجانی رہ

www.ksars.org

جائیں گی۔ جب ذہن میں کوئی خیال آتا ہے تو اس کا کوئی کائناتی سبب ضرور موجود ہوتا ہے۔ خیال کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ذہن کے پردوں میں حرکت ہوئی ہے۔ یہ حرکت ذہن کی ذاتی حرکت نہیں ہوتی۔ اس کا تعلق کائنات کے ان تاروں سے ہے جو کائنات کے نظام کو ایک خاص ترتیب میں حرکت دیتے ہیں۔ مثلاً جب ہوا کا کوئی تیز جھونکا آتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کرہ ہوائی میں کہیں کوئی تغیر واقع ہوا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے ذہن میں کوئی چیز وارد ہوتی ہے تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ انسان کے لاشعور میں کوئی حرکت واقع ہوئی ہے۔ اس کا سمجھنا خود انسانی ذہن کی تلاش پر ہے۔ ذہن انسانی کی دو سطحیں ہیں۔ ایک سطح وہ ہے جو فرد کی ذہنی حرکت کو کائناتی حرکت سے ملاتی ہے۔ یعنی یہ حرکت فرد کے ارادوں اور محسوسات کو کائنات کے ہمہ گیر ارادوں اور محسوسات تک لاتی ہے۔ ذہن کی دونوں سطحیں دو قسم کے حواس کو تخلیق کرتی ہیں۔ ایک سطح کی تخلیق کو مثبت حواس کہیں تو دوسری سطح کی تخلیق کو منفی حواس کہہ سکتے ہیں۔ دراصل مثبت حواس ایک معنی میں حواس کی تقسیم ہے۔ یہ تقسیم بیداری کی حالت میں واقع ہوتی ہے۔ (اسی قسم کو زمان متواتر کہتے ہیں)۔ اس تقسیم کے حصے اعضائے جسمانی ہیں۔ چنانچہ ہماری جسمانی فطیت میں یہی تقسیم کام کرتی ہے۔ ایک ہی وقت میں آنکھ کسی ایک شئے کو دیکھتی ہے اور کان کسی آواز کو سنتے ہیں۔ ہاتھ کسی تیسری شئے کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں۔ اور پیر کسی چوتھی چیز کی پیائش کرتے ہیں۔ زبان کسی پانچویں چیز کے ذائقے میں اور ناک کسی چھٹی چیز کے سونگھنے میں مشغول ہوتی ہے اور دماغ میں ان چیزوں سے الگ کتنی ہی اور چیزوں کے خیالات آتے رہے ہوتے ہیں۔ یہ مثبت حواس کی کارفرمائی ہے لیکن اس کے برعکس منفی حواس کی جو تحریکات ہوتی ہیں ان کا تعلق انسان کے ارادے سے نہیں ہوتا مثلاً خواب میں باوجود اس کے مذکورہ بالا تمام حواس کام کرتے ہیں، اعضائے جسمانی ساکت رہتے ہیں۔ اعضائے جسمانی کے سکوت سے اس حقیقت کا سراغ مل جاتا ہے کہ حواس کا اجتماع ایک ہی نقطہ ذہنی میں ہے۔ خواب کی حالت میں اس نقطہ کے اندر جو حرکت واقع ہوتی ہے، وہی حرکت بیداری میں جسم کے اندر تقسیم ہو جاتی ہے۔ تقسیم ہونے سے پیشتر ہم ان حواس کو منفی حواس کہہ سکتے ہیں۔ لیکن جسمانی اعضا میں تقسیم ہونے کے بعد ان کو مثبت کہنا درست ہوگا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ منفی اور مثبت دونوں حواس ایک ہی سطح میں متمکن نہیں رہ سکتے۔ ان کا قیام ذہن

www.ksars.org

کی دونوں سطحوں میں تسلیم کرنا ہوگا۔ تصوف کی اصطلاح میں منفی سطح کا نام نسمۂ مفرد اور مثبت سطح کا نسمۂ مرکب لیا جاتا ہے۔

حضور باباصاحبؒ نے فرمایا:

نسمۂ مرکب ایسی حرکت کا نام ہے جو تواتر کے ساتھ واقع ہوتی ہے یعنی ایک لمحہ، دوسرا لمحہ، تیسرا لمحہ اور اس طرح لمحہ بہ لمحہ حرکت ہوتی رہتی ہے۔ اس حرکت کی مکانیت لمحات ہیں جس میں ایک ایسی ترتیب پائی جاتی ہے جو مکانیت کی تعمیر کرتی ہے۔ ہر لمحہ ایک مکان ہے، گویا تمام مکانیت لمحات کی قید میں ہے۔ لمحات کچھ ایسی بندش کرتے ہیں جس کے اندر مکانیت خود کو محبوس پاتی ہے اور لمحات کے دور میں گردش کرنے پر اور کائناتی شعور میں خود کو حاضر رکھنے پر مجبور ہے۔ اصل لمحات اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر ہیں اور جس علم کا یہ عنوان ہے، کائنات اسی علم کی تفصیل اور مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے ہر چیز کو دورخوں پر پیدا کیا ہے۔ چنانچہ تخلیق کے یہی دورخ ہیں۔ تخلیق کا ایک رخ خود لمحات ہیں۔ یعنی لمحات کا باطن یا شعور یک رنگ ہے اور دوسرا رخ لمحات کا مظاہر یا شعور کل رنگ ہے۔ ایک طرف لمحات کی گرفت میں کائنات ہے اور دوسری طرف لمحات کی گرفت میں کائنات کے افراد ہیں۔ لمحات بیک وقت دو سطحوں میں حرکت کرتے ہیں۔ ایک سطح کی حرکت کائنات کی ہر شئے میں الگ الگ واقع ہوتی ہے۔

یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو شئے کو اس کی منفرد کی ہستی کے دائرے میں موجود رکھتا ہے۔ دوسری سطح کی حرکت کائنات کی تمام اشیاء میں بیک وقت جاری وساری ہے۔ یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو کائنات کی تمام اشیاء کو ایک دائرے میں حاضر رکھتا ہے۔ لمحات کی ایک سطح میں کائناتی افراد الگ الگ موجود ہیں۔ یعنی افراد کا شعور جدا جدا ہے۔ لمحات کی دوسری سطح میں کائنات کے تمام افراد کا شعور ایک ہی نقطہ پر مرکوز ہے۔ اس طرح لمحات کی دو سطحیں یا دو شعور ہیں۔ ایک سطح انفرادی شعور ہے اور دوسری سطح اجتماعی شعور ہے۔ عام اصطلاح میں مرکزی شعور ہی کو لاشعور کہا جاتا ہے۔

www.ksars.org

اقوال وارشادات

۱۔ پانی کی ذاتی ایک حرکت ہے اور ہمہ وقت موجود ہے۔پانی میں حرکت اور لہر کا خاصہ موجود ہے۔

۲۔ جب کنکر تہہ میں پہنچا تو پانی میں لہریں اٹھنا شروع ہو گئیں بشرطیکہ پانی کی وسعت اتنی ہو کہ وہ باطن کا مظاہرہ کر سکے۔

۳۔ کنکر کے تصادم سے پانی اپنا باطن یعنی حرکت نمایاں کرتا ہے۔

۴۔ جو چیز واقع ہوتی ہے وہ مظاہر قدرت کے باطن میں موجود ہے، اسی لئے واقع ہوتی ہے۔ البتہ اس کے واقع ہونے کا ایک محل ہے۔

۵۔ کنکر ارادہ کی جگہ ہے یا ارادہ کا مقام رکھتا ہے۔ اور کنکر کا پانی سے تصادم "توجہ" کا قائم مقام ہے۔ دراصل کنکر ہی ارادہ کا تمثل ہے اور پانی میں حرکت پیدا ہونا توجہ کا تمثل ہے۔یعنی جب ارادہ میں تکرار واقع ہوئی تو توجہ کا عمل شروع ہو گیا۔ ارادہ کی تکرار کو توجہ کہتے ہیں۔ اکثر ارادہ لاشعوری طور پر تکرار کرتا ہے اور وہ توجہ بالکل لاشعوری ہوتی ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ لازم ہے۔ نتائج کی دونوں صورتوں میں اہمیت ہے۔ یکساں طور پر دونوں اثر انداز ہوتے ہیں۔ یعنی مظاہر کی دنیا میں دونوں کی حیثیت ایک ہے۔ دونوں کا اثر ایک ہے۔ خواب کی بھی یہی حالت ہے۔ اور کیفیت بھی یہی معنی رکھتی ہے۔

۶۔ کنکر ہی جو لاشعوری ہے وہ کائناتی ذہن کا ارادہ ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا "امر" ہے۔ "امر" میں یعنی کائناتی ذہن میں برابر تکرار ہوتی رہتی ہے۔ یہ کبھی بغیر تکرار کے نہیں ہوتا۔ یہ کنکر یعنی "امر" کی تکرار ہی "کتاب المبین" ہے۔ "کتاب المبین" ہی کی تکرار سے مظاہر قدرت یا کائنات رونما ہوئی۔ تکرار "کتاب المبین" ہی میں واقع ہوتی ہے لیکن تکرار کے نتائج "کتاب المرقوم" کہلاتے ہیں۔ دراصل کائنات "کتاب المرقوم" ہے۔ تکرار کبھی ذہن کی اوپر سطح پر واقع نہیں ہوتی بلکہ ذہن کی گہرائی میں واقع ہوتی ہے۔ جب کنکر پانی کی گہرائی میں پہنچتا ہے تو لہریں اٹھنے لگتی

www.ksars.org

ہیں۔ گویا پانی کا باطن مظاہر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ مظاہر پانی کے باطن میں موجود ہیں۔ لیکن تکرار واقع نہیں ہوئی تھی۔ وہ باطن جس میں تکرار واقع نہیں ہوئی صرف مفرد حرکت ہے۔ اسی ہی کو "غیب" کہتے ہیں۔ اگر اس میں تکرار واقع ہو جائے تو مظاہر قدرت بن جائے گی۔ صوفی کی توجہ اسی میں تکرار پیدا کرتی ہے۔ اور جب صوفی توجہ کرتا ہے تو اس کی توجہ اس مطلوب کی شکل و صورت اختیار کر لیتی ہے جو صوفی کے ذہن میں ہے۔ پہلے جو شکل و صورت وہاں موجود تھی وہ سادہ، مفرد، بے رنگ شکل و صورت تھی۔ یہ شکل و صورت وہی ہے جو کائناتی ذہن کی ہے۔ لیکن جب صوفی کی توجہ اس میں داخل ہو گئی تو وہ شکل و صورت بھی داخل ہو گئی جو صوفی کا مطلوب ہے۔ اگر عارف کی توجہ شامل نہیں ہو تو پانی کے اندر جو خواص موجود ہیں ان کا عمل ہوتا رہتا۔ اس سے کسی بھی مخلوق کا کوئی واسطہ یا تعلق ہوتا مگر خواص کی شکل و صورت اسی شخص سے بے نیاز ہوتی جس سے اس کا تعلق ہوتا۔ پانی کے خواص ایک شخص کو ڈوبنے کے اور دوسرے کو تیرنے کے اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔

۷۔ ارادہ کی تکرار ارادہ کی قوت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ارادہ سوا لاکھ بار ہی دہرایا جائے لیکن ارادہ میں اتنی قوت ہونی چاہئے جو سوا لاکھ بار دہرانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ قوت موجود ہے تو ایک حرکت کافی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے اور زیادہ تر اس زمانے میں ۹۹۹ فی ہزار ایسا ہی ہوتا ہے کہ سوا لاکھ بار دہرایا ہوا ارادہ بھی ایک بار کی قوت سے آگے نہیں بڑھتا۔ دراصل ارادہ دہرایا ہی نہیں جاتا کیونکہ جن الفاظ کے ذریعے ارادے کو دہرانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ الفاظ دہرانے والے انسان کے ذہن میں اپنی کوئی تصویر یعنی معنی کے خدوخال پیدا نہیں کرتے۔

۸۔ ارادہ دراصل کوئی شکل و صورت رکھتا ہے۔ جس مطلب کا ارادہ ہو، مطلب اپنی پوری شکل و صورت کے ساتھ ارادہ میں مرکوز ہونا ضروری ہے۔ بغیر شکل و صورت کے کسی ارادہ کو ارادہ نہیں کہتے۔

www.ksars.org

شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت بابا تاج الدین ناگپوری

حالات زندگی

ولادت......بمقام (کامٹی) ناگ پور ۲۷ جنوری ۱۸۶۱ء

وفات......بمقام ناگ پور ۱۷ اگست ۱۹۲۵ء

آپ کا اسم گرامی تاج الدین تھا اور پیار سے چراغ دین کہلاتے تھے۔ آپ کا لقب شہنشاہ ہفت اقلیم ہے۔ تمام عالم کو اللہ تعالیٰ کے نظام تکوین میں سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باعث تکوین کائنات ہیں اور حضرت بابا تاج الدین ان کے نائب ہیں۔ جس کے انتظام و اختیار میں ساتوں اقلیم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو شہنشاہ ہفت اقلیم کہا جاتا ہے۔ حضرت بابا تاج الدین کا سلسلہ نسب امام حسن عسکری سے ملتا ہے اور ان کی اولاد میں ایک بزرگ مہدی عبداللہ عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور جنوبی ہند کے ساحلی علاقے مدراس میں قیام کیا۔ ان کے دو صاحبزادے حسن مہدی جلال الدین اور حسن مہدی رکن الدین سفر میں ان کے ساتھ تھے۔ حضرت بابا تاج الدین حسن مہدی جلال الدین کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مریم بی صاحبہ تھا۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک خواب دیکھا جس میں دیکھا کہ چاند آسمان پر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور ساری فضا چاندنی سے معمور ہے۔ یکایک چاند آسمان سے گیند کی طرح لڑھک کر ان کی گود میں آ گرا۔ اور کائنات اس کی روشنی سے منور ہو گئی۔ آپ ۵ رجب المرجب ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۷ جنوری ۱۸۶۱ء کو ناگ پور میں پیدا ہوئے۔

بچپن میں حضرت بابا صاحبؒ کو ابتدائی تعلیم کے لئے مکتب میں داخل کیا گیا تو ایک دن سید عبداللہ شاہ مجذوب مکتب میں تشریف لائے اور آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

www.ksars.org

"یہ لڑکا پڑھا پڑھایا ہے۔ اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر بھی بابا صاحبؒ نے اردو، انگریزی، عربی، فارسی کی معمولی تعلیم حاصل کی۔ انگریزی اس روانی سے بولتے تھے کہ مادری زبان کا گمان ہوتا تھا۔ لڑکپن میں ان کا زیادہ تر وقت مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ ان کے مزاج میں شروع ہی سے استغراق اور دنیا سے لاتعلقی غالب تھی۔

نوجوانی کے زمانے میں حضرت بابا تاج الدین فوج میں بھرتی ہوگئے۔ آپ کا تقرر ساگر ڈپو میں کیا گیا۔ رات نو بجے گنتی سے فارغ ہو کر حضرت بابا داؤد مکیؒ کے مزار پر تشریف لے جاتے اور وہاں صبح تک مراقبہ ومشاہدہ میں مصروف رہتے تھے۔ صبح سویرے پریڈ کے وقت ڈپو پہنچ جاتے اور اپنے فرائض انجام دیتے۔ یہ مشغلہ پورے دو برس تک جاری رہا۔

حضرت بابا تاج الدینؒ کے نواسے اور ان کے علم کے وارث حضرت سید محمد عظیم برخیا المعروف حضور بابا قلندر اولیاءؒ نے اپنی کتاب "تذکرہ تاج الدین باباؒ حصہ اول" میں اس ریاضت کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"مسلسل دو برس تک تمام رات جاگنا اور تمام دن کام کرنا بھی ان کی کرامت ہے۔"

ایک صحابیؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اپنی طویل شب بیداری کے تذکرے میں عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! میں آسمان پر فرشتوں کو چلتے پھرتے دیکھتا تھا۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم شب بیداری کو اور قائم رکھتے تو فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔

www.ksars.org

اس روایت کی روشنی میں اگر بابا تاج الدینؒ کی مسلسل شب بیداری پر غور کیا جائے تو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ غیبی مشاہدات ان کا معمول بن گئے تھے۔

روح پرور واقعات

جس زمانے میں حضرت بابا تاج الدین ناگپور کے قریب کامٹی ملٹری کیمپ میں اسلحوں کے ذخیرے پر پہرہ دینے کے لئے متعین تھے۔ ایک رات دو بجے کے قریب ملٹری کا ایک انگریز کیپٹن اچانک معائنہ کے لئے آیا۔ بابا تاج الدینؒ پوری تندہی اور انہماک سے پہرہ دینے میں مصروف تھے۔ کیمپ کا جائزہ لینے کے بعد کیپٹن واپس ہوا۔ نصف فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک چھوٹی سی مسجد کے برابر سے گزرا۔ مسجد کا صحن سڑک سے صاف نظر آرہا تھا اور چاندنی میں نہایا ہوا تھا۔ کیپٹن نے دیکھا کہ وہ جس سپاہی کو پہرے پر دیکھ کر آیا ہے نہایت خشوع و خضوع سے نماز میں مشغول ہے۔ سپاہی کو اپنی ڈیوٹی سے غفلت برتنے پر اسے نہایت غصہ آیا اور وہیں سے واپس کیمپ کی جانب چل پڑا۔

کیمپ پہنچا تو اس کے قدموں کی چاپ سن کر سپاہی پکارا "ہالٹ"۔ وہ آگے بڑھا تو حیران رہ گیا۔ سپاہی (بابا تاج الدینؒ) اپنی جگہ پر موجود ہے وہ کچھ کہے بغیر واپس اسی مسجد تک پہنچا جہاں سپاہی کو دیکھ کر آیا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سپاہی اسی طرح محویت اور استغراق کے عالم میں عبادت میں مصروف تھا۔ اس نے مزید تصدیق کے لئے دوبارہ کیمپ کا رخ کیا اور حضرت بابا تاج الدینؒ کو پہرہ دیتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ سہ بارہ مسجد کے پاس پہنچا تو بابا تاج الدینؒ حسب سابق عبادت میں مشغول نظر آئے۔

کپتان اس وقت کچھ نہیں بولا۔ لیکن دوسرے روز اپنے بڑے افسر کے سامنے بابا تاج الدینؒ کو طلب کیا اور رات کا واقعہ سنانے کے بعد کہا۔ ہم نے تم کو دو دو جگہ دیکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تم خدا کا کوئی خاص بندہ ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضور بابا صاحبؒ پر جلال طاری ہو گیا۔ اسی وقت واپس جا کر اپنی سرکاری وردی اور دوسرا سامان لا کر کیپٹن کے سامنے ڈال دیا اور اپنے مخصوص مدراسی لہجے میں فرمایا۔

www.ksars.org

لو جی حضت! اب دو دو نوکریاں نہیں کرتے جی حضت۔

یہ کہہ کر آپ وہاں سے رخصت ہو گئے اور جذب کے عالم میں ست پڑا کے پہاڑی جنگلات میں گم ہو گئے۔

اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے اور لوگوں کے ذہن سے حضور بابا صاحب کی یاد بھی دھندلی ہوتی چلی گئی۔ تین چار سال بعد حضور بابا صاحبؒ کبھی کامٹی اور کبھی ناگپور میں دکھائی دینے لگے۔ اس زمانے میں ان پر استغراق کا شدید غلبہ رہتا تھا اور لوگ ان کو مخبوط الحواس سمجھ کر چھیڑتے اور تنگ کرتے تھے۔ پھر بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو بابا صاحبؒ کی مجذوبانہ کیفیات میں ولایت کا رنگ دیکھ کر ان کا احترام کرتے تھے۔

ایک دن حضور بابا تاج الدینؒ نے فرمایا۔ لوگ ہمیں بہت ستاتے ہیں۔ اب ہم پاگل جھونپڑی چلے جائیں گے۔ چنانچہ خود بخود ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ حضور بابا تاج الدینؒ کو ناگ پور کے پاگل خانے میں داخل کر دیا گیا۔ انہوں نے اس پاگل خانے کو ولی خانے میں تبدیل کر دیا۔ اور جلد ہی پاگل خانے کے منتظمین اور ڈاکٹر سمجھ گئے کہ پاگل خانے میں وارد ہونے والی یہ ہستی مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔ پاگل خانے کے سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر ماروتی راؤ آپ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے بستر کی صفائی اور خورد و نوش کا انتظام بذات خود کرتے تھے۔

پاگل خانے کے قیام کے زمانے میں حضور بابا تاج الدینؒ پر جذب و استغراق کا غلبہ کم ہو گیا اور آپ اکثر شعوری حالت میں رہنے لگے۔ شعوری حالت میں بھی ان سے اس تواتر اور تسلسل سے کرامات کا ظہور ہوتا تھا کہ گویا وہ ان کے نزدیک خرق عادت نہیں بلکہ معمول ہے۔

ایک دن شام کو مقررہ وقت پر بابا تاج الدینؒ کو ان کے کمرے میں پہنچا کر دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ اور پاگل خانے کا صدر دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔ اگلی صبح محافظ نے صدر دروازہ کھولا تو بابا تاج الدینؒ باہر سے اندر آنے کے منتظر کھڑے تھے۔ محافظ بابا صاحب کو باہر دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ فوراً منتظمین اور ڈاکٹر ماروتی کو اطلاع دی۔ وہ فوراً آئے اور بابا تاج الدینؒ کو ساتھ لے کر ان کے کمرے کے پاس پہنچے۔ کمرے کا دروازہ ہنوز مقفل تھا۔ وہ لوگ پہلے ہی سمجھ

www.ksars.org

چکے تھے کہ حضور بابا تاج الدینؒ ایک عام آدمی نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے اس وقت کچھ نہیں کہا لیکن ان کی عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اس غیر معمولی واقعے کا چرچا پورے ناگ پور میں عام ہو گیا اور لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے حاضر ہونے لگے۔

اس کے بعد بابا صاحب اکثر صبح کو باہر تشریف لاتے اور اپنے کمرے کے پیچھے لان پر پڑی ہوئی کرسیوں اور بنچوں میں سے کسی ایک پر بیٹھ جاتے۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے مسائل کا حل چاہتے۔ حضور بابا صاحب ان کے مسائل کا حل بتاتے۔

اس زمانے میں شکر درا، واکی اور بہت سے علاقے مرہٹہ راجہ رگھو جی راؤ کی ملکیت تھے۔ اس کا عالی شان محل اور اس سے متصل کئی میل لمبا باغ شکر درا میں تھا۔ راجہ رگھو جی راؤ کے بیٹے ونایک راؤ کی رانی حاملہ تھی۔ وضع حمل کا وقت قریب آیا لیکن پیدائش عمل میں نہیں آئی۔ موقع پر موجود سرجن اور لیڈی ڈاکٹروں کی ہر ممکن کوشش کے باوجود کامیابی نہیں ہوئی۔ رانی تکلیف سے بے ہوش ہو گئی اور شام تک اس کی حالت میں کوئی خوش گوار تبدیلی نہیں آئی۔ شام کو ڈاکٹروں نے متفقہ فیصلہ دے دیا کہ بچے کی موت واقع ہو چکی ہے۔ اور اگر آپریشن کے ذریعے بچے کو نہیں نکالا گیا تو رانی کی موت واقع ہو جائے گی۔

راجہ رگھو جی راؤ ڈاکٹروں کے اس فیصلے سے تذبذب میں پڑ گئے اور رانی ڈاکٹروں کے سامنے عریاں ہو، راجہ کے ذہن نے اس بات کو قبول نہیں کیا۔ اگلی صبح چھ بجے راجہ رگھو جی پوجا سے فارغ ہوئے تھے کہ ان کا موٹر ڈرائیور حاضر خدمت ہوا اور کہا۔

حضور! میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل کیجئے۔ آپ میرے ساتھ پاگل خانے چلئے۔ وہاں ایک بہت بڑے ولی اللہ تشریف فرما ہیں۔ سب لوگ ان سے فیض اٹھا رہے ہیں۔ آپ بھی چھوٹی رانی کے سلسلے میں ان کی خدمت میں عرض کیجئے۔

www.ksars.org

راجہ رگھوجی راؤاسی وقت اٹھے اور ننگے پیر موٹر میں سوار ہوگئے۔اور ڈرائیور ممکنہ تیز رفتاری سے گاڑی چلاتا ہوا پاگل خانے کے صدر دروازے پر جارکا۔پاگل خانے کے منتظمین اور سپرنٹنڈنٹ کو راجہ صاحب کی آمد کا علم ہوا تو وہ فوراً بھاگے ہوئے استقبال کو آئے۔ڈرائیور نے راجہ صاحب کو وہیں موٹر کے پاس رکنے کو کہا اور خود لان میں حضرت باباصاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

حضور! شکر درا اسٹیٹ کے راجہ رگھو جی راؤ حاضر خدمت ہونے کی اجازت اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

باباصاحب نے فرمایا۔ہم فقیر جی حضت، ہمارے سے راجہ کا کیا کام جی حضت۔

ڈرائیور نے بہت منت سماجت کی تو باباصاحب خاموش ہوگئے۔خاموشی کو اجازت سمجھ کر وہ دوڑا ہوا راجہ رگھوجی راؤ کے پاس پہنچا اور کہا۔

فوراً چلئے اور حضور باباصاحب کے قدم پکڑ لیجئے۔

راجہ جلدی سے اندر پہنچا اور حضور باباصاحب کے پیروں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔باباصاحب نے اس کو ایک نظر دیکھ کر فرمایا۔

ادھر کیا کرتے جی حضت! ادھر جانا، لڑکا پیدا ہوا تو خوشیاں منانا۔

ڈرائیور حضور باباجی کا بہت معتقد تھا۔اور اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔وہ باباصاحب کے مخصوص لب ولہجہ سے بخوبی واقف تھا۔اس نے راجہ سے کہا۔

راجہ صاحب! بس کام ہوگیا۔واپس چلئے۔

www.ksars.org

اس کے ساتھ ہی اس نے گھڑی دیکھ کر وہ وقت نوٹ کر لیا جس وقت باباصاحب نے متذکرہ بالا جملے ادا کئے تھے۔

واپسی میں راجہ رگھوجی راؤ کی موٹر محل کے صدر دروازے کے قریب پہنچی تو انہیں شہنائیوں اور نفیریوں کی آواز سنائی دی۔ آنے جانے والے ملازمین کے چہروں پر خوشی کے آثار نظر آرہے تھے اور وہ سب ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ موٹر کے رکتے ہی سب لوگوں نے راجہ کی موٹر کو گھیر لیا اور کنور صاحب کی پیدائش کا صحیح وقت معلوم کرا دیجئے۔

پنڈتوں اور ڈاکٹروں نے جو وقت بتایا وہ بالکل وہی تھا جس وقت حضور باباصاحبؒ نے فرمایا تھا۔ ادھر کیا کرتے جی حضت، ادھر جانا لڑکا پیدا ہوا تو خوشیاں منانا۔

حضور بابا تاج الدینؒ کی کرامت دیکھ کر راجہ رگھوجی راؤ ان کا گرویدہ ہو گیا اور باباصاحب کی محبت وعقیدت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ چیف کمشنر ناگ پور کی وساطت سے ایک لاکھ روپے کی ضمانت دے کر باباصاحب کو پاگل خانے سے شکردرا اپنے محل میں لے آیا۔ راجہ باباصاحب کو ایک جلوس کی شکل میں اپنے محل میں لے گیا۔ جلوس میں ہر مذہب وملت کے لوگ شریک تھے۔ راجہ رگھوجی باباصاحب کو ساتھ لے کر ایک ہاتھی پر سوار تھا۔ اس کے آگے سجے سجائے گھوڑوں اور اونٹوں کی قطاریں تھیں اور جلوس کے آگے آگے شاہی بینڈ نغمہ سرائی کرتا ہوا چل رہا تھا۔ راستے کے دونوں طرف لوگوں کا ہجوم موجود تھا اور لوگ اپنی محبت اور شیفتگی کے مظاہرے میں پھول نچھاور کر رہے تھے۔

راجہ رگھوجی راؤ نے اپنے محل کا بیرونی بڑا حصہ حضور باباصاحب کے قیام کے لئے مخصوص کر دیا اور اب فیض کا چشمہ پاگل خانے کی بجائے شکردرا کے محل سے جاری ہو گیا۔ دن رات حضور باباصاحب کے اطراف سائلین اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ باباصاحب اپنے مخصوص انداز میں ان سے مخاطب ہوتے اور سکر وصحو کی ملی جلی کیفیت میں جواب دیتے۔ متعلقہ افراد جنہیں فوراً سمجھ جاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ باباصاحب کوئی ذکر فرماتے یا کسی کا نام

www.ksars.org

لیتے اور اس کے متعلق کچھ کہتے اور کچھ دیر بعد وہ شخص حاضر ہوتا اور بالکل وہی باتیں جس کا انکشاف باباصاحب پہلے ہی کر چکے تھے۔

راجہ رگھوجی راؤ روزانہ حضور باباصاحب کے درشن کو آتا تھا۔ وہ باباصاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کوئی درخواست پیش کرتا تو اس طرح جیسے دیوتاؤں کے حضور پیش کی جاتی ہے۔ راجہ مخفی علوم سے مس رکھتا تھا اور اس کے اندر فیضان حاصل کرنے کی صلاحیت موجود تھی اور اس نے باباصاحب سے فیضان حاصل کیا۔ ایک مرتبہ بابا صاحب نے راجہ کے مندر کا بت توڑ ڈالا۔ پجاریوں نے شور مچادیا لیکن راجہ اس صورت حال سے بالکل متاثر نہیں ہوا۔ محل والوں کی شکایت پر راجہ نے مسکرا کر صرف اتنا کہا۔

باباصاحب بھی دیوتا ہیں۔ یہ معاملہ دیوتاؤں کا ہے۔ آپس میں خود نمٹ لیں گے۔ ہمارا تمہارا بولنا بے ادبی ہے۔

شکردرا کے محل کے دروازے پر دائیں اور بائیں دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ جن میں راجہ رگھوجی راؤ نے دو شیر پالے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی حضور باباصاحب ان کمروں کے جالی دار دروازوں کے پاس جا کھڑے ہوتے دونوں شیر کبھی ان کے قدموں پر لوٹتے اور پیر چاٹتے، کبھی اپنا منہ پالتو بلی کی طرح باباصاحب کے قدموں پر رگڑتے۔

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اس سے ملتا جلتا واقعہ بیان کر کے اس کی بنیاد پر قوانین قدرت کے بہت سے راز بیان کئے ہیں۔ جو اس کائنات کے نظم اور اس کی بنیاد میں اساسی کردار ادا کر رہے ہیں۔

ایک دن واکی شریف کے جنگل میں پہاڑی ٹبے پر چند لوگوں کے ہمراہ چڑھتے چلے گئے۔ بابا مسکرا کر کہنے لگے یہاں جس کو شیر کا ڈر ہو وہ چلا جائے۔ میں تو یہاں ذرا سی دیر آرام کروں گا۔ خیال ہے کہ شیر ضرور آئے گا۔ جتنی دیر قیام کرے اس کی مرضی۔ تم لوگ خواہ مخواہ انتظار میں مبتلا نہ رہو۔ جاؤ کھاؤ پیو اور مزا کرو۔ بعض لوگ ادھر ادھر چھپ گئے اور زیادہ چلے گئے۔

www.ksars.org

میں نے حیات خاں سے کہا کہ کیا ارادہ ہے؟ پہلے تو حیات خاں سوچتا رہا۔ پھر زیر لب مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پھر سوال کیا چلنا ہے یا تماشہ دیکھنا ہے؟

بھلا بابا صاحب کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔ حیات خاں بولا۔

گرمی کا موسم تھا۔ درختوں کا سایہ اور ٹھنڈی ہوا خمار کے طوفان اٹھا رہی تھی۔ تھوڑی دور ہٹ کر میں ایک گھنی جھاڑی کے نیچے لیٹ گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر حیات خاں اس طرح بیٹھ گیا کہ بابا تاج الدین کو دیکھتا رہے۔ اب وہ دبیز گھاس پر لیٹ چکے تھے۔ آنکھیں بند تھیں۔ فضا میں بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔

چند منٹ گزرے ہی تھے کہ جنگل بھیانک محسوس ہونے لگا۔ آدھ گھنٹہ، پھر اس کے بعد ایک گھنٹہ، اس کے بعد بھی کچھ وقفہ ایسے گزر گیا۔ جیسے شدید انتظار ہو۔ یہ انتظار کسی سادھو، کسی جوگی، کسی ولی، کسی انسان کا نہیں تھا بلکہ ایک درندے کا تھا جو کم از کم میرے ذہن میں قدم بہ قدم حرکت کر رہا تھا یکایک بابا کی طرف نگاہیں متوجہ ہو گئیں۔ ان کے پیروں کی طرف ایک طویل القامت شیر ڈھلان سے اوپر چڑھ رہا تھا۔ بڑی آہستہ خرامی سے، بڑے ادب کے ساتھ۔ نیم وا آنکھوں سے بابا تاج الدین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ذرا دیر میں وہ پیروں کے بالکل قریب آ گیا۔

بابا گہری نیند سو رہے تھے۔ شیر زبان سے تلوے چھو رہا تھا۔ چند منٹ بعد اس کی آنکھیں مستانہ واری سے بند ہو گئیں۔ سر زمین پر رکھ دیا۔

بابا تاج الدین ابھی تک سو رہے تھے۔ شیر نے اب زیادہ جرأت کر کے تلوے چاٹنا شروع کر دیئے۔ اس حرکت سے بابا کی آنکھیں کھل گئیں، اٹھ کر بیٹھ گئے، شیر کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

کہنے لگے، تو آ گیا۔ اب تیری صحت بالکل ٹھیک ہے۔ میں تجھے تندرست دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اچھا بابا جاؤ۔ شیر نے بڑی ممنونیت سے دم ہلائی اور چلا گیا۔

www.ksars.org

میں نے ان واقعات پر بہت غور کیا۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ شیر پہلے کبھی ان کے پاس آیا تھا۔ مجبوراًاس بات کا یقین کرنا پڑتا ہے کہ بابا اور شیر پہلے سے ذہنی طور پر روشناس تھے۔ روشناسی کا طریقہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ انا کی جو لہریں بابا اور شیر کے درمیان رد و بدل ہوتی تھیں وہ آپس میں اطلاعات کا باعث بنتی تھیں۔ عارفین میں کشف کی عام روش یہی ہوتی ہے لیکن اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جانوروں میں بھی کشف اسی طرح ہوتا ہے۔ کشف کے معاملے میں انسان اور دیگر مخلوق یکساں ہے۔

انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے باتیں کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ آواز کی لہریں جن کے معنی متعین کر لئے جاتے ہیں، سننے والوں کو مطلع کرتی ہیں۔ یہ طریقہ اس ہی تبادلہ کی نقل ہے جو انا کی لہروں کے درمیان ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ گونگا آدمی اپنے ہونٹوں کی جنبش سے سب کچھ کہہ دیتا ہے۔ اور سمجھنے کے اہل سب کچھ سمجھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی پہلے طریقہ کا عکس ہے۔ جانور آواز کے بغیر ایک دوسرے کو اپنے حال سے مطلع کر دیتے ہیں۔ یہاں بھی انا کی لہریں کام کرتی ہیں۔ درخت آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ گفتگو صرف آمنے سامنے کے درختوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ دور دراز ایسے درختوں میں بھی ہوتی ہے جو ہزاروں میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ یہی قانون جمادات میں بھی رائج ہے۔ کنکروں، پتھروں، مٹی کے ذروں میں من و عن اسی طرح تبادلہ خیال ہوتا ہے۔

حضرت بابا تاج الدین سے ہر مذہب و ملت اور ہر عقیدہ کے لوگوں نے فیض پایا۔ ان کے فیض کا دریا بنجر و خشک اور زرخیز زمین دونوں کو کسی امتیاز کے بغیر سیراب کرتا تھا۔ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق بابا کی نظر کرم سے مالا مال ہوتا تھا۔

روحانی توجیہہ

حضرت بابا تاج الدین کے چند اشعار کی روحانی توجیہہ کچھ اس طرح سے ہے۔

مانس ہے سب آتما مانس ہے سب راکھ

www.ksars.org

بندی کی گنتی نہیں بندی میں سو لاکھ

ترجمہ: آدمی سب کا سب روشنی (آتما) ہے اور سب کا سب مٹی (راکھ) بھی ہے۔ صفر اگرچہ شمار نہیں کیا جاتا لیکن عنصر سے گنتی کی قیمت لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔

تشریح: باباصاحب آدمی کو محض مٹی (گوشت پوست) سے مرکب تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ آدمی بظاہر مٹی معلوم ہوتا ہے لیکن مٹی کے ساتھ وہ روشنیوں کا مجموعہ بھی ہے۔ ایسا مجموعہ جو کائنات کی ترجمانی کرتا ہے۔ مایوس کن بات یہ ہے کہ انسان نے خود کو مظاہر (مٹی) کا پابند رکھا ہے۔ اگر انسان اپنی ذات (روشنی) سے واقف ہو جائے تو مظاہر (اسپیس) کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ اپنی مرضی اور اختیار سے مظاہر میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ یہی عرفان نفس ہے۔

اقوال وارشادات

حضرت بابا تاج الدین اولیاء صرف شاعرانہ ذوق کے حامل نہ تھے بلکہ خود شعر گو بھی تھے۔ چند اشعار ارشاد خدمت کہیں باقی کلام لاعلمی اور عدم دستیابی کے اندھیروں میں گم ہو گیا ہے۔ آپ کا داس ملوکا تخلص تھا۔

اجگر کریں نہ چاکری پنچھی کریں نہ کام

داس ملوکا کہہ گئے سب کے داتا رام

مانس ہے سب آتما مانس ہے سب راکھ

بندی کی گنتی نہیں، بندی میں سو لاکھ

دام دور کی ریس میں رام کرت گن گائے

پربھو کی سوگند سے دشٹ اسے مل جائے

www.ksars.org

تن پاپی، من کا ہرہ اجیارے سب کیس

مندر کا دیپک نہیں، رشیوں کا سا بھیس

سائے بن کی رات بن باسی بن جائیں

داس ملو کا ساتھ میں جاگیں اور لہرائیں

www.ksars.org

فخر اولیاء حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ العالی

حالات زندگی

ولادت......۱۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء بمقام سہارنپور (یوپی) انڈیا

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی پاکستان کے ممتاز روحانی اسکالر اور سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے خانوادہ ہیں۔ آپ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء بروز پیر بمقام قصبہ پیرزادگان ضلع سہارنپور (یوپی) بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حاجی انیس احمد انصاری تھا اور والدہ ماجدہ کا نام امت الرحمٰن تھا۔ آپ بڑی پاک باز اور عابدہ خاتون تھیں۔ جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی اور پیر کا دن تھا۔

آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد ماجد نے خواب دیکھا کہ بہت اندھیری رات ہے چاند نہیں نکلا ہے۔ آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے اور روشن روشن ہے۔ دیکھتے دیکھتے آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا۔ آپ کے والد نے اپنا دامن پھیلایا تو وہی ستارہ ان کی گود میں آ گیا۔ اس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ آپ کی اولاد میں کوئی اللہ والا بندہ پیدا ہو گا جس سے ایک عالم روشن و منور ہو گا۔

آپ کے بزرگ صوبہ ہرات افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے۔ ایک دفعہ آپ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ مبارک انصاری حضرت بو علی قلندر کی زیارت کے لئے پانی پت تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ اپنے دونوں فرزند بھی لے گئے۔ حضرت بو علی قلندر کو دونوں صاحبزادگان پسند آ گئے اور انہوں نے دونوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ انہی بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ آپ پانچ بہن بھائی تھے۔ جن میں سے آپ سمیت

www.ksars.org

تین بھائی اللہ کے فضل و کرم سے حیات ہیں۔ ایک بھائی حضرت اکبر انصاری ہیں۔ دوسرے بڑے بھائی جناب محمد ادریس انصاری صاحب ہیں۔ جنہوں نے اپنے مرشد پاک کے حکم پر ایک کتاب میری نماز مکمل کی جو ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں بھی لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو رہی ہے۔ بہن کا نام آمنہ تھا۔

تقسیم ہند کے وقت آپ ریاست پٹیالہ میں تھے۔ بچپن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کو خواب میں ملا کرتے تھے اور آپ بے اختیاری طور پر زمین پر ٹھوکر مارتے تھے تو پیسے ملتے تھے لیکن جوانی میں آپ نے مختلف قسم کی مزدوری کی اور کئی کئی من وزنی بوریاں اپنی کمر پر اٹھائیں۔ آپ نے باقاعدہ کسی اسکول سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہ مرشد کریم قلندر بابا اولیاء کا کرم تھا کہ انہوں نے اپنا تمام روحانی ورثہ آپ کو منتقل کر دیا۔

جس وقت پاکستان بنا تو بڑی پریشانیوں اور تکلیفوں سے گزر کر پاکستان پہنچے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ جس وقت تقسیم ہند کا اعلان ہوا۔ وہاں پٹیالہ میں ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے آگ کی ہولی کھیلی گئی اور مسلمانوں کی لاشیں جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں۔ بہت سے واقعات سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے پاکستان میں لاہور تشریف لائے اور بعد میں صادق آباد چلے گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں صادق آباد پہنچا تو کئی دن کا بھوکا تھا اور پاؤں سے ننگا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ ایسی زندگی سے تو مر جانا بہتر ہے اور موت کا ارادہ کر کے اسٹیشن سے باہر آگیا اور گاڑی کے نیچے آنے کا ارادہ کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی آتی نظر آئی تو فوراً ریلوے لائن پر لیٹ گیا۔ گاڑی سر پر پہنچی تو غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے جنہوں نے مجھے اٹھا کر باہر پھینک دیا اور میں کئی گز دور تک لڑھکتا چلا گیا اور حسرت سے گاڑی کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور اپنی بے بسی پر زار و قطار رو رہا تھا۔

قدرت نے ہمت عطا فرمائی اور دوبارہ اسٹیشن پر پہنچے تو وہاں پر آپ کے رشتہ کے ماموں سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پہچان کر گلے سے لگایا اور اپنے گھر لے گئے۔ صادق آباد میں آپ کے والد کی دو مربع زمین بھی تھی۔ جو آپ کے والد نے تین سو روپے میں خریدی تھی۔ گھر لے جا کر نہلا کر سلا دیا۔ جب سو کر اٹھے تو نیا پاجامہ اور کرتا پہن کر کھانے کے لئے بیٹھے تو نوالہ گلے میں اٹک گیا کیونکہ کئی دن کی بھوک پیاس کی وجہ سے گلا خشک ہو چکا تھا۔

www.ksars.org

ماموں نے ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے بادام روغن گلے میں ڈالنے کو کہا۔ گلے کی مالش اور بادام روغن گلے میں قطرہ قطرہ کر کے کئی دن ڈالتے رہے تو ایک دن بادام روغن گلے سے اتر گیا تو سب گھر والے خوش ہو گئے۔ آہستہ آہستہ کھانا وغیرہ شروع کر دیا۔ تو بھوک خوب کھل گئی۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ جو کھانے کو ملتا کھا جاتے۔ اب اسی ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے کھانا بند کر دیا۔ لہٰذا اس کا اثر یہ ہوا کہ جس دوکان سے کوئی چیز کھانے کو ملی اٹھالی اور بھاگ کھڑے ہوتے اور سارا ہجوم آپ کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوتا۔ تو ماموں نے تمام دکان داروں سے کہہ دیا کہ اسے مت روکا کرو جو چیز کھائے اس کے پیسے مجھ سے لے لیا کرو۔

صادق آباد میں رہتے ہوئے دل گھبرایا تو ۱۹۴۹ء کے آخر میں کراچی تشریف لائے اور ناظم آباد کے علاقہ میں قیام فرمایا۔ آپ کا گھرانہ مذہبی قسم کا تھا اور سب گھر کے پکے نمازی تھے۔ آپ کے والد نماز میں ذرا سی کوتاہی پر آپ کو سخت سست کہتے۔ اس قسم کی سختی سے آپ کی طبیعت بیزار رہنے لگی۔ آپ کے والد آپ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز قضا ہو گئی تو والد نے آپ کو بہت ڈانٹا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ مجھے سخت سست کہہ رہے تھے تو اچانک باطنی نظر کھلی تو دیکھا ابا جان مسجد میں نماز ادا کر رہے ہیں لیکن نماز میں گھر کی چھت پر استعمال ہونے والے سریے کا حساب بھی لگا رہے ہیں۔ تو میں نے فوراً جواب دیا۔ ابا جی ایسی نماز کا کیا فائدہ کہ جس میں آدمی گھر کے سریے کا حساب لگاتا رہے۔ میری یہ بات سن کر ابا جی بہت شرمندہ ہوئے۔

شروع ہی سے ذہن خوف اور ڈر سے متعلق خیالات سے باغی تھا۔ یہ بات ذہن میں راسخ تھی کہ اللہ سے ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ محبت کرنی چاہئے۔ آپ مرشد کامل کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ کسی دوست سے ملنے اخبار ڈان کراچی کے دفتر تشریف لے گئے تو وہاں حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے ملاقات کا شرف ملا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں آپ کے حسن سلوک سے بے حد متاثر ہوا۔ آپ بہت عظیم انسان تھے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ ڈان میں سب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز تھے بعد میں آپ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے دست حسن پرست پر بیعت ہو گئے اور اس طرح آپ کی روحانی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ ویسے آپ نے تیس سال کا عرصہ روحانی علوم کی تلاش و جستجو میں گزارہ اور

www.ksars.org

بہت سے بلند پایہ روحانی بزرگوں کی زیر تربیت رہے۔ جن میں چوہدری اقبال صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ ایک مرتبہ مرشد کریم چوہدری اقبال صاحب کے ساتھ ایک عرس پر لاہور تشریف لے گئے اور یہ واقعہ وہاں کا ہے۔

اس زمانہ میں میرے معاشی حالات انتہائی ابتر تھے۔ میرے شریک کار نے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں اسباق چھوڑ دوں۔ جب میں کسی طرح راضی نہ ہوا تو ایک حکیم صاحب کو میرے پیچھے لگا دیا۔ میں ان کو بزرگ مانتا تھا۔ وہ ہمیشہ ایک ہی بات کہا کرتے تھے کہ یہ سب کام بڑھاپے میں کئے جاتے ہیں۔ تم کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے!

ادھر حالات اتنے دگرگوں ہو گئے کہ روٹی کپڑا چلانا مشکل ہو گیا۔ یہ میری بہت بڑی کمزوری تھی کہ میں نے حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور میں نے سبق پڑھنا ترک کر دیا۔

جس رات میں نے سبق پڑھنا چھوڑا، اسی رات حافظ صاحب کو دیکھا، فرما رہے تھے کہ تو صرف تین مہینے اور صبر کر لے کپڑوں کی پرواہ نہ کر۔ تین مہینے گھر میں بیٹھ کر گزار دے۔ کھانے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ تجھے بھوکا نہیں رہنے دوں گا۔ مگر میں نے حافظ صاحب کے فرمانے پر عمل نہیں کیا۔ میرے اس طرز عمل سے حافظ صاحب بہت دل برداشتہ ہوئے اور برابر ایک ہفتہ تک خواب میں آ کر فرماتے رہے۔

ارے کم ہمت! لوگ تو بیس بیس سال کوشش کرتے ہیں تو کس قدر نادان ہے کہ تین ماہ بھی صبر نہیں کر سکتا۔

افسوس! میرے اوپر حافظ صاحب کے فرمانے کا مطلق اثر نہیں ہوا اور میں نے اسباق پڑھنا بالکل ترک کر دیئے۔

چشتیہ سلسلے کے اسباق ترک کرنے کے چھ ماہ بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ حافظ صاحب نے وصال فرمایا تو میرے دماغ پر سخت چوٹ لگی اور رہ رہ کر یہ خیال ستانے لگا کہ تو بہت ہی نالاق اور کندہ ناتراش ہے کہ تین مہینے صرف

www.ksars.org

نہیں کر سکتا۔ میں اسی کرب میں مبتلا تھا کہ سہر وریہ سلسلہ کے ایک بزرگ چودھری صاحب سے نیاز حاصل ہوا۔ اس مرد خدا میں کچھ ایسی کشش تھی کہ میں کھنچتا چلا گیا۔ اسی دوران میں حضرت بابا غلام محمد صاحب خلیفہ جنگو شاہ قلندر کا عرس لاہور میں شروع ہونے کی تاریخوں کی اطلاع ملی۔ حضرت بابا غلام محمد صاحب، حضرت چودھری صاحب کے دادا پیر ہیں۔ میں بھی اپنے شریک کار کی شدید مخالفت کے باوجود چودھری صاحب کے ساتھ لاہور روانہ ہو گیا۔

لاہور میں انٹر کلاس کی سات یا آٹھ سیٹیں ریزرو کرائی گئی تھیں۔ مجھے بہت اصرار کے ساتھ چودھری صاحب نے اوپر کی سیٹ پر لٹا دیا۔ میں نے ہر چند منت سماجت کی کہ حضور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے کہ میں اوپر کی سیٹ پر بیٹھوں اور رات کو آرام کروں۔ مگر مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ میرا حکم ہے قہر درویش بر جان درویش میں نے تعمیل کی اور رات کو اوپر سو رہا۔

صبح بیدار ہونے کے بعد یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ میں جب بھی آنکھیں بند کرتا تھا، مجھے باغات، دریا، پہاڑ، خوبصورت پھول، پل، ندی، نالے، دیہات اور دور دور کے شہر نظر آتے تھے۔ کراچی سے لاہور تک سارے راستے میں یہ مناظر دیکھتا رہا۔ اب مجھے بھی مزہ آنے لگا۔ میں نے بھی سفر میں ضرورت کے علاوہ آنکھیں نہیں کھولیں۔ جب بھی چوہدری صاحب سے نظریں چار ہوتی تھیں وہ بہت میٹھی نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔

لاہور پہنچے تو شام کا وقت تھا۔ جن صاحب کے یہاں قیام کیا وہ کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت خوش اخلاق اور بزرگوں کی عقیدت سے سرشار انسان تھے۔

آئندہ روز ہماری پیشی صبح کے وقت حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی نور اللہ مرقدہ کے دربار میں ہوئی۔ یہ بزرگ ہستی جن کے چہرے سے معصومیت ٹپکی پڑتی تھی، قلعہ گوجر سنگھ میں قیام فرماتے۔

چوہدری صاحب نے فرمایا حضرت جی میں اس کو (میری طرف اشارہ کرکے) آپ کی خدمت میں لے آیا۔

www.ksars.org

KSARS

حضرت صاحب نے خوشی کا اظہار فرمایا اور مجھے اپنے قریب بلا کر نہایت گرمجوشی سے مصافحہ فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے کھانا شروع کیا تو مجھ سے فرمایا کہ تونے کھانا میرے ساتھ کھانا ہے۔

میں حیران و پریشان یہ سب دیکھ رہا تھا کہ ہزاروں کے مجمع میں آخر میرے ساتھ یہ التفات کیوں ہے! جلسہ شروع ہونے سے قبل خاص طور پر مجھے انتہائی پچھلی صفوں سے بلا کر اسٹیج پر بٹھایا۔ میں اپنی اس پذیرائی پر بجائے خوش ہونے کے انتہائی شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد اس بندہ گناہگار کی طلبی ہوئی۔ کمرہ میں اپنے پاس بیٹھنے کو فرمایا۔ بہت سی ہلکی پھلکی باتیں کیں۔

کراچی سے جانے والے ہم سب لوگ اپنے مقام پر واپس آ گئے۔ اگلی صبح کسی صاحب کے یہاں موچی دروازے میں ناشتہ کی دعوت تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد ایک بڑی شیور لیٹ کار میں ہم چار آدمی چوہدری صاحب کے ہمراہ پاک پتن شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔

پاک پتن شریف میں حضرت بابا فرید کی قبر مبارک پر بیٹھ کا فاتحہ خوانی کی اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے قبر شق ہو گئی اور بابا صاحب کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے رحل پر قرآن پاک رکھا ہوا ہے اور وہ تلاوت میں مصروف ہیں۔

جب میں مزار سے باہر آیا تو چوہدری صاحب نے فرمایا۔ کسی سے کچھ نہ کہنا۔ گھر چل کر بات کریں گے۔ پاک پتن میں چوہدری صاحب کے ایک مرید تھے، ہم ان کے گھر گئے۔ انہوں نے بہت پر تکلف ناشتہ کرایا۔ میز پر ناشتہ کے دوران چوہدری صاحب نے فرمایا۔ ہاں بھائی! تم بہت بے قرار ہو چلو سنا دو۔ (اور یہ واقعہ یہ ہے کہ میں حضرت بابا صاحب کی زیارت کرنے کا واقعہ بیان کرنے کے لئے بے چین تھا)

www.ksars.org

میں نے قبر کے شق ہونے اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی زیارت کا واقعہ سنا دیا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ حیران ہو گئے بلکہ دو صاحبان پر تو انتہائی مایوسی طاری ہو گئی اور وہ اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ ہم اتنے پرانے ہیں اور مرید بھی ہیں۔ اس کو آئے ہوئے ایک دو ہفتے ہوئے ہیں اور مرید بھی نہیں ہوا، اس پر شیخ کی اتنی عنایت کہ بابا صاحب کی زیارت کرا دی۔

چوہدری صاحب نے فرمایا۔ تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

میں اس کو شعبدہ سمجھتا ہوں اور آپ نے مجھے ہپناٹائزڈ (Hypnotised) کر دیا ہے۔ میں نے کہا۔

حضرت چوہدری صاحب مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ قصہ کوتاہ سیالکوٹ میں امام صاحب کے مزار کی زیارت کے بعد لاہور واپس آ گئے۔

لاہور میں کسی صاحب کے یہاں دوپہر کا کھانا تھا۔ کھانے کے دوران میں نے ساتھیوں سے کہا کہ کھانے سے فارغ ہو کر داتا دربار جائیں گے۔

چوہدری صاحب نے فرمایا۔ پھر کسی دن چلیں گے۔

ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت صاحب سے درخواست کر۔

میں نے کہا۔ یہ تو بری بات ہے۔ جب فرما دیا ہے کہ کسی دوسرے دن چلیں گے تو اب کچھ کہنا خلاف ادب ہے لیکن ان لوگوں نے کانا پھوسی کر کے مجھے اس بات پر مجبور کر دیا کہ میں عرض کروں کہ آج ہی داتا دربار جائیں گے۔

گاڑی میں بیٹھے اور ڈرائیور نے پوچھا۔ حضور! کہاں جانا ہے؟

www.ksars.org

اس سے قبل کہ چوہدری صاحب کچھ جواب دیں۔ میں نے جلدی سے کہہ دیا کہ داتا دربار چلیں گے۔

چوہدری صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ چلو، پھر داتا دربار ہی چلو۔ یہ بھی کیا یاد کرے گا!

جس وقت موٹر بادامی باغ میں داخل ہوئی تو خود بخود میری آنکھیں بوجھل ہو کر بند ہو گئیں اور میں نے دیکھا ایک دبلے پتلے بزرگ گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے ہیں اور حضرت چوہدری صاحب سے باتیں کرتے جا رہے ہیں۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر آنکھیں بند کیں تو پھر وہی منظر سامنے تھا۔ مجھے تعجب اس بات پر ہوا کہ گاڑی کی رفتار کے ساتھ ۳۵ میل کی رفتار سے کوئی آدمی پیدل کیسے چل سکتا ہے مگر جب آنکھیں بند کرتا تو وہی منظر سامنے آجاتا تھا۔

باہر گاڑی رکی اور ہم لوگ اتر کر حضور قبلہ عالم ناقصاں را پیر کاملاں را راہنما، حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہو گئے۔ یہاں آکر میں نے چوہدری صاحب سے درخواست کی کہ حضور داتا صاحب کی زیارت ہو جائے تو میں آپ کو قرآن شریف سناؤں گا۔

بس صاحب! ہم لوگ آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ ایک میدان ہے۔ اس میدان میں ایک درخت ہے۔ درخت کے نیچے چارپائی بچھی ہوئی ہے اور چارپائی پر وہی بزرگ تشریف رکھتے ہیں جو ۳۵ میل کی رفتار سے گاڑی کے ساتھ چل رہے تھے۔ ابھی میں اس حیرانی میں گم ہی تھا کہ میں نے دیکھا بڑے حضرت جی، حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا۔ آؤ...... حضور داتا صاحبؒ کی قدم بوسی کرو۔

سبحان اللہ! کیا نوازش اور اکرام ہے اس بندہ نے حضور داتا صاحبؒ کو سلام کیا اور قدم چومے۔ داتا صاحب نے فرمایا۔ ہم نے سنا ہے تم قرآن بہت اچھا پڑھتے ہو ہمیں بھی سنا دو۔ اور میں نے قرآن پاک کا ایک رکوع

www.ksars.org

سنایا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضور داتا صاحبؒ کو سنا رہا تھا لیکن آواز قبر کے باہر بھی ایسے ہی آ رہی تھی جیسے قبر کے اندر۔ حضور داتا صاحبؒ نے قرآن پاک سن کر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ ہم فاتحہ پڑھ کر واپس ہو گئے۔

حضور مرشد کریم حامل علم الدنی ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے پاس مسلسل چودہ سال گزارے۔ خواجہ صاحب کو حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی جتنی قربت نصیب ہوئی اتنی قربت کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔

پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد میں نے درود خضری پڑھتے ہوئے خود کو سیدنا حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار اقدس میں حاضر پایا اور مشاہدہ کیا کہ حضور اکرم تخت پر تشریف فرما ہیں۔ اس بندے نے حضور کے تخت کے سامنے دوزانو بیٹھ کر درخواست کی:

یا رسول اللہ ﷺ، اے اللہ کے حبیب ﷺ، اے باعث تخلیق کائنات ﷺ، محبوب پروردگار ﷺ، رحمت اللعالمین ﷺ، جن و انس اور فرشتوں کے آقا ﷺ، حامل کون و مکاں ﷺ، مقام محمود کے مکین ﷺ، اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ﷺ، علم ذات کے امین ﷺ، خیر البشر ﷺ، میرے آقا ﷺ! مجھے علم لدنی عطا فرما دیجئے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار، آپ کو حضرت اویس قرنیؓ کا واسطہ، آپ کو حضرت ابو ذر غفاریؓ کا واسطہ، آپ کو آپ کے رفیق حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واسطہ، آپ کو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا واسطہ، آپ کو حضرت فاطمہؓ، علیؓ اور حسینؓ کا واسطہ اپنے اس بندے پر نظر کرم فرما دیجئے اور علم لدنی عطا فرما دیجئے۔

میرے آقا ﷺ! آپ کو قرآن کریم کا واسطہ، آپ کو اسم اعظم کا واسطہ، آپ کو تمام پیغمبروں کا واسطہ، آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واسطہ اور ان کے ایثار کا واسطہ، میرے آقا ﷺ! آپ کے در کا بھکاری ہوں۔ آپ کے علاوہ کون ہے جس کے سامنے دست سوال دراز کروں۔ میں اس وقت تک آپ کے در سے نہیں جاؤں گا جب تک آپ میرا دامن مراد نہیں بھر دیں گے۔ آقا ﷺ! میں غلام ہوں، غلام زادہ ہوں۔ میرے جد امجد حضرت ابو ایوب انصاریؓ پر آپ کی خصوصی شفقت و رحمت کا واسطہ مجھے نواز دیجئے۔

www.ksars.org

دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ فرمایا کوئی ہے؟ دیکھا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ دربار میں آ کر مؤدب ایستادہ ہیں اس طرح جیسے نمازی نیت باندھے کھڑے ہیں۔ حضور بابا جی نے نہایت ادب و احترام سے فرمایا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کا غلام حاضر ہوں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ تم اس کو کس رشتہ سے وراثت دینا چاہتے ہو؟

حضور قبلہ بابا صاحب نے فرمایا۔ یا رسول اللہ ﷺ اس کی والدہ میری بہن ہیں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا۔ خواجہ ابو ایوب انصاریؓ کے بیٹے! ہم تجھے قبول فرماتے ہیں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں حضور قبلہ بابا صاحب کے پہلو میں کھڑا ہوں۔

روح پرور واقعات

ا۔ مرشد کریم جناب خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ العالی کے بے شمار واقعات ہیں۔ انشاء اللہ اگر زندگی نے ساتھ دیا تو ایک مکمل کتاب مرشد کریم پر لکھوں گا۔ فی الحال چند واقعات پیش خدمت ہیں:

حضور خواجہ غریب نوازؒ کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے تقریباً بیس منٹ تک گفتگو فرمائی۔ زباں مبارک سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ میرے لئے مشاہدہ بن جاتے تھے۔

فرمایا انسان چھ شعور اور سات لاشعور سے مرکب ہے۔ سات لاشعور کا تذکرہ قرآن پاک میں سات آسمانوں سے کیا گیا ہے۔ ہر آسمان ایک بساط ہے اور اس میں فرشتے آباد ہیں۔ ملائکہ عنصری، ملائکہ کروبی، ملائکہ سماوی، حاملان عرش۔ یہ سب فرشتوں کے الگ الگ (گروہ) ہیں۔ جنت کی دنیا سے متعلق فرشتوں کا ایک گروہ الگ ہے۔ دوزخ کا تذکرہ آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک لامتناہی وسیع و عریض جگہ ہے۔ وہاں آگ ہے۔ کھولتے ہوئے پانی کے دریا ہیں۔ خون اور پیپ کے بڑے بڑے تالاب ہیں۔ زمانیاں فرشتے جو دوزخ کے انتظام پر مامور ہیں۔ اس قدر ہیبت ناک ہیں کہ آدمی انہیں دیکھ کر سراپا وحشت اور خوف بن جاتا ہے۔ نظر تک دہشتناک خاردار زقوم کے درخت ہیں،

www.ksars.org

بڑے بڑے اژدہے منہ کھولے کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ گھاس ہے لیکن جلی ہوئی اور خشک دوزخ کی زمین پر سنگلاخ چٹانیں ہیں جہاں ڈھونڈنے سے بھی ہریالی نظر نہیں آتی۔ وہاں کی فضا غمگین، اداس اور نوحہ کناں ہے۔ یخ اور ٹھنڈے پانی کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔ یہاں کے ماحول کو کسی ایسی گیس نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے جو آدمی کے دل کی حرکت کے لئے ایک عذاب ہے۔ دم گھٹا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ زمین پر نظر گئی تو وہ تپتے ہوئے تانبے کی طرح محسوس ہوئی۔ اتنی سخت اور گرم کہ تصور سے ہی جسم لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ ایسے ایسے الاؤ روشن ہیں کہ ان کے تصور سے ہی چربی پگھلنے کی چراند آنے لگتی ہے۔ یکایک ذہن کے کسی گوشہ میں یہ خیال آیا کہ دوزخ کے باسی لوگ آخر کس طرح زندگی گزاریں گے۔ خیال کا آنا تھا کہ آہ وبکا، چیخ وپکار اور دلدوز آوازیں کانوں کے پردے سے ٹکرائیں۔ ان آوازوں سے میں بری طرح سہم گیا، پتہ پانی ہو گیا، جگر خون بن گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو بدستور حضور خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں موجود تھا۔ حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ یہ جگہ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جو اپنے رب سے ازل میں کئے ہوئے وعدے سے انحراف کرتے ہیں۔ میں رونے لگا اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے اس عاجز ومسکین کے سر پر دست شفقت رکھا اور تسلی دی۔ کچھ کھانے کو عطا کیا (جو یاد نہیں کیا چیز تھی) اور فرمایا۔ جنت کیا ہے، یہ ان لوگوں کا مقام ہے جو انعام یافتہ ہیں۔

جنت کے خوبصورت اور بلند و بالا دروازے پر رضوان کو کھڑے دیکھا۔ رعنائی حسن کیا بیان کروں! ایسا حسن کہ احاطہ تحریر میں لایا جائے تو نوع انسانی کے لاکھوں سال کے ذخیرہ شدہ الفاظ ختم ہو جائیں اور حسن کا بیان پایہ تکمیل کو نہ پہنچے۔ جنت کے فرشتے رضوان پر نظر پڑی تو کشش حسن سے پورا جسم کانپنے لگا۔

رضوان آگے بڑھا اور مصافحہ کیا۔ قرار آ گیا۔ بولا۔ تم سلطان العارفین خواجہ غریب نواز کے مہمان ہو۔ اندر جاسکتے ہو۔

۲۔ سلسلہ کے ایک دوست قتل کے کیس میں پھنس گئے تھے۔ ان کی روئیداد ان کی زبانی سنئے:

www.ksars.org

میں ایک خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ ہم سات بھائی دو بہنیں والدین کے ہمراہ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مجھ سے تین بڑے بھائیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ دس مرلے کے تین منزلہ بہترین مکان میں ہم سب بڑے آرام و سکون سے رہ رہے تھے۔ جون ۱۹۸۲ء میں میرے ایف ایس سی کے پرچے ہو رہے تھے۔

میں پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے امتحان کی طرف متوجہ تھا۔

۶ جنوری ۱۹۸۲ء کا سورج ہمارے ہنستے بستے گھرانے کی بربادی کا پیغام لے کر طلوع ہوا۔ صبح نو بجے میرے چھوٹے بھائی کی کسی بات پر محلے کے چند لڑکوں سے لڑائی ہو گئی۔ میں انہیں چھڑانے کے لئے گیا تو انہوں نے مجھے زخمی کر دیا۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ شام کو بڑے بھائی کام سے واپس آئے تو ان سے ہماری حالت دیکھی نہ گئی۔ سب سے بڑا بھائی اور والد صاحب شکار کے شوقین تھے وہ اس دن شکار کے سلسلے میں دوسرے شہر میں گئے ہوئے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں شام کو پھر لڑائی ہو گئی اور یہی جھگڑا طوالت اختیار کر گیا۔ مخالفین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہم سب بہت زخمی ہو گئے تھے تو مجھ سے چھوٹے بھائی سے دیکھا نہ گیا اور اس نے مخالفین کو ڈرانے کے لئے ایک شخص کو چھری کے ساتھ شدید زخمی کر دیا۔ یہ سب کچھ اچانک ہوا کہ اس کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ ایسا کر گزرے گا۔ مجھ سے دونوں بڑے بھائی شدید زخمی تھے۔ انہیں ہسپتال لے کر گئے، فریقین اس شخص کو لے کر تھانے پہنچ گئے جو شدید زخمی تھا۔ پولیس نے اقدام قتل کا پرچہ درج کر لیا۔ پرچے میں میرا اور دونوں بڑے بھائیوں کا نام درج تھا۔ جس نے چھری ماری تھی وہ چونکہ نابالغ تھا اس لئے اس کا نام پرچے میں درج نہ کرایا۔ پولیس نے دونوں بڑے بھائیوں کو ہسپتال سے شدید زخمی حالت میں گرفتار کر لیا اور اسی حالت میں تھانے لے جایا گیا۔ میں یہ صورت حال دیکھ کر وہاں سے رفوچکر ہو گیا۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ ہسپتال سے تین کلومیٹر دوڑتا ہوا گھر پہنچا تو میرے والد اور سب سے بڑا بھائی شکار سے واپس آ چکے تھے۔ تمام صورت حال سے انہیں مطلع کیا۔

دوسری صبح سات جون کو صبح نو بجے وہ شخص ہسپتال میں انتقال کر گیا اور پولیس نے قتل کا پرچہ درج کر لیا۔ پولیس میری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ لیکن میں ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتا ہوا جناب چوہدری

www.ksars.org

جلال الدین صاحب کے گھر واقع نیو گارڈن ٹاؤن پہنچا اور ان کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور عرض کیا کہ جیسے بھی ہو سکے حضور خواجہ صاحب کو اطلاع کر دیں کہ ان کا بیٹا ایک ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے۔ کرم فرمایئے۔ چوہدری صاحب نے بذریعہ فون خواجہ صاحب کو کراچی میں تمام صورت سے مطلع فرما دیا۔

چند دن کے بعد میں نے بھی گرفتاری دے دی۔ چند دن تھانے میں رہے اس کے بعد حوالات میں بھیج دیئے گئے۔ دوسرے مہینے ایک بھائی کی ضمانت ہو گئی۔ یہ دیکھ کر مخالفین نے اپنی برادری کے لوگوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی۔ مدعی حضرات کے ساتھ تین سوگھروں پر مشتمل برادری گروپ تھا جو فی گھر پچاس روپیہ ماہانہ چندہ دیتے تھے۔ تقریباً پندرہ ہزار روپے ماہانہ وہ لوگ ہمارے خلاف استعمال کرتے تھے۔ مجھے سخت تشویش ہوئی تو میں نے مرشد کریم قبلہ خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ کو ایک خط روانہ کیا اور تمام صورت حال سے متعلق لکھا، آپ نے اپنے جوابی خط میں فرمایا۔ مرسلہ خط موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ تمام پریشانیوں سے بحفاظت بحال ہو جائیں گے۔ آپ کے لئے برابر دعا کی جا رہی ہے۔ تجویز کردہ وظیفہ جاری رکھا جائے۔ انشاء اللہ العزیز حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا فیض آپ حضرات کو پہنچ چکا ہے جس کے اثرات بہت جلد آپ پر ظاہر ہو جائیں گے۔ دشمنوں کے شر سے گھبرائیں نہیں۔ صرف اور صرف اپنے اللہ کے کرم پر نظر رکھئے۔

جس دن خط ملا اس سے دوسرے دن ۲۷ نومبر کو میری بھی ضمانت ہو گئی۔ اب تو مدعیان کو سخت رنج پہنچا لہٰذا انہوں نے اپنی کارروائی مزید تیز کر دی۔ ہماری ضمانت منسوخ کروانے کے لئے استغاثہ دائر کر دیا۔ میں نے فوراً بذریعہ خط خواجہ صاحب کو مطلع کر دیا۔ حضور خواجہ صاحب نے جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ آپ مطمئن رہیں۔ انشاء اللہ کامیابی آپ کی ہو گی۔ اللہ کے اوپر پورا پورا یقین رکھیں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

حضور مرشد کریم فروری ۱۹۸۳ء کو لاہور تشریف لائے تو مجھ سے خیریت پوچھی اور تسلی و تشفی دی۔ چند دن لاہور میں قیام کے بعد آپ واپس کراچی تشریف لے گئے۔ مخالفین کی سرگرمیاں اور بڑھ گئیں تو میری والدہ بہت پریشان رہنے لگیں اور اکثر روتی رہتی تھیں۔ میں نے جون ۱۹۸۳ء کو مرشد کریم کو خط لکھا اور صورت حال

www.ksars.org

سے آگاہ کیا۔ جوابی خط میں آپ نے فرمایا کہ زندگی میں بعض واقعات ایسے ہو جاتے ہیں جن کا اثر آئندہ مستقبل کی زندگی پر پڑتا ہے اور تکلیفوں کا نعم البدل ہوتے ہیں۔ جو حالات اس وقت در پیش ہیں یہ آزمائشی دور ہے، نہایت صبر و شکر کے ساتھ وت گزار دیں۔ انشاء اللہ بہت جلد ساری صعوبتیں ختم ہو جائیں گی۔ ہم سب آپ کے لئے دعا گو ہیں۔

اس خط کے ملنے کے ساتھ ہی حیران کن صورت حال پیدا ہو گئی۔ آبادی کے سر کردہ لوگوں نے مل کر صلح صفائی کی کوشش شروع کر دی۔ جو ابتداء میں ناکام ہوتی نظر آئیں۔ تو میں نے اس صورت حال سے متعلق خواجہ صاحب کو خط لکھا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ اس مقدمہ سے آپ کی جان چھوٹ جائے گی۔ بس آپ اللہ کے بھروسہ پر روٹین کی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ میاں بہت بڑے کارساز ہیں۔ تمام لوگ اپنی اپنی کوشش کرتے رہے اور بالآخر مرشد کریم کے فرمان کے مطابق ڈیڑھ سال بعد حیران کن صورت حال کے ساتھ اس مقدمہ سے ہم سب باعزت بری ہو گئے۔ مدعیوں کے ساتھ ہماری صلح ہو گئی۔ جس دن عدالت نے ہمیں باعزت بری کیا وہ بہت عجیب دن تھا کہ ہماری جان کے دشمن ہماری رہائی پر ہمیں گلے لگا کر رو رہے تھے اور مبارکباد دے رہے تھے۔ دشمنی دوستی میں تبدیل ہو چکی تھی۔

۳۔ سلسلہ کی ایک خاتون کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا، انہی کی زبانی تحریر ہے۔

یہ جنوری ۱۹۹۱ء کی بات ہے کہ میں سپر ایکسپریس کے ذریعہ کراچی جا رہی تھی۔ راستے میں اچانک میری آنکھ لگ گئی اور میں نے مراقبہ میں دیکھا کہ حضور خواجہ شمس الدین عظیمی تشریف لائے اور فرما رہے ہیں کہ اگلے اسٹیشن پر گاڑی سے اتر جانا۔

میں نے مراقبہ کرنے کے بعد آنکھ کھول دی، اس وقت گاڑی سکھر ریلوے اسٹیشن پر پہنچ چکی تھی۔

www.ksars.org

مرشد کی ہدایت کے پیش نظر میں نے اس ٹرین کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور گاڑی کے رکتے ہی اپنے سامان کو سمیٹ کر نیچے اتر گئی۔ کچھ دیر قیام کے بعد گاڑی روانہ ہو گئی اور میں الوداعی نظروں سے جاتی ہوئی گاڑی کو دیکھ رہی تھی۔ دل عجیب بے چینی کا شکار تھا۔

اور اس کے بعد آنے والی ٹرین کا انتظار کرنے لگی اور سوچوں میں گم وقت گزرتا گیا تو اچانک یہ آواز کان کی سماعت سے ٹکرائی کہ سپر ایکسپریس کا ایکسیڈنٹ سانگی اسٹیشن پر ہو گیا ہے اور سینکڑوں لوگ ہلاک وزخمی ہو چکے ہیں اور ٹرین بری طرح تباہ ہو چکی ہے۔ جب میں دوسری ٹرین کے ذریعہ سانگی سٹیشن پر رکی تو حادثہ کی تباہ حالی کا منظر دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ میں مرشد کریم کی قبل از وقت وارننگ کی وجہ سے محفوظ رہی۔ ورنہ میرا حال بھی ان لوگوں سے مختلف نہ ہوتا۔ جو اس ٹرین میں سوار تھے۔ خاص طور پر جس بوگی میں، میں سوار تھی سب سے زیادہ خراب حالت اسی بوگی کی تھی۔

اقوال وارشادات

۱۔ آپس میں محبت سے رہو۔ اپنے اندر محبت پیدا کرو۔

۲۔ اللہ کی مخلوق سے محبت کے ساتھ پیش آ ؤ۔ ایسی محبت کے ساتھ جو ماماتا کی طرح ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرح محبت کرو۔

۳۔ جو اپنے لئے چاہو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو۔

۴۔ ہمارا ہر بھائی سکون کی دولت سے مالا مال ہو۔ اللہ ہم کو دیکھے اور ہم اللہ کو دیکھیں۔

۵۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر کہیں السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ حضور جواب میں وعلیکم السلام یا امتی کہیں۔

www.ksars.org

۶۔ اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا رازق سمجھو۔ اس سے اس یقین کے ساتھ مانگو جیسے بچہ اپنی ماں سے مانگتا ہے تو ماں اپنی مامتا سے مجبور ہو کر اپنے بچے کی خواہش کو پورا کرتی ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کو دور نہ جانو وہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے۔ عرش پر تلاش نہ کرو۔ اپنے اندر تلاش کرو۔ اگر تم اکیلے ہو تو دوسرا اللہ ہے اگر تم دو ہو تو تمہارے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی پیدا کرو کیونکہ اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔

۹۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو مت۔ اللہ تعالیٰ کو محبت سے پہچانو۔ کیونکہ اللہ محبت ہے اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

۱۰۔ سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے اور روح کے عرفان کے بغیر سکون ممکن نہیں۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کی قربت اور روح کا عرفان حاصل کرنے کا بہترین اور آسان طریقہ مراقبہ ہے۔ مراقبہ حضور کی پہلی سنت ہے۔

۱۲۔ شک کو دل میں جگہ نہ دو کیونکہ شک شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ جس کے ذریعہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتا ہے۔

۱۳۔ ہر بندے کا اللہ کے ساتھ محبوبیت کا رشتہ قائم ہے، ایسی محبوبیت کا رشتہ جس میں بندہ اپنے اللہ کے ساتھ راز و نیاز کرتا ہے۔

۱۴۔ انسان کا اصل جسم روح ہے۔ روح بھی دو رخ پر قائم ہے۔ ایک رخ روح کا مظاہرہ یعنی جسم مثالی Aura اور دوسرا رخ خود روح ہے۔

www.ksars.org

۱۵۔ ہر چیز جس کا وجود اس دنیا میں ہے یا آئندہ ہو گا وہ کہیں پہلے سے موجود ہے یعنی دنیا میں کوئی چیز اس وقت تک موجود نہیں ہو سکتی جب تک وہ پہلے سے موجود نہ ہو۔

۱۶۔ راسخ العلم لوگوں کے ذہن میں یقین کا ایسا پیٹرن بن جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ہر عمل اور زندگی کی ہر حرکت ہر ضرورت اللہ کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ ہمارے لئے اللہ نے جو نعمتیں مخصوص کر دی ہیں وہ ہمیں ہر حال میں میسر آئیں گی اور یہ یقین ان کے اندر استغنا پیدا کر دیتا ہے۔ استغنا بغیر یقین کے پیدا نہیں ہوتا اور یقین کی تکمیل بغیر مشاہدے کے نہیں ہوتی اور جس آدمی کے اندر استغنا نہیں ہوتا اس وقت کا تعلق اللہ سے کم اور مادی دنیا (اسفل) سے زیادہ رہتا ہے۔ عمل کرنے سے پہلے انسان کی نیت میں جو کچھ ہوتا ہے وہی خیر یا شر ہے۔

۱۷۔ برائی یا بھلائی کا جہاں تک تعلق ہے کوئی عمل دنیا میں برا ہے نہ اچھا ہے۔ دراصل کسی عمل میں معنی پہنانا اچھائی یا برائی ہے معانی پہنانے سے مراد نیت ہے۔ عمل کرنے سے پہلے انسان کی نیت میں جو کچھ ہوتا ہے، وہی خیر یا شر ہے۔

روحانی توجیہہ

مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے فرمایا کہ جو نعمتیں اللہ نے ہمارے لئے مخصوص کر دی ہیں وہ ہمیں ہر حال میں میسر آئیں گی اور یہ یقین انسان کے اندر استغنا پیدا کر دیتا ہے۔

استغنا کی روحانی توجیہہ ایسے بیان فرمائی ہے۔

غور و فکر کیا جائے تو سوچنے اور سمجھنے کے کئی رخ متعین ہوتے ہیں۔ تفصیل میں جانے کے بجائے ہم دو رخ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو علمی اعتبار سے مستحکم ذہن ہیں یعنی ایسا ذہن رکھتے ہیں جس میں شک و شبہ کی

www.ksars.org

گنجائش نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز اس کی دنیا میں کوئی بھی حیثیت ہو، چھوٹی ہو یا بڑی، راحت ہو یا تکلیف سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کے مشاہدے میں یہ بات آجاتی ہے کہ کائنات میں جو کچھ موجود ہے جو ہو رہا ہے جو ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے۔ اس کا براہ راست تعلق اللہ کی ذات سے ہے یعنی جس طرح اللہ کے ذہن میں کسی چیز کا وجود ہے اسی طرح اس کا مظاہرہ ہوتا ہے فلسفیانہ طرز فکر کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اس بات کو چند مثالوں میں پیش کرتے ہیں۔

زندگی کا ہر عمل اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ اس حیثیت میں معانی پہنانا دراصل طرز فکر میں تبدیلی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز جس کا وجود اس دنیا میں ہے یا آئندہ ہوگا وہ کہیں پہلے سے موجود ہے یعنی دنیا میں کوئی چیز اس وقت تک موجود نہیں ہو سکتی جب تک وہ پہلے سے موجود نہ ہو کوئی بھی آدمی اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے کہیں موجود ہوتا ہے۔ آدمی کی زندگی کے نشیب و فراز، دن اور ماہ و سال کے وقفے پہلے سے ایک فلم کی صورت میں ریکارڈ ہیں اس فلم کو ہم کائناتی فلم یا "لوح محفوظ" کہتے ہیں۔

ایک آدمی جب عاقل بالغ اور باشعور ہوتا ہے تو اسے زندگی گزارنے کے لئے وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے اور وسائل کو حاصل کرنے کے لئے روپیہ پیسہ ایک میڈیم کی حیثیت رکھتا ہے۔ بات کچھ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کے لئے پیدا کرنے والی ہستی نے ایک لاکھ روپے متعین کر دیئے۔ اس طرح جیسے ایک لاکھ روپے کسی بینک میں جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ وسائل کو استعمال کرنے کے لئے آدمی کوشش اور جدوجہد کرتا ہے۔ کوشش اور جدوجہد جیسے جیسے کامیابی کے مراحل طے کرتی ہے اس کو روپیہ ملتا رہتا ہے اور ضرورت پوری ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ اگر کائناتی فلم (لوح محفوظ) میں وسائل کا ریکارڈ اور زر مبادلہ متعین نہ ہو تو ڈسپلے (Display) ہونے والی فلم نامکمل رہتی۔ ایک آدمی کے نام سے بینک میں کروڑوں روپے کا زر مبادلہ موجود ہے لیکن وہ اسے نہ استعمال کرتا ہے اور نہ ہی اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ زر مبادلہ اس کے کام نہیں آتا۔

www.ksars.org

ایک طرز فکر یہ ہے کہ آدمی باوجود اس کے کہ ضمیر ملامت کرتا ہے، اپنی روزی حرام طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ رزق حلال سے بھی دو روٹی کھاتا ہے اور رزق حرام سے بھی وہ شکم سیری کرتا ہے لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ اس دنیا میں اسے جو کچھ مل رہا ہے وہ پہلے سے فلم کی صورت میں موجود ہے۔

ایک آدمی محنت مزدوری کر کے ضمیر کی روشنی میں روپیہ حاصل کرتا ہے۔ دوسرا آدمی ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے روپیہ حاصل کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اسے وہ ہی روپیہ مل رہا ہے جو لوح محفوظ پر اس کے لئے جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے اور انتہائی درجہ نادانی ہے کہ ایک آدمی اپنی ہی حلال چیز کو حرام کر لیتا ہے۔

راسخ فی العلم لوگوں کے ذہن میں یقین کا ایسا پیٹرن بن جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ہر عمل اور زندگی کی ہر حرکت، ہر ضرورت اللہ کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں یہی پیغمبروں کی طرز فکر ہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ ہمارے لئے اللہ نے جو نعمتیں مخصوص کر دی ہیں وہ ہمیں ہر حال میں میسر آئیں گی اور یہ یقین ان کے اندر استغناء کی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ قلندر بابا اولیاء کا ارشاد ہے کہ استغناء بغیر یقین کے پیدا نہیں ہوتا اور یقین کی تکمیل بغیر مشاہدے کے نہیں ہوتی اور جس آدمی کے اندر استغناء نہیں ہوتا اس آدمی کا تعلق اللہ سے کم اور مادی دنیا (اسفل) سے زیادہ رہتا ہے۔

روحانیت ایسے اسباق کی دستاویز ہے جن اسباق میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ سکون کے لئے ضروری ہے کہ قادر مطلق ہستی پر توکل ہو اور توکل کو مستحکم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر استغناء ہو۔ استغناء کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر ایمان ہو اور ایمان کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر وہ نظر کام کرتی ہو جو نظر غیب میں دیکھتی ہے۔ بصورت دیگر کبھی کسی بندے کو سکون میسر نہیں آسکتا۔ آج کی دنیا میں عجیب صورت حال ہے کہ ہر آدمی دولت کے انبار اپنے گرد جمع کرنا چاہتا ہے اور یہ شکایت کرتا ہے کہ سکون نہیں ہے، سکون کوئی عارضی چیز نہیں ہے۔ سکون ایک کیفیت کا نام ہے جو یقینی ہے اور جس کے اوپر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔

www.ksars.org

ایسی چیزوں سے جو عارضی ہیں فانی ہیں اور جن کے اوپر ہماری ظاہری آنکھوں کے سامنے بھی موت وارد ہوتی رہتی ہے۔ ان سے کس طرح سکون مل سکتا ہے۔ استغناء ایک ایسی طرز فکر ہے جس میں آدمی فانی اور مادی چیزوں سے ذہن ہٹا کر حقیقی اور لافانی چیزوں میں تفکر کرتا ہے۔ یہ تفکر جب قدم قدم چلا کر کسی بندے کو غیب میں داخل کر دیتا ہے تو سب سے پہلے اس کے اندر یقین پیدا ہوتا ہے جیسے ہی یقین کی کرن دماغ میں پھوٹتی ہے وہ نظر کام کرنے لگتی ہے جو غیب کا مشاہدہ کرتی ہے۔ غیب میں مشاہدے کے بعد کسی بندے پر جب یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ ساری کائنات کی باگ ڈور ایک واحد ہستی کے ہاتھ میں ہے تو اس کا تمام تر ذہنی رجحان اس ذات پر مرکوز ہو جاتا ہے اور اس مرکزیت کے بعد استغناء کا درخت آدمی کے اندر شاخ در شاخ پھیلتا رہتا ہے۔

کائنات کی تمام حرکات و سکنات ایک فلم کی صورت میں ریکارڈ ہیں جس جس طرح اس فلم میں کائناتی مظاہر کے نقوش موجود ہیں اس طرح بے شمار کہکشانی نظاموں میں نشر ہو رہے ہیں۔ بات جدوجہد کوشش اور اختیار کی ہے اگر جدوجہد اور کوشش نہیں کی جاتی تو زندگی میں خلا واقع ہو جاتا ہے۔ یہ عمل انفرادی اور قومی دونوں صورتوں میں ازل تا ابد جاری ہے۔

اللہ کا قانون ہے کہ جب کوئی بندہ جدوجہد اور کوشش کرتا ہے اور اس جدوجہد اور کوشش کا ثمر کسی نہ کسی طرح اللہ کی مخلوق کے کام آتا ہے تو وسائل میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ زمین پر اللہ نے جتنی بھی اشیاء تخلیق کی ہیں ان کے اندر بے شمار صلاحیتیں چھپی ہوئی ہیں۔ کوشش سے جب ان اشیاء کے اندر صلاحیتوں کو متحرک کر دیا جاتا ہے یا ان اشیاء میں محفوظ مخفی صلاحیتوں کا کھوج لگا لیا جاتا ہے تو ایجادات کے بے شمار راستے کھل جاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے لوہا تخلیق کیا۔ من حیث القوم یا انفرادی طور پر جب لوہے کی صفات اور لوہے کے اندر کام کرنے والی صلاحیتوں کا سراغ لگایا جاتا ہے تو لوہا ایک ایسی چیز بن کر سامنے آتا ہے جس میں لوگوں کے لئے بے شمار فائدے ہیں۔ آج کی سائنس اس کا کھلا ثبوت ہے سائنسی ترقی میں مشکل سے کوئی ایسی چیز ملے گی جس میں کسی نہ کسی طرح لوہے کا عمل دخل نہ ہو۔

www.ksars.org

صورت حال کچھ یوں بنی کہ لوح محفوظ میں انفرادی زندگی بھی نقش ہے اور قومی زندگی بھی انفرادی حدود میں کوئی بندہ جب کوشش اور جدوجہد کرتا ہے تو اس کے اوپر انفرادی فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔ قومی اعتبار سے ایک دو چار دس بندے جب کوشش کرتے ہیں تو اس جدوجہد اور کوشش سے پوری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اللہ کہتا ہے۔"میں ان قوموں کی تقدیریں نہیں بدلتا جو قومیں خود اپنی حالت بدلنا نہیں چاہتیں۔ "

لوح محفوظ پر یہ بات بھی نقش ہے کہ جو قومیں خود اپنی حالت بدلنے کے لئے کوشش کرتی ہیں ان کو ایسے وسائل مل جاتے ہیں جن سے وہ معزز اور محترم بن جاتی ہیں۔ اور جو قومیں اپنی تبدیلی نہیں چاہتیں وہ محروم اور ذلیل زندگی گزارتی ہیں۔

لوح محفوظ پر لکھے ہوئے نقوش یہ ہیں:

بندہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات کو اگر صحیح سمتوں میں استعمال کرتا ہے تو اچھے نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔ اگر غلط طرزوں میں استعمال کرتا ہے تو منفی نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اللہ کے عطا کردہ اختیارات کو اس طرح استعمال کرے کہ جس سے اس کی اپنی فلاح اور اللہ کی مخلوق کی فلاح کا سامان میسر ہو۔ انفرادی فلاح اللہ کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی اس لئے کہ اللہ خالق ہے، رب ہے اور ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے انعامات اور اکرامات اور اللہ کے پیدا کئے ہوئے وسائل سے ساری مخلوق فائدہ اٹھائے۔ مختصراً اس بات کو اس طرح سمجھا جائے کہ یہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب لوح محفوظ میں ریکارڈ ہے اس فلم میں قوموں کا عروج وزوال بھی لکھا ہوا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ قومیں اگر ان صحیح طرزوں میں عملی زندگی بسر کریں گی تو ان کو عروج نصیب ہو گا اور اگر غلط طرزوں میں عملی زندگی بسر کریں گی تو غلام بنا دی جائیں گی۔

www.ksars.org

حضرت بہاؤالدین زکریا سہر وردیؒ

حالات زندگی

ولادت......بمقام ملتان ۵۶۵ھ

وفات......بمقام ملتان ۶۶۶ھ

حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کا وطن مکہ مکرمہ ہے۔ قبیلہ ہبادی اسدی (قریشی) ہے۔ یہ قبیلہ دوسری صدی ہجری میں مکہ سے خوارزم آیا، پھر وہاں سے ملتان آکر آباد ہوا۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہ العزیز کے جد بزرگوار کا نام حضرت کمال الدین علی شاہ تھا۔ ان کے فرزند وجیہہ الدین محمد ملتان میں تولد ہوئے، جن کی شادی مولانا حسام الدین ترمذی کی لڑکی سے ہوئی۔ مولانا حسام الدین تاتاریوں کے حملہ کی وجہ سے ملتان کے نواحی قلعہ کو در میں متوطن تھے۔ مولانا وجیہہ الدین بھی خسر کے ساتھ قلعہ کو در ہی میں رہنے لگے اور یہیں حضرت بہاؤ الدین زکریا کی ولادت باسعادت ہوئی۔

بارہ سال کے ہوئے تو والد بزرگوار عالم جاودانی کو سدھارے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد کلام پاک کا حفظ کرنا شروع کیا۔ ساتوں قراتوں کے ساتھ حفظ کر چکے تو مزید تعلیم کے لئے خراسان کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ یہاں پہنچ کر سات سال تک بزرگان دین سے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کرتے رہے۔ وہاں سے بخارا جا کر علم میں کمال حاصل کیا۔ ان کے اوصاف پسندیدہ اور خصائل حمیدہ کی وجہ سے بخارا کے لوگ ان کو بہاؤ الدین فرشتہ کہا کرتے تھے۔ یہاں آٹھ سال تک تحصیل علم کرتے رہے، پھر بخارا سے حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ گئے۔ وہاں سے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پانچ سال جوار رسول ﷺ میں زندگی بسر کی۔ اس مدت میں

www.ksars.org

مولانا کمال الدین محمد سے جو اپنے عہد کے جلیل القدر محدث تھے، حدیث پڑھی۔ مولانا کمال الدین محمد نے ترپین سال تک مجاور کی حیثیت سے حرم نبوی کی خدمت کی۔ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ نے حدیث کی تعلیم سے فراغت کے بعد روضہ اقدس کے پاس تزکیہ قلب اور تصفیہ باطن کے لئے مجاہدہ شروع کیا، پھر وہاں سے چل کر بیت المقدس پہنچے اور وہاں سے بغداد تشریف لے گئے۔

بغداد میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہر وردی قدس سرہ العزیز کی صحبت سے فیض یاب ہو کر خرقہ خلافت پایا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ نے اپنے مرشد کے پاس صرف سترہ روز قیام فرمایا تھا کہ ان کو پیر دستگیر کی طرف سے ساری روحانی نعمتیں مل گئیں اور خرقہ خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے۔ اس سے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہر وردیؒ کے مریدوں کے دل میں رشک پیدا ہوا اور شیخ سے شکوہ بھی کیا مگر شیخ نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ تم تر لکڑیوں کے مانند ہو، جن میں آگ مشکل اور دیر سے لگ سکتی ہے۔ بہاؤالدین زکریا خشک لکڑی کے مانند تھے، جس پر آگ جلد اثر کرتی ہے۔

خرقہ خلافت پانے کے بعد حکم ملا کہ ملتان واپس جا کر قیام کرو اور وہاں کے باشندوں کو فیض پہنچاؤ۔ حضرت جلال الدین تبریزی بھی شیخ الشیوخ کے ساتھ مقیم تھے۔ جب حضرت بہاؤالدین زکریا بغداد سے رخصت ہونے لگے تو غایت محبت میں وہ بھی اپنے پیر سے اجازت لے کر ان کے ساتھ ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب دونوں بزرگ نیشاپور پہنچے تو شیخ جلال الدین تبریزی، حضرت شیخ فرید الدین عطار کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ ملاقات کے بعد واپس ہوئے تو حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے ان سے دریافت کیا کہ آج کی سیر میں درویشوں میں کس کو سب سے بہتر پایا۔ بولے شیخ فرید الدین عطار کو حضرت بہاؤ الدین زکریا نے پوچھا کہ ان سے کیا کیا صحبت رہی۔ جواب دیا کہ مجھ کو دیکھتے ہی انہوں نے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کا کہاں سے آنا ہوا۔ میں نے عرض کی کہ خطہ بغداد سے آیا ہوں۔ پھر استفسار کیا کہ وہاں کون درویش مشغول بحق ہے۔ میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے حضرت جلال الدین تبریزی سے پوچھا کہ اپنے مرشد شیخ شہاب الدین سہر وردیؒ کا ذکر کیوں نہ کیا۔ جواب دیا کہ شیخ فرید الدین کی عظمت میرے دل پر ایسی چھائی ہوئی تھی کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہر وردیؒ کو بھول گیا۔ یہ سن کر شیخ

www.ksars.org

بہاؤالدین زکریا کو بہت ملال ہوا اور وہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ سے علیحدہ ہو کر ملتان چلے آئے اور حضرت جلال الدین تبریزی خراسان جاکر مقیم ہوئے۔

ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کے فیوض و برکات کے انوار سے منور ہو گیا۔

رشد وہدایت عوام وخواص دونوں کے لئے تھی اور وہ دونوں طبقوں کو اپنی ذات بابرکت سے فیض پہنچانے کی کوشش کی۔

روح پرور واقعات

اس وقت ملتان کا حکمران ناصر الدین قباچہ تھا، جو سلطان شمس الدین التمش کا حریف بھی تھا، حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کا قلبی رجحان سلطان التمش کی طرف تھا، وہ اپنے زہد و تقویٰ دینداری اور شریعت کی پاسداری کے لحاظ سے اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ ناصر الدین قباچہ نے سلطان التمش کی بڑھتی ہوئی سطوت و قوت کو دیکھ کر اس کے خلاف معاندانہ سازش شروع کی۔ اس کو ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی اور خود شیخ بہاؤ الدین زکریا نے پسند نہ کیا۔ قاضی شرف الدین اصفہانی بہت ہی متدین عالم تھے، انہوں نے دین کی فلاح اسی میں سمجھی کہ سلطان التمش کو قباچہ کی سازش سے مطلع کر دیں۔ شیخ بہاؤالدین زکریا نے بھی ان کی حمایت کی اور دونوں نے علیحدہ علیحدہ سلطان التمش کو خطوط لکھے مگر دونوں مکتوب قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے۔ قباچہ ان کو پڑھ کر بہت مشتول ہوا اور ایک ماتحت کے ذریعہ دونوں کو طلب کیا۔ جب وہ دونوں مجلس میں تشریف لے گئے تو قباچہ نے شیخ بہا ؤالدین زکریا کو اپنی داہنی جانب بٹھایا اور قاضی شرف الدین اصفہانی کر اپنے مقابل بیٹھنے کا حکم دیا اور ان کا خط ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ قاضی شرف الدین اصفہانی نے خط پڑھ کر خاموشی اختیار کی۔ قباچہ نے جلاد کو حکم دیا کہ اسی وقت وہ تہ تیغ کر دیئے جائیں۔ جلاد نے آگے بڑھ کر سر قلم کر دیا۔ جب شیخ بہاؤالدین زکریا کے ہاتھ میں ان کا مکتوب دیا گیا تو

www.ksars.org

انہوں نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ بے شک یہ خط میرا ہے، مگر میں نے حق تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے۔ یہ سن کر قباچہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے معذرت کر کے شیخ بہاؤالدین زکریا کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

مگر خلق اللہ کی خاطر شاہی حکام کے ساتھ اشتراک عمل کرنے میں بھی دریغ نہ فرماتے۔ ملتان میں ایک بار سخت قحط پڑا، والی ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی۔ شیخ بہاؤالدین زکریا نے غلہ کی ایک بڑی مقدار اپنے ہاں سے اس کے پاس بھیجی۔ جب غلہ اس کے پاس پہنچا تو اس کے انبار سے نقرئی سکے کے سات کوزے بھی نکلے۔ والی ملتان نے شیخ کو اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو پہلے سے معلوم تھا لیکن غلہ کے ساتھ اسے بھی ہم نے بخشا۔

شیخ بہاؤالدین زکریا کی خانقاہ میں طرح طرح کے کھانے پکتے تھے مگر شیخ کو ان نعمتوں سے کھانے میں اسی وقت لذت ملتی جب وہ مہمانوں، مسافروں اور درویشوں کے ساتھ مل کر کھاتے، جو شخص کھانا رغبت سے کھاتا تھا، اس کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ فقراء کی ایک بڑی جماعت دستر خوان پر شریک تھی۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے ہر فقیر کے ساتھ ایک ایک لقمہ کھایا۔ ایک فقیر کو دیکھا تو روٹی شوربے میں بھگو کر کھا رہا ہے۔ فرمایا سبحان اللہ، ان سب فقیروں میں فقیر خوب جانتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے نان تر کو اور کھانوں پر وہی فضیلت ہے جو فضیلت مجھ کو انبیاء پر ہے اور عائشہ کو تمام دنیا کی عورتوں پر ہے۔

شیخ کو کبھی دولت کی کمی محسوس نہ ہوئی مگر وہ خود اس سے ہمیشہ مستغنی و بے نیاز رہے۔ ایک روز خادم سے فرمایا کہ جاؤ جس صندوقچہ میں پانچ ہزار دینار سرخ رکھے ہیں، اس کو اٹھا لاؤ۔ خادم نے ہر چند تلاش کیا مگر صندوقچہ کہیں نہ ملا، وہ مایوس ہو کر واپس آیا اور شیخ کو اطلاع دی۔ کچھ تامل کے بعد فرمایا الحمدللہ! تھوڑی دیر کے بعد خادم پھر آیا اور صندوقچہ کے مل جانے کی اطلاع دی، پھر الحمد اللہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ حاضرین نے عرض کی کہ حضرت نے صندوقچہ گم ہونے پر بھی الحمد اللہ فرمایا اور مل جانے پر بھی۔ اس میں کیا حکمت تھی۔ ارشاد فرمایا کہ فقیروں کے لئے دنیا کا وجود اور عدم دونوں برابر ہیں، ان کو کسی چیز کے آنے پر خوشی ہوتی ہے اور نہ اس کے جانے کا غم ہوتا ہے اور تمام دینار حاجت مندوں میں تقسیم کرا دیئے۔

www.ksars.org

مزاج میں حلم وبردباری بہت تھی۔ ایک روز خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ ولق پوش قلندروں کی ایک جماعت پہنچی، اور ان سے مالی مدد کی خواستگار ہوئی۔ انہوں نے اس جماعت سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ اس پر قلندروں نے گستاخی شروع کر دی اور اینٹ پتھر سے ان کو مارنے لگے۔ حضرت شیخ نے خادم سے فرمایا کہ خانقاہ کا دروازہ بند کر دو۔ جب دروازہ بند ہو گیا تو قلندروں نے دروازہ پر پتھر مارنے شروع کئے۔ حضرت شیخ نے کچھ تامل کے بعد خادم سے فرمایا۔ دروازہ کھول دو میں اس جگہ شیخ شہاب الدین عمر سہر وردی قدس سرہ کا بٹھایا آیا ہوں۔ خود سے نہیں بیٹھا ہوں۔ خادم نے دروازہ کھول دیا۔ اس وقت قلندر نادم ہوئے اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔

غایت تواضع میں اپنی تعظیم و تکریم پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار خانقاہ میں کچھ مرید حوض کے کنارے وضو کر رہے تھے، حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ان کے پاس پہنچ گئے۔ مریدوں نے وضو ختم نہیں کیا تھا کہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور سلام عرض کیا، مگر ایک مرید نے وضو تمام کر کے مراسم تعظیم ادا کئے۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ نے فرمایا۔ تم سب درویشوں میں افضل اور زاہد ہو۔

مگر وہ خود دوسروں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ جب وارد ہندوستان ہوئے اور ملتان آکر ٹھہرے، حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ان سے تعظیم و محبت اور شفقت سے ملے اور اصرار کر کے کچھ دنوں ان کو اپنے ہاں روکا۔ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بھی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی بڑی قدر کرتے تھے چنانچہ جب معتقدین نے ان کو ملتان میں قیام کرنے کی دعوت دی تو فرمایا کہ ملتان کی سرزمین پر شیخ بہاؤالدین کا قبضہ اور سایہ کافی ہے۔ یہاں ان ہی کی حمایت تم لوگوں کے ساتھ رہے گی۔

ایک موقع پر حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے ساتھ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ نے عزت و احترام کا جو نمونہ پیش کیا تھا اس کا ذکر بادہ تصوف کے سرشاروں کے لئے بہت ہی خمار آگیں ہے۔ کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نیشاپور میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ سے علیحدہ ہو کر خراسان چلے گئے تھے، کچھ عرصہ کے بعد دہلی تشریف لائے، سلطان التمش ان کی عظمت اور بزرگی کی شہرت پہلے سے سن چکا تھا چنانچہ جب وہ دہلی کے قریب پہنچے تو

www.ksars.org

سلطان نے علماء مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کے باہر جا کر ان کا استقبال کیا اور ان کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر آیا اور ان کو آگے کر کے خود پیچھے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ تعظیم و تکریم شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو پسند نہ آئی۔ ان کے دل میں حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی طرف سے رشک و حسد کی آگ بھڑک اٹھی مگر اس کا اظہار نہیں کیا اور سلطان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ اس کی)یعنی نجم الدین صغریٰ(قیام گاہ کے قریب ہی فروکش ہوں اور قیام کے لئے ایک مکان تجویز کیا۔ جو بیت الجن کے نام سے مشہور تھا۔ سلطان نے اپنے عزیز اور محبوب کو جنوں کے مکان میں ٹھہرانا پسند نہ کیا۔ مگر نجم الدین صغریٰ نے کہا کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ کامل درویش ہوں گے تو مکان خود جنات سے پاک ہو جائے گا اور اگر ناقص ہوں گے تو اپنی فریب دہی کی سزا پائیں گے۔ یہ گفتگو بالکل علیحدہ ہوئی تھی کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے خود اس مکان میں رہنے کا اعلان کر دیا۔ جب وہ اس مکان میں داخل ہوئے تو ان کے قدم کی برکت سے مکان تمام بلاؤں سے پاک ہو گیا اور ان کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا۔ دوسرے روز خواجہ بختیار کاکیؒ کی ملاقات کے لئے شہر کی تنگ گلیوں میں سے ہو کر چلے۔ حضرت بختیار کاکیؒ کو کشف ہوا کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ ان سے ملنے آرہے ہیں تو وہ خود گلیوں میں ہوتے ہوئے ان کے استقبال کو بڑھے۔ راستہ میں قرآن السرین واقع ہوا، جس وقت حضرت خواجہ جلال الدین تبریزیؒ خواجہ بختیارؒ کے ہمراہ ان کی خانقاہ میں پہنچے اس وقت یہاں مجلس سماع ہو رہی تھی فقراء جمع تھے۔ اس بیت پر خواجہ صاحب کو وجد آگیا۔

در میکدہ وحدت ایثار نمی گنجد

دو عالم یکرنگی اغیار نمی گنجد

سلطان التمش حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے ساتھ مرشد کا یہ لگاؤ دیکھ کر ان کا اور بھی معتقد ہو گیا۔ اس سے نجم الدین صغریٰ کا حسد اور زیادہ بڑھا۔ ایک روز موسم بہار میں سلطان التمش نے فجر کی نماز سے پہلے نجم الدین صغریٰ کو اپنے محل میں لے گیا اور ان کو امام بنایا۔ نماز شاہی محل کی چھت پر ہوئی۔ چھت کے سامنے حضرت جلال الدین تبریزی کی قیام گاہ تھی۔ وہ صبح نماز سے فراغت کے بعد صحن خانہ میں چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے اور ایک

www.ksars.org

ملازم جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت بھی عطا کیا تھا، ان کے پاؤں دبا رہا تھا۔ نجم الدین کو خیال ہوا کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نماز سے غافل ہو کر محو استراحت ہیں، اس وقت سلطان کا ہاتھ پکڑ کر کہا آپ ایسے ہی دنیا پرست درویشوں کے معتقد ہیں، یہ سونے کا کون سا وقت ہے اور صاحب جمال غلام بھی پاس بیٹھا ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزیؒ کو نور باطن سے نجم الدین صغریٰ کی بدگمانی معلوم ہو گئی۔ اسی وقت اٹھے اور صحن خانہ میں سلطان کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ سلطان نادم ہوا اور نجم الدین صغریٰ سے کہنے لگا کہ شیخ الاسلام ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ تم کو نیک و بد کی بھی پہچان نہیں مگر نجم الدین صغریٰ شرمندہ ہونے کی بجائے اندرونی طور پر زیادہ برہم ہو گئے اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے ساتھ پرخاش بہت زیادہ بڑھ گئی اور شہر کی ایک حسین و جمیل مطربیہ کو پانچ سو اشرفیاں دینے کا وعدہ کر کے آمادہ کیا کہ وہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ پر فسق و زنا کا الزام لگائے۔ مطربیہ نے سلطان کے پاس جا کر حضرت جلال الدین تبریزیؒ کا مہتم کیا۔ سلطان سن کر ششدر ہو گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ جھوٹا الزام ہے اور مطربہ کو اس کی دروغ گوئی کی پوری سزا دے سکتا تھا۔ لیکن قانون کی وجہ سے معذور تھا۔ مدعیہ خود اپنے بیان سے واجب التعزیر فاحشہ ثابت ہو رہی تھی مگر حضرت جلال الدین تبریزیؒ پر بغیر شہادت کے تہمت زنا ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ مدعیہ کا اتنا بیان کافی نہ تھا لیکن اس کا مقدمہ سامنے آجانے کے بعد اس کی شرعی تحقیقات بھی ضروری تھی۔ اس لئے سلطان نے مشورے کے بعد ایک محضر طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ محضر میں شرکت کے لئے ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ نے بھی اس دعوت کو قبول کیا اور دہلی تشریف لائے۔ اس محضر میں دو سو صرف اولیائے کرام شریک ہوئے۔ محضر جامع مسجد میں منعقد ہوا۔

شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی کشیدگی کا علم تھا چنانچہ وہ ان دونوں کی اس کشیدگی اور ناراضی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ شیخ الاسلام کی حیثیت سے انہوں نے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کو ہی حکم مقرر کیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مطربہ پیش کی گئی۔ حضرت جلال الدین تبریزیؒ کو بھی طلب کیا گیا۔ جس وقت وہ مسجد کے دروازے پر پہنچے، سارے علماء و اولیاء ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے اپنی جوتیاں اتاریں تو حضرت شیخ بہاؤ

www.ksars.org

الدین زکریاؒ نے بڑھ کر ان کی جوتیاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ سلطان التمش بہت متاثر ہوا کہ ایک جلیل القدر حاکم اپنے سامنے پیش ہونے والے ملزم کی ایسی توقیر و عظمت کر رہا ہے جو حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے معصوم ہونے کی دلیل ہے اور تحقیقات کی کارروائی روک دینا چاہی مگر حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے فرمایا۔

"میرے لئے فخر کی بات ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے پاؤں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں۔ کیونکہ وہ میرے مرشد شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے ساتھ سات سال تک سفر و حضر میں رہے لیکن شاید شیخ الاسلام نجم الدین کے دل میں یہ خیال ہو کہ بہاؤالدین نے شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی تعظیم کر کے ان کے عیب پر پردہ ڈال دیا ہے تو یہ اہل اللہ پر بخوبی روشن ہے کہ حضرت جلال الدین سے ایسے فعل شفیع کا واقع ہونا محال ہے لیکن پھر بھی دلائل بعینہ کا اظہار ضروری ہے۔ اس لئے مدعیہ مطربہ کو سامنے لاؤ۔"

چنانچہ مطربہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کے سامنے لائی گئی مگر اس پر ایسا رعب طاری ہو گیا کہ اس نے تہمت ثابت کرنے کی بجائے شروع سے آخر تک صحیح واقعہ بیان کر دیا کہ نجم الدین صغریٰ نے اس کو طمع دلا کر حضرت جلال الدین تبریزیؒ پر الزام رکھنے کے لئے آمادہ کیا تھا۔ اس سازش کے افشاء پر نجم الدین صغریٰ ایسے ذلیل و پشیمان ہوئے کہ مجلس ہی میں غش آ گیا اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی معصومیت ثابت ہو گئی۔ سلطان التمش نے اس کذب و بہتان کی سزا میں نجم الدین کو شیخ الاسلام کے عہدہ سے برطرف کر کے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ سے یہ عہدہ قبول کرنے کی استدعا کی۔ انہوں نے قبول فرمایا اور ایک مدت تک شیخ الاسلام کا عہدہ ان کے خاندان میں جاری رہا۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کے صحیفہ کمال میں جود و سخا کی بھی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ ایک بار ان کے معتقدوں اور مریدوں کا جہاز غرق ہو رہا تھا۔ غایت اضطراب میں انہوں نے حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدینؒ سے روحانی استدعا چاہی اللہ جل شانہ کی قدرت سے وہ جہاز محفوظ رہ گیا۔ جہاز پر موتی اور جواہرات کے بڑے بڑے تاجر تھے۔ جب جہاز ساحل پر پہنچا تو ان تاجروں نے اپنے مال کا ایک ثلث حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں نذر

www.ksars.org

کرنے کا عہد کیا اور ان کی جانب سے خواجہ فخر الدین گیلانی نقد و جواہرات لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جواہرات کی قیمت اور نقد رقم ملا کر ستر لاکھ چاندی کے ٹنکے ہوئے تھے۔ شیخ نے اس کو قبول تو کر لیا لیکن تین دن کے اندر یہ کل رقم حق داروں، محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کرادی۔ خواجہ فخر الدین گیلانی اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اس وقت اپنا تمام مال واسباب فقراء میں بانٹ دیا اور فقیری اختیار کر لی۔ پانچ برس شیخ کی خدمت میں گزار کر بیت اللہ کے حج کو روانہ ہوئے مگر جدہ پہنچ کر جنت کی راہ لی۔

عبادت و ریاضت میں کلام پاک کی تلاوت سے بڑا شغف رکھتے تھے۔ ایک بار اپنے خلفاء کے ساتھ مجلس میں بیٹھے تھے کہ ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ دو رکعت نماز کی نیت باندھے اور ایک رکعت میں نماز کے درمیان کلام پاک ختم کرے۔ حاضرین میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی پھر خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز کی نیت کر کے پہلی ہی رکعت میں پورا کلام مجید ختم کر دیا اور چار پارے زیادہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ بارہا فرماتے تھے کہ اہل دل سے مجھ کو جو کچھ فیض پہنچا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو عمل میں لانے کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔

روحانی توجیہہ

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ فرماتے ہیں:

کہ آدمی کے اندر ایمان مکمل ہو اور وہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اس قول کی روحانی توجیہہ ایسے بیان کرتے ہیں :

زندگی کے بے شمار رخ ہیں اور زندگی کا ہر رخ اپنے اندر کشش رکھتا ہے۔ شعوری زندگی میں رہتے ہوئے زندگی کے اس پار لاشعور میں آدمی جب جھانکتا ہے تو اس کے اوپر یہ عقدہ کھلتا ہے کہ یہ ساری دنیا گروہوں میں

www.ksars.org

بٹی ہوئی ہے۔ ہر گروہ کا اپنا ایک نظریہ ہے اور ہر گروہ اپنی مخصوص خواہشات کے تانے بانے میں خود اختیاری قیدی ہے۔ ایک جواری یہ جاننے کے باوجود جوا کھیلنا دولت کا ضیاع ہے، تنگ دستی میں بھی جوا کھیلتا رہتا ہے۔ ایک شرابی اس بات سے باخبر ہوتا ہے کہ شراب اس کے پھیپھڑوں کو گھن بن کر چاٹ رہی ہے پھر بھی شراب پینا نہیں چھوڑتا۔ شراب مصائب اور پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے پی جاتی ہے مگر یہ کیسی نجات ہے کہ یہی نجات آدمی کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔

مذہب کا پیروکار گروہ عقائد کی بھول بھلیوں میں سفر کرتا رہتا ہے۔ عقائد کی اس طوفانی دنیا میں بے شمار فرقے ہیں۔ ہر فرقہ خود کو ناجی اور دوسروں کو ناری سمجھتا ہے لیکن جب کسی بھی فرقے کو اندر سے ٹٹولا جاتا ہے تو اس کے اندر بے یقینی اور شک کا لاوا ابلتا نظر آتا ہے۔ سترہ سال کی عمر سے اسی سال تک عبادت وریاضت کرنے والے کسی شخص سے جب آرائش (جنت) اور آلام (دوزخ) کی زندگی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ بے یقینی کی اس منزل میں ہوتا ہے جس منزل کو دوزخ کے علاوہ دوسرا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ مذہب انسان کو یقین کی دنیا کی ترغیب دیتا ہے۔ اور یقین کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک یقین مشاہدہ نہ بن جائے۔ مذہب افراط و تفریط، کبر و نخوت، احساس کمتری اور احساس برتری کے جذبات کی نفی کرتا ہے اور مذہبی انسان پر یہ جذبات مسلط رہتے ہیں۔ مذہب نوع انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے اور مذہبی دانشور اپنی پوری توانائی اس کی مخالف سمت میں صرف کر دیتا ہے۔

صوفیوں، پیروں اور سجادہ نشینوں کی دنیا عجیب طلسماتی دنیا ہے۔ زندگی کے بارے میں ان کے اپنے نظریات ہیں۔ اور اپنا ایک رخ ہے۔ یہ گروہ کہتا ہے کہ مرشد کی اطاعت مرید پر لازم ہے۔ مرشد کے حکم کی تعمیل میں فرق اور امتیاز کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مرشد خدا کا نمائندہ ہے۔ مرشد کی اطاعت نہ ہونے سے روح کمزور ہو جاتی ہے۔ مرشد کے سامنے مرید موسم کی گڑیا ہے تاکہ وہ جدھر چاہے اسے موڑ دے۔ بولنا، لکھنا، پڑھنا، چپ رہنا، کوئی کام کرنا یا نہ کرنا سب مرشد کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ مرید کو مرشد کے ہاتھوں میں ایسا ہونا چاہئے جیسے بوڑھے اور ضعیف آدمی کے ہاتھ میں لاٹھی۔ ایک بے جان مادی چیز جس کو جہاں مرشد چاہے اٹھا کر رکھ دے۔ کہا جاتا ہے کہ مرشد اگر مرید کو حکم دے کہ کنواں میں کود جا۔ مرید تعمیل حکم میں کنواں میں کود گیا مگر اسے یہ خیال آگیا کہ مرشد خود ہی بچالے

www.ksars.org

گاتو یہ پیر صاحب کی نظر میں حکم کی تعمیل نہیں ہوئی۔ حیرت اس بات پر ہے کہ یہ سب اسرار و رموز وہ لوگ بیان کرتے ہیں جن کی زندگی شک اور بے یقینی سے عبارت ہے۔

جب ہم زاہدانہ زندگی کو دیکھتے ہیں تو یہ باب کھلتا ہے کہ زاہدانہ زندگی دراصل جبلت کے خلاف جہاد اور جبلت کے منافی کردار ہے۔ یہ گروہ اس بات پر مصر ہے بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اعلیٰ جذبات کے مقابلے میں ادنیٰ اور اسفل جذبات کو سوخت کر دیا جائے، خواہشات کو فنا کر دیا جائے، لباس ایسا زیب تن کیا جائے جو موٹا، کھردرا، بھدا اور بدصورت، غذا ایسی کھانی چاہئے جو روکھی سوکھی ہو۔ زندگی کے شب و روز میں قنوطیت کا عمل دخل آدم کو بے نوا انسان کی طرح زندہ رہنا چاہئے۔ ظاہر ہے بے نوا انسان فقر و فاقے ہی میں زندگی بسر کرے گا۔ اور بھوک پیاس، گرمی و سردی کی مصیبت اور تکلیف اس کا سرمایہ حیات بن جائے گا۔ خود ساختہ پر مشقت زندگی کو وہ تسلیم و رضا کا نام دیتا ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ مذہب یہ ہے کہ آدمی کے اندر ایمان ہو۔ ایمان یومنون بالغیب ہے۔ ایمان یقین ہے اور مشاہدے کے بغیر یقین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ یقین کی دنیا میں داخل ہو کر انسان یہ جان لیتا ہے کہ ساری انسانی برادری کا حاکم اعلیٰ اللہ ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ انسان متحد اور مضبوط ہو کر اس کی رسی کو تھامے رہیں۔ اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالیں۔ حاکم اعلیٰ اللہ کو جاننے اور پہچاننے والے اس کے دوست ہیں۔ اور دوست اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ دوست دوست کو تکلیف نہیں پہنچاتا۔ اس کے باطن میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ جنتی ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ مرید اور مرشد کا رشتہ استاد شاگرد، اولاد اور باپ کا ہے۔ مرید مرشد کا محبوب ہوتا ہے۔ مرشد مرید کی افتاد طبیعت کے مطابق تربیت دیتا ہے۔ اس کی چھوٹی بڑی غلطیوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ نشیب و فراز اور سفر کی صعوبتوں سے گزار کر اسے اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں پر سکون زندگی اس کا احاطہ کر لیتی ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں زاہدانہ زندگی یہ نہیں ہے کہ آدمی خواہشات کو فنا کر کے خود فنا ہو جائے۔ آدمی اچھا لباس پہننا ترک کر دے۔ پھٹا پرانا اور پیوند لگا لباس پہننا ہی زندگی کا اعلیٰ معیار قرار دے لے تو دنیا کے

www.ksars.org

سارے کارخانے اور تمام چھوٹی بڑی فیکٹریاں بند ہو جائیں گی۔ اور لاکھوں کروڑوں لوگ بھوک زدہ ہو کر ہڈیوں کا پنجر بن جائیں گے۔ اللہ نے زمین کی کوکھ سے وسائل اس لئے نہیں نکالے کہ ان کی بے قدری کی جائے۔ ان کو استعمال نہ کیا جائے۔ اگر روکھا سوکھا کھانا ہی زندگی کی معراج ہے تو بارشوں کی ضرورت نہیں باقی رہے گی۔ زمین بنجر بن جائے گی۔ زمین کی زیبائش کے لئے اللہ نے رنگ رنگ کے پھولوں، پتوں، درختوں، پھلوں، کوہساروں اور آبشاروں کو بنایا ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

زاہد کو چاہیئے کہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت کو خوش ہو کر استعمال کرے لیکن خود کو اس کا مالک نہ سمجھے۔ اللہ روکھی سوکھی دے تو اسے بھی خوش ہو کر کھائے اور اللہ مرغ پلاؤ دے تو اسے بھی خوش ہو کر کھائے۔ جب سب کچھ ہے تو اس سے پورا فائدہ اٹھائے۔ دروبست میں اللہ کو اپنا کفیل سمجھے اور ہر حال میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنا رہے۔

اقوال وارشادات

۱۔ آدمی کے اندر ایمان ہو اور وہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

۲۔ مرید کو چاہیئے کہ اپنے روزگار کی حفاظت کرتا رہے اور ماسوائے اللہ کو دل سے دور کر دے۔

۳۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو۔

۴۔ لوگوں کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کر لو۔

۵۔ بدن کی سلامتی قلت طعام اور روح کی سلامتی ترک گناہ۔

۶۔ آپ نے فرمایا کہ دین کی سلامتی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔

۷۔ اللہ کی محبت ایسی آگ ہے جو روح کی تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔

www.ksars.org

حضرت میر سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت

حالات زندگی

ولادت......اچہ شریف۷۰۷ھ

وفات......اچہ شریف۷۸۵ھ

آپ سید جلال سرخ اوچی کے پوتے تھے اور سید احمد کبیر کے بیٹے تھے۔ ولی مادرزاد تھے۔ لڑکپن سے آثار بزرگی کے جلوہ نما تھے۔ کہتے ہیں ان کی سات برس کی عمر تھی کہ ان کے والدین ان کو شیخ جمال الدین خنداں رو کے روبرو لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ایک طباق کھجوروں کا بھرا رکھا تھا، فرمایا کہ حاضرین کو تقسیم کر دو۔ مخدوم جہانیاں نے اپنا حصہ معہ گٹھلیوں کے کھانا شروع کیا۔ شیخ جمال نے یہ دیکھ کر تبسم فرمایا کہ سید مع گٹھلیوں کے کیوں کھاتے ہو۔ مخدو نے باوجود خوردسالی کے جواب دیا کہ یہ کھجوریں آپ کے ہاتھ سے نصیب ہوئی ہیں، ان کی گٹھلیاں بھی فیض سے خالی نہیں، اس واسطے نہیں پھینکتا۔ یہ سن کر شیخ جمال بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا کی۔ لکھا ہے کہ مخدوم نے پہلے بیعت سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے کی، بعد اپنے چچا شیخ صدر الدین محمد غوث سے خرقہ تبرک حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ رکن الدین ملتانی سے خرقہ خلافت پایا۔ بعد اس کے شیخ السلام شیخ عفیف الدین عبداللہ متھرری سے مکہ معظمہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا اور دو برس ان کی خدمت میں رہ کر سلوک کے تمام منزلیں طے کی۔ شیخ عفیف نے ان کو گازردن میں جانے کا حکم دیا۔ جب یہ گازردن میں پہنچے تو شیخ امین الدین گازردنی نے فرمایا کہ تمہارے دادا نے مجھ سے ملنے کا قصد کیا تھا مگر شیطان نے میرے مرنے کی جھوٹی خبر ان کو دی اور وہ مکہ معظمہ کو چلے

www.ksars.org

گئے۔ اب تو میرا سجادہ ہے اور مقراض ان کو دے کر فرمایا کہ یہ حق تیرا ہے۔ پس ان سے خرقہ خلافت حاصل کر کے چند دن ان کی خدمت میں رہ کر مصر اور شام، عراق، بلخ اور خراسان وغیرہ ممالک کا سفر کرتے ہوئے اور چھ حج کر کے ہندوستان میں آئے اور بیت اللہ شریف میں امام عبداللہ یافعی کی خدمت میں رہے اور بحکم امام دہلی میں آ کر حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہو کر چند دن ان کی خدمت میں رہے اور فیضان چشتیہ حاصل کیا۔ آپ مخدوم جہانیاں چودہ خانوادوں کے خلیفہ ہیں اور تمام اولیائے وقت سے ملے ہیں اور حضرت غوث پاکؒ سے نہایت عقیدت تھی۔ سید اشرف جہانگیری تحریر فرماتے ہیں کہ جس قدر خوارق اور کرامت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے صادر ہوئے۔ اولیائے متاخرین میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہیں ہوئے۔ چنانچہ جس روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اسی روز اطوار قطبیت و غوثیت سے مشرف ہوا۔ شیخ علاؤالدین چشتیؒ قطب بنگالی نے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کی نماز مخدوم جہانیاں پڑھائیں گے اور کوئی نہ پڑھائے۔ یہ سن کر تمام مرید حیران تھے کہ مخدوم اوچ میں ہیں کیونکر آپ کے جنازہ کی نماز کے وقت حاضر ہوں گے۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے مخدوم جہانیاں کو وہاں حاضر دیکھا اور جنازہ کی نماز پڑھائی اور چند روز رہ کر نور قطب عالم کو تو بیعت کیا اور سجادہ پر بٹھایا۔ وہاں پر بہت سے اکابر حضرت کے مرید ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین کی بہت سی اولاد تھی اور ان کے اکثر فرزند ولایت کے درجہ کو پہنچے۔ ان میں سے ایک شاہ جلال بھی تھے جو اپنے بھائیوں کے جھگڑوں کی وجہ سے اوچہ سے قنوج آ گئے تھے اور اسی شہر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اپنے کشف و کرامات کی وجہ سے بڑی شہرت پائی۔ ان کے صاحبزادے بھی صوری اور معنوی کمالات کے باعث مشہور ہوئے۔ قنوج اور نواح قنوج کے لوگ ان ہی کے سلسلے ادارت سے منسلک رہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ حضرت کے بعض فرزند دہلی کے نواح شکار پور میں محو خواب ہیں۔ ان میں شاہ عمر، شاہ محمود اور شاہ کبیر بڑے صاحب کشف و کرامات تھے اور بہت مشہور ہوئے۔ حضرت کے ایک فرزند شاہ قطب عالم گجرات میں مدفون ہیں۔

جہاں گشت کے پوتے شیخ کبیر الدین بہت بڑے اولیاء اللہ تھے۔

www.ksars.org

۷۸۵ھ کو بروز چہار شنبہ عیدالاضحیٰ کے دن وفات پائی اور اوچہ شریف میں مدفون ہوئے۔ یہ مقام ریاست بہاولپور میں ملتان سے ستر میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں واقع ہے۔

آپ کے ملفوظات کے نام یہ ہیں:

۱۔ خزانہ جلالی

۲۔ سراج الہدایہ

۳۔ جامع العلوم

روح پرور واقعات

ایک روز مخدوم اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ یکایک گھاس کی گٹھڑی میں آگ لگی اور اس میں سے شعلہ اٹھا۔ مخدوم نے ایک چٹکی خاک کی اٹھا کر یا شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی بہ آواز بلند پڑھ کر اس طرف پھینکی معاً آگ بجھ گئی۔ ایک روز خان جہاں مرزا وزیر سلطان فیروز شاہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ اس نے ایک منشی لڑکے کو قید کیا تھا۔ اس لڑکے نے آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر وزیر سے فرمایا کہ اس مظلوم کو چھوڑ دے۔ اس میں تیری خیر ہو گی۔ وزیر نے بموجب حکم عالی رہا کیا۔

اخبار الاولیاء سے نقل ہے کہ شب عید کو مخدوم جہانیاں روضہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین پر جا کر متدعی عیدی کے ہوئے مزار سے آواز آئی کہ تیری عیدی یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ کو مخدوم جہانیاں کیا۔ بعد اس کے شیخ صدر الدین عارف کے مزار پر عیدی کی التجا کی۔ وہاں سے بھی جواب باصواب پایا۔ خزینہ جلالی میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ ابوالفتح ملتانی زینہ پر سے اترتے تھے۔ مخدوم نے دوڑ کر اپنے کو زینہ پر ڈالا۔ اس لئے کہ قدم پیر کا سینہ پر پڑے۔ یہ دیکھ کر شیخ نے کہا یا سید مرتبہ ولایت تمہارا اپنے مرتبہ کو پہنچ چکا ہے، تم مخدوم جہانیاں ہو گئے اور اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سینے سے لگایا اور بہت نعمتیں عطا کیں۔ اس روز سے مخاطب بہ خطاب مخدوم جہانیاں ہوئے۔ چونکہ سیاحت بہت کی

www.ksars.org

تھی اس لئے "جہاں گشت" بھی کہلائے۔ ایک بار مخدوم جامع مسجد اوچ میں مع چند علماء درویشوں کے معتکف تھے، حاکم اوچ حضرت کی زیارت کے لئے آیا۔ حضرت کے گرد ہجوم درویشوں کا دیکھ کر کئی درویشوں کو جھڑک کر مسجد سے باہر نکالا۔ مخدوم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اے بدبخت تو دیوانہ ہوا ہے کہ درویشوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہ فرماتے ہی حاکم دیوانہ ہو گیا۔ کپڑے پھاڑ کر مسجد سے باہر نکل کر لوگوں کو پتھر مارتا ہوا باہر پھرنے لگا۔ آخر بمشکل اس کو پابہ زنجیر کر کے اس کا بوڑھا باپ حضرت کی خدمت میں آیا اور اس کی معافی چاہی۔ آپ نے ازراہ رحم فرمایا کہ اس کو غسل دو اور نئے کپڑے پہناؤ اور زیارت مزار شیخ جمال الدین خندہ رو کرا کے میرے پاس لاؤ۔ پس بعد زیارت مزار وہ حضرت کے پاس آتے ہی اچھا ہو گیا اور مرید ہو کر واصلاح حق سے ہوا۔

آپ غیر شرعی رسوم سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ غیر شرعی تعظیم تک پسند نہ تھی۔ اگر کوئی مرید عزت کی خاطر پاؤں چومنے کی کوشش کرتا تو چومنے نہ دیتے تھے، نہ ہی کسی مرید کو اجازت تھی کہ پاؤں پر سر رکھے۔ ایک مرید نے آپ کی تعریف میں نظم لکھی اور اس میں انہیں "سید السادات" کہا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سید السادات نہ کہو بلکہ گدائے عالم کہو۔

کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ خواجہ شرف الدین احمد منیریؒ نے آپ کے پاس کفش بھیجی، جس کا مطلب یہ تھا کہ میں آپ کا کفش پا ہوں۔ آپ نے اس کے جواب میں اپنی دستار ان کے پاس بھیج دی، جس سے مراد یہ تھی کہ تم میرے سر تاج ہو۔

غیر مسلم خصوصاً ہندو بہت زیادہ آپ کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کرتے۔ ایک ہندو عورت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آپ ہی سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئی اور ولایت کے درجہ کو پہنچی۔ جب کبھی آپ اوچ سے دہلی جاتے راستے میں بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے۔

آپ کی حرم محترم بھی بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں۔ آپ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ تہجد کے لئے مجھ سے پہلے اٹھا کرتی تھی اور جب تہجد کی نماز پڑھ لیتی تو مجھے بیدار کرتی، بی بی ایسی ہی ہونی چاہئے۔

www.ksars.org

فرمایا۔ ایک مرتبہ وہ عبادت کر رہی تھیں کہ بے ہوشوں کی طرح سجدہ میں گر پڑیں۔ جب ہوش آیا تو سجدہ سے اٹھیں۔ میں نے ان سے کہا جا کر وضو کر لو کیونکہ بے ہوشی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کہنے لگیں مجھے بے ہوشی نہ تھی میں نے دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، پھر تعظیم میں کیوں سجدہ نہ کرتی۔ مجازی بادشاہ کے لئے ہزاروں تعظیمیں کی جاتی ہیں، حقیقی بادشاہ کی تعظیم سجدہ سے کیوں نہ کرتی۔

روحانی توجیہہ

حضرت میر سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت فرماتے ہیں :

ہر سانس کے ساتھ اللہ کو یاد کرو۔

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مد ظلہ اس قول کی روحانی توجیہہ اس طرح فرماتے ہیں۔ ہم جب اندر سانس لیتے ہیں تو ہمارا رخ باطن کی طرف ہوتا ہے۔

زندگی اور زندگی سے متعلق جذبات واحساسات، واردات و کیفیات، تصورات و خیالات اور زندگی سے متعلق تمام دلچسپیاں اس وقت تک قائم ہیں جب تک سانس کی آمد و رفت جاری ہے۔ زندگی کا دارومدار سانس کے اوپر قائم ہے۔ سانس کی طرزوں پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ذی روح میں سانس کا نظام قائم و دائم ہے۔ لیکن ہر نوع میں سانس کے وقفے متعین ہیں مثلاً یہ کہ اگر آدمی کے اندر سانس کے ذریعے دل کی حرکت متعینہ وقت میں ۷۲ ہے تو بکری میں اس سے مختلف ہوگی۔ چیونٹی میں اس سے بالکل مختلف ہوگی۔ کوئی ایسا آلہ ایجاد کر لیا جائے کہ جس سے درخت کے سانس کی پیمائش ہو سکے۔ تو اس کے سانس کی دھڑکن بولنے والی مخلوق سے مختلف ہوگی اور اگر ہم کوئی ایسا آلہ ایجاد کر لیں جس سے پہاڑ کی نبض کی حرکت ریکارڈ کریں تو وہ درخت کے اندر کام کرنے والی نبض کی حرکت سے مختلف ہوگی۔ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ ایک سانس آتا ہے، ایک سانس جاتا ہے یعنی ایک سانس ہم اندر لیتے ہیں اور ایک سانس باہر نکالتے ہیں۔ یہ بات بھی ہم سب کے سامنے ہے کہ پر سکون حالت میں سانس میں ایک خاص قسم کا توازن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پریشانی، غم یا اضطراب میں سانس کی کیفیت مختلف ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی ڈر جائے تو اس

www.ksars.org

کے دل کی حرکت تیز اور بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اگر غور کریں تو نظر آئے گا کہ دل کی حرکت کے ساتھ سانس کی حرکت بھی تیز ہو جاتی ہے۔ سانس کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ یہ ہے کہ ہم سانس اندر لیتے ہیں یعنی سانس کے ذریعے آکسیجن جذب کرتے ہیں اور دوسرا رخ یہ ہے کہ ہم سانس باہر نکالتے ہیں یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔

یہاں پر بہت غور طلب نکتہ یہ ہے کہ جب ہم سانس لیتے ہیں تو کوئی چیز اندر جاکر جلتی ہے یعنی فضا میں جو آکسیجن پھیلی ہوئی ہے وہ سانس کے ذریعے اندر جاکر جلتی ہے جس طرح گاڑی کے اندر پیٹرول جلتا ہے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جلا ہوا فضلہ باہر نکل جاتا ہے۔ یہ سلسلہ پیدائش سے موت تک برقرار رہتا ہے۔ اب ہم اس کو روحانیت کی طرز پر بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ ہم جب اندر سانس لیتے ہیں تو ہمارا رخ باطن (Inner) کی طرف ہوتا ہے۔ ہم جب سانس باہر نکالتے ہیں تو ہماری تمام دلچسپیاں دنیا، دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں اور اپنے گوشت پوست کے حواس کے ساتھ قائم رہتی ہیں جو اس کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ وہ ہے جو ہمیں زمان و مکان (Time and Space) میں قید کرتا ہے۔ دوسرا رخ وہ ہے جو ہمیں زمان و مکان سے آزاد کرتا ہے۔ نیند کی حالت میں ہمارے اوپر غالب رہتا ہے یعنی جب ہم سو جاتے ہیں تو ہمارے شعوری حواس کی نفی ہو جاتی ہے اور ہمارے اوپر سے زمان و مکان کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور جب ہم بیدار ہو جاتے ہیں تو زمان و مکان سے آزاد حواس وعارضی طور پر ہم سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق خواب اور بیداری زندگی کے دو رخ ہیں یعنی انسان کی زندگی دو رخ یا دو حواس سے مرکب ہے۔ ایک کا نام دن یا بیداری ہے اور دوسرے کا نام خواب یا رات ہے۔ رات کے حواس میں ہر ذی روح مخلوق زمان و مکان سے آزاد ہو جاتی ہے۔ دن کے حواس میں ہر ذی روح مخلوق زمان و مکان کے حواس میں قید ہو جاتی ہے۔ زندگی کا قیام سانس کے اوپر ہے اور سانس کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ یہ کہ سانس ہم اندر لیتے ہیں اور دوسرا رخ یہ کہ ہم سانس باہر نکالتے ہیں۔ سانس کا اندر جانا ہمیں ہماری روح سے قریب کر دیتا ہے اور سانس کا باہر آنا ہمیں اس حواس سے قریب کرتا ہے جو حواس ہمیں روح کی معرفت سے دور

www.ksars.org

کرتے ہیں۔ جب ہم آنکھیں بند کر کے یا کھلی آنکھوں سے کسی طرف پوری یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں تو سانس اندر لینے کا وقفہ زیادہ ہو جاتا ہے یعنی ہماری شعوری توجہ روح کی طرف ہو جاتی ہے۔

تصوف کے اوپر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں روحانی علوم کا تذکرہ تو کیا گیا ہے لیکن اس علم کو ایک اور ایک دو، دور اور دو چار کی طرح عام نہیں کیا گیا۔ بہت سے رموز و نکات بیان کئے گئے پھر بھی رموز و نکات پردے میں اس لئے ہیں کہ ان رموز و نکات کو وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جو منزل رسیدہ ہیں یا جو حضرت راہ سلوک میں سفر کر چکے ہیں۔

ہمارے اسلاف نے یہ بھی فرمایا کہ روحانی علوم چونکہ منتقل ہوتے ہیں اس لئے ان کو محفوظ رہنا چاہئے اور ان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان علوم کا نام علم سینہ رکھ دیا گیا۔ اسلاف نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ روحانی علوم حاصل ہونے کے بعد ان کے نتائج (مافوق الفطرت باتوں) کو چھپا لینا چاہئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ انسانوں کے اندر سوچنے سمجھنے اور علم حاصل کرنے کی صلاحیت اتنی نہیں تھی جتنی صلاحیت آج موجود ہے۔ سائنس کے اس ترقی یافتہ دور سے پہلے دور دراز آوازوں کا پہنچنا کرامت سمجھا جاتا ہے لیکن آج سائنس دانوں نے آواز کا طول موج (Wavelength) دریافت کر لیا ہے۔ خیالات کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا بھی کرامت (مافوق الفطرت) بیان کیا جاتا تھا۔

آج کی دنیا میں ہزاروں میل کے فاصلے پر پوری کی پوری تصویر منتقل ہو جاتی ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں صرف پچاس سال پہلے لوگوں سے یہ کہا جاتا تھا کہ آدمی روشنیوں کا بنا ہوا ہے تو لوگ مذاق اڑاتے تھے۔ آج سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آدمی لہروں سے مرکب ہے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے یہ بات بتا دی کہ آدمی لہروں سے مرکب ہے، وہ آدمی کی ایک جگہ سے گزرنے کے بعد بھی تصویر لے لیتے ہیں۔

www.ksars.org

پہلے زمانے میں دادی اور نانی بچوں کو کہانی میں اڑن کھٹولوں کے قصے سنایا کرتی تھیں۔ ایک اڑن کھٹولہ تھا۔ اس پر ایک شہزادی اور شہزادہ بیٹھے اور اڑ گئے۔ دادی اور نانی کے وہی اڑن کھٹولے آج ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ نہ صرف یہ کہ موجود ہیں بلکہ ہم اس میں بیٹھ کر اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق سفر بھی کرتے ہیں۔

ان تمام مثالوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ سائنس کی ترقی سے پہلے نوع انسانی کی صلاحیت اتنی نہیں تھی کہ روحانی رموز و نکات اس کی سمجھ میں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگوں اور اسلاف نے پہلے چند لوگوں کا انتخاب کیا اور پھر ان کو وہ علوم منتقل کر دیئے لیکن آج کے دور میں انسان کی دماغی صلاحیت اور سکت، فہم اور تفکر اتنا زیادہ طاقتور ہے کہ جو چیزیں پہلے کشف و کرامات کے دائرے میں آتی تھیں آج وہی چیزیں انسان کی عام زندگی میں داخل ہیں۔ جیسے جیسے علوم سے انسان کی سکت بڑھتی گئی، شعور طاقتور ہو گیا۔ ذہانت میں اضافہ ہوا۔ گہری باتوں کو سمجھنے اور جاننے کی سکت بڑھی۔

سائنس کی ترقی سے یہ بہت بڑا فائدہ ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے شعور کی طاقت بڑھی اسی مناسبت سے آدمی کے اندر یقین کی طاقت کمزور ہوتی چلی گئی۔

یقین کی طاقت کمزور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ سے دور ہو گیا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سائنس کی ترقی کا مطمح نظر زیادہ تر دنیاوی آرام و آسائش کا حصول ہے چونکہ دنیا خود بے یقینی کا سمبل (Symbol) اور فکشن (Fiction) ہے اور مفروضہ حواس کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لئے یہ ترقی بھی ہمارے لئے عذاب بن گئی۔ اگر اس ترقی کی بنیاد ظاہر اسباب کے ساتھ ماورائی صلاحیت کی تلاش ہوتی تو یقین کمزور ہونے کی بجائے طاقتور ہوتا لیکن اس کے باوجود سائنسی علوم کے پھیلاؤ سے بہر حال اتنا فائدہ ضرور ہوا ہے کہ ہمارے اندر ایسے علوم حاصل کرنے کی صلاحیت کا ذوق پیدا ہوا جو ہمیں روحانیت سے قریب کرتے ہیں۔

اب سے پچاس سال پہلے یا سو سال پہلے جو چیز پچاس پچاس، سو سو سال کی ریاضت کے بعد حاصل ہوتی تھی اب وہی چیز ارادے کے اندر یقین مستحکم ہونے سے چند مہینوں اور چند سالوں میں حاصل ہو جاتی ہے۔

www.ksars.org

اقوال وارشادات

آپ فرماتے ہیں:

۱۔ ہر سانس کے ساتھ اللہ کو یاد کرو۔

۲۔ بے اختیار ہو جاؤ اور عمل اس طرح کرو کہ رضا حاصل ہو۔

۳۔ درویش کی خدمت بہت بہتر ہے۔

۴۔ جسے یاد کا وصل نصیب ہوا ادب کے باعث نصیب ہوا ہو گا۔

۵۔ ظاہر و باطن میں اپنے آپ کو اللہ کے ساتھ رکھو۔

www.ksars.org

حضرت میاں میر لاہوری قادری

حالات زندگی

ولادت......بمقام سیوان (سندھ)۹۵۷ھ

وفات......بمقام لاہور (پنجاب)۱۰۴۵ھ

حضرت میاں میر کا اصل نام میر محمد تھا۔ بعض تذکروں میں آپ کا نام شیخ محمد بتایا گیا ہے۔ آپ ۹۵۷ھ میں سندھ کے ایک قدیم شہر سیوان شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ قاضیوں کے ایک خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان اپنے دور میں علم و فضل کے لحاظ سے بہت ممتاز تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام سائیں دتہ اور داداجان کا نام قاضی قلندر فاروقی تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ، قاضی قارن کی دختر نیک تھیں۔ حضرت میاں میر کا سلسلہ نسب حضرت عمرؓ تک پہنچتا ہے۔ اس لئے آپ فاروقی بھی کہلاتے ہیں۔

آپ کی عمر جب سات سال کی ہوئی تو اس وقت آپ کے والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ چونکہ آپ کے خاندان میں علم و فضل کا چرچا تھا۔ اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ نے سلسلہ قادریہ میں آپ کو تعلیم دلائی اور اچھی طرح تربیت دی۔ سن بلوغ کو پہنچنے تک علم و عرفان کی کئی منزلیں طے کر لیں۔ والدہ ماجدہ بھی اس دنیا سے جلد داغ مفارقت دے گئیں۔ چار بھائی اور بہنیں تھیں۔ ان کے بھائیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ میاں قاضی، قاضی عثمان، قاضی محمد، قاصر طاہر اور بہنوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ بی بی باری اور بی بی جمال خاتون تھیں۔

آپ قدیم طرز کے صوفی بزرگوں میں سے تھے۔ جو فنا فی اللہ ہوتے ہیں اور ہر وقت مجاہدہ اور ریاضت میں لگے رہتے تھے۔ دنیا سے الگ تھلگ گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہتے۔ رفتہ رفتہ دنیا سے بالکل ہی کنارہ کر لیتے

www.ksars.org

تھے۔ آپ شیخ خضر سہوستانی کے مرید ہو گئے جو اپنے زمانہ کے مشہور صوفی بزرگ تھے اور سہوان سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑ پر سکونت رکھتے تھے۔

آپ پچیس سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے اور ریاضت و عبادت اور تلقین و ہدایت شروع کی۔ اس وقت یہاں آپ کے پائے کا کوئی بزرگ موجود نہ تھا۔ آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر مصروف عبادت ہوتے تھے۔ اکثر بتایا جاتا ہے کہ چالیس سال تک کسی کو علم ہی نہ ہو سکا کہ اس پائے کا ایک بزرگ یہاں موجود ہے۔ جب اہل لاہور کو آپ کے متعلق علم ہوا تو ایک خلقت امڈ پڑی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ آکر آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گئے۔

عام لوگوں کے علاوہ درباری حلقوں میں بھی آپ کا بے حد احترام کیا جاتا تھا۔ بڑے امراء بھی آپ کے مرید تھے۔ بادشاہ اور شہزادے بھی آپ کے پاس آتے تھے۔ جہانگیر بادشاہ آپ کا حد سے زیادہ عقیدت مند تھا اور پھر شاہ جہاں کے علاوہ دارلشکوہ بھی آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے حضرت کے روحانی ذوق و شوق کو ترقی دینے کے لئے سب کچھ کیا۔ اس نے کمیت الاولیاء کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں حضرت میاں میر اور ان کے خلفاء کے حالات درج ہیں۔

روح پرور واقعات

دارشکوہ جو شاہ جہاں کا سب سے بڑا بیٹا تھا بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا اور طبیب میرے علاج سے عاجز آ گئے۔ میری عمر اس وقت بیس سال تھی اور میرے والد صاحب (شاہ جہان) مجھے حضرت میاں میر کے پاس لے گئے اور ان سے عرض کیا کہ حضرت میرا یہ سب سے بڑا لڑکا ہے۔ میرے تمام شاہی طبیبوں نے اس کے علاج سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ آپ صرف اپنی توجہ فرمائیں۔ حضرت میاں میر نے پیالے میں پانی لیا اور دم کر کے مجھے پینے کے لئے دیا۔ اسی ہفتے اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء بخش دی اور میں مکمل طور پر صحت مند ہو گیا۔

www.ksars.org

دارشکوہ نے حضرت میاں میر اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی (جو حضرت مجدد کے مرید تھے) ایک گفتگو کا ذکر کیا ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ حضرت میاں میر اور مجددیہ طریقہ کے بزرگوں میں اختلاف نمودار ہو رہے تھے۔ اس گفتگو کے وقت بادشاہ بھی موجود تھا اور حضرت میاں میر اسے خدا تک پہنچنے کے طریقے بتا رہے تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے کہا کہ جب سالک پر عالم ملکوت کشف ہو جاتا ہے تو ہم اسے جنگلوں میں بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ تنہائی میں یاد الٰہی کرے۔ اس پر مولانا عبدالحکیم نے اعتراض کیا کہ اس طرح تو نماز باجماعت فوت ہوتی ہے۔ حضرت میاں میر نے اس کا مناسب جواب دیا لیکن اس اعتراض اور جواب سے بھی خیال ہوتا ہے کہ شرع کی غیر مکمل پابندی کی نسبت جو اعتراض مجددیوں کو قادریوں پر تھے اور جنہوں نے آگے چل کر دارشکوہ اور عالمگیر کی مخالفت کو چمکا دیا۔ وہ حضرت میاں میر کے زمانہ میں ہی رونما ہو چکے تھے۔

آپ کے عقیدت مندوں میں ہر مذہب اور فرقے کے لوگ شامل تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب گورو ارجن دیو نے امرتسر میں دربار صاحب کی بنیاد رکھنا چاہی تو پہلے لاہور آکر حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس عبادت گاہ کا سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ امرتسر گئے اور دربار صاحب کے سنگ بنیاد اپنے ہاتھوں سے رکھا۔ آپ نے ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو لاہور کے محلہ خان پور میں وفات پائی۔ آپ نے عمر بھر شادی نہ کی اس لئے کوئی اولاد نہ تھی۔

روحانی توجیہہ

حضرت میاں میر لاہوری فرماتے ہیں کہ عالم وجدان میں سفر کرنے والا سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ اس قول کی روحانی توجیہہ میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے کسی نہ کسی عقیدے کا پابند رہنا ضروری ہے۔ گرد و پیش کے حالات اور ماں باپ کی تربیت سے جس قسم کے عقائد بچے کے ذہن میں پرورش پاجاتے ہیں وہی بچے کا مذہب بن جاتا ہے۔ تمام نظریات کی بنیاد اسی اصول پر کارفرما ہے۔ اس کے بغیر تاثرات، واردات اور کیفیات کو عقیدے کے سلسلے میں کوئی جگہ نہیں ملتی۔ ہمارے

www.ksars.org

تمام فلسفے اور تمام طبعی سائنس اسی کلیہ پر قائم ہیں لیکن ہم جب انسان کی ذہنی اور اندرونی زندگی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ذاتی اور باطنی واردات و کیفیات میں نمایاں فرق نظر آتا ہے اور ہم یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ زندگی کا بہت تھوڑا سا حصہ عقلیت کی گرفت میں آتا ہے۔ جو کچھ ہے سب بچپن میں سنی ہوئی، دیکھی ہوئی اور والدین سے ورثہ میں ملی ہوئی کیفیات کا ثمر ہے۔ ہم جب اسی مسئلہ کو منطقی انداز مین حل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ عقل کا رعب اور وقار تو بہت ہے لیکن فی الواقع عقل بے بس ہے کیونکہ جہاں دلائل زیر بحث آتے ہیں وہاں محض الفاظ کے گورکھ دھندے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ہم جب عقلی بنیادوں پر منطقی استدلال سے عقیدے کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمیں مایوسی اور ناکامی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ایک زمانہ تھا کہ خدا کی ہستی کے ثبوت میں بہت کچھ لکھا گیا۔ بے شمار دلائل نظم و نثر میں جمع کئے گئے اور ایک پورا گروہ ان دلائل اور طرز فکر کو پھیلانے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب انسانی شعور نے کروٹ بدلی اور صدیوں پرانے منطقی استدلال کو رد کیا تو وہ ساری تقریریں اور ساری تحریریں اور موٹی موٹی کتابیں طاق نسیاں ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنے والی نسل کو مذہب کے بارے میں جو ثبوت چاہئے تھا وہ اسے نہیں ملا۔ نتیجہ میں مذہب پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا اور نوجوان نسل نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مذہب جس خدا کا تذکرہ کرتا ہے اگر خدا ہے تو ہمارا خدا ایسا نہیں ہے جس طرح ہمارے آباؤ اجداد سمجھتے تھے۔ مفکر جب فکر کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ کوئی بندہ اپنے عقیدے کی وجہ بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وجہ بیان کرنے میں عقلی دلائل کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

ان سب کے باوجود رواں دواں زندگی میں ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ عقیدے کے بغیر کوئی فرد زندگی کو صحیح خدوخال پر قائم نہیں رکھ سکتا۔ عقیدے سے مراد عام طور سے یہ لی جاتی ہے کہ بندہ یہ کہتا ہے کہ کوئی ایسی ماورائی ہستی موجود ہے جس کے ہاتھ میں پوری کائنات کا نظام ہے۔ وہ جو چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے ہوتا رہتا ہے۔ بدعقیدگی یا عقیدہ کا نہ ہونا انسان کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ سب اتفاقی حادثہ کا نتیجہ ہے لیکن بہر حال عقیدہ ہو یا بے عقیدگی انسان اپنی ذات سے ہٹ کر اندر کی دنیا کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بے عقیدہ ہونا بھی ایک عقیدہ ہے۔ کوئی شخص اگر خدا کی ہستی اور خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے تو ہم اس کو دہریہ کے عقیدہ کا

www.ksars.org

حامل کہتے ہیں۔ جب تک مذہب اور خدا کے بارے میں ہمارے اندر فلسفی انداز اور منطقی استدلال موجود رہتا ہے ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچتے۔ اس لئے کہ ماوراہستی کو سمجھنے کے لئے ماورائی شعور کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پس ثابت یہ ہوا کہ مذہب ماورائی ہستی اور صداقت کی اصل اساس ہمارا غیر شعوری عقیدہ اور وجدان ہے۔ جب ہم وجدان میں قدم بڑھادیتے ہیں تو فطرت ہماری رہنمائی کرتی ہے اور عقل اس کی پیروی کرتی ہے۔ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ جن لوگوں کے اوپر وجدان کی دنیا روشن ہو گئی ان لوگوں کے اندر خدا کے عدم وجود کے بارے میں خواہ کیسے بھی بلند دلائل پیش کئے گئے ان کے عقیدے میں ان کی طرز فکر میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔

یہ حقیقت اس طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وجدان ایک ایسا عالم ہے جس عالم میں ہر لمحہ، ہر آن حقیقتیں عکس ریز ہوتی رہتی ہیں۔ عالم وجدان میں سفر کرنے والا مسافر وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے جو عقل کی پنہائیوں میں گم رہنے والا بندہ نہیں دیکھتا۔ انسانی جبلت اور فطرت کا موازنہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جبلت بے قرار اور بے سکون رکھتی ہے اور فطرت میں انسان کے اوپر سکون اور راحت کی بارش برستی رہتی ہے، اس لئے کہ فطرت براہ راست خالق کائنات سے ہم رشتہ ہے اور تخلیق کرنے والی ہستی سراپا سکون اور رحمت ہے۔

نسلی اعتبار سے ہمارے بچے جس مذہب کے پیروکار ہیں انہیں جب اس مذہب میں سکون نہیں ملتا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ سکون ایک حقیقت ہے، ایسی حقیقت جس حقیقت کے ساتھ پوری کائنات بندھی ہوئی ہے۔ حقیقت فکشن نہیں ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بندے کے اندر وہ کون سی طاقت ہے جو ٹوٹ پھوٹ، گھٹنے بڑھنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہے۔ وہ طاقت، وہ ہستی ہر بندے کی اس کی اپنی روح ہے۔ نسلی اعتبار سے اگر ہم اپنے بچوں کو ان کے اندر موجود روح سے آشنا کر دیں تو وہ خدا کے دوست بن جائیں گے۔ خدا کا فرمان ہے کہ اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔ زندگی کی ذہنی، جسمانی اور روحانی تمام مسرتیں ان کے شامل حال ہوتی ہیں۔

اقوال وارشادات

آپ فرماتے ہیں:

www.ksars.org

۱۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اگر نیند اور ترک دنیا کرنی پڑے تو کر دینی چاہیئے۔

۲۔ زبان سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس سے غافل نہ ہو۔

۳۔ عالم وجدان میں سفر کرنے والا سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔

۴۔ درویشوں سے ہمیشہ محبت کرنی چاہیئے۔

۵۔ جاہ و مال کو ہمیشہ ترک کرے اللہ کے ساتھ رابطہ کرو۔

www.ksars.org